مختلف مکاتب فکر

کے

اسلامی فرقے

تألیف

حجۃ اسلام والمسلمین علی ربّانی گلپائگانی

مترجم

سید حمید الحسن زیدی

ناشر:

تنظیم المکاتب گولہ گنج لکھنؤ۔۱۸

ای میل:makatib.makatib@gmail.com

نام کتاب : اسلامی فرقے

تالیف : حجۃ الاسلام والمسلمین علی ربّانی گلپائگانی

مترجم: حجۃ الاسلام عالیجناب مولانا سید حمید الحسن زیدی

عرض تنظیم

تحریک دینداری کے پہلے مرحلہ میں بانی تنظیم المکاتب خطیب اعظم مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ نے اگر چہ اپنی توجہ ''قیام مکاتب'' پر مرکوز رکھی تھی مگر آپ کا نصب العین اس قوم کی ہر فرد کو دیندار بنانا تھا۔ دینی تعلیم کے بغیر دینداری کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اسی لیے آپ نے روز اول مکاتب کے ساتھ تعلیم بالغان اور مراسلاتی کورس کو بھی تنظیم المکاتب کے بنیادی اہداف میں شامل فرمایا اور آپ کی زندگی میں یہ شعبے کم وبیش فعال بھی ہوگئے تھے مگر خاطر خواہ کامیابی نہ مل سکی جس کا اہم سبب مناسب نصاب کا فقدان تھا۔

مکاتب کے ساتھ اسکول، جونیر ہائی اسکول اور ہائی اسکولوں میں دینی تعلیم کے فروغ کے ساتھ ہی قرآنیات، عقائد، احکام، تاریخ وسیرت اور اخلاق وحدیث پر مشتمل متوسط سطح کے ایسے نصاب کی ضرورت کا مزید احساس ہوا جس سے نوجوانوں میں دینی شعور پیدا ہوسکے۔ تربیت مدرسین کے علاوہ ادھر کچھ عرصہ سے نوجوانوں کے لیے دینی تعلیمی تربیتی کیمپ، مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ جیسے سلسلے شروع کیے گئے جن کے لیے بھی کتب کی ضرورت شدت سے محسوس کی جارہی ہے۔

نصاب کی تیاری ایک مشکل کام ہے اس کے لیے مختلف نمونوں، کتب اور مواد کے علاوہ صاحبان علم ہی نہیں بلکہ ماہرین فن کی ایسی تجربہ کار جماعت درکار ہوتی ہے جو یکسوئی کے ساتھ یہ کام انجام دے سکے اس راہ میں جن دشوار گذار اور صبر آزما مراحل سے گذرنا ہوتا ہے اس کا ادراک وہی لوگ کرسکتے ہیں جو ایسے مشاغل سے سروکار رکھتے ہیں۔

موجودہ صورتحال میں مناسب محسوس ہوا کہ ازسرنو نصاب ترتیب دینے اور تجربہ کرنے کے بجائے مختلف ممالک اور زبانوں میں نوجوانوں کی تربیت کے لیے رائج نصاب سے استفادہ کیا جائے۔

چنانچہ طلاب کی سطح کے اعتبار سے تلاش شروع کی گئی مگر کسی ایک مرکز سے کوئی ایک ایسا

جامع نصاب نہ مل سکا جو ہمارے ملک کی نسل نو کے دینی ضروریات کو پورا کر سکے لہٰذا مختلف تعلیمی مراکز میں رائج نصاب سے انتخاب کیا گیا جس کے باعث اسلوب نگارش، انداز بیان اور سطح فکر میں اختلاف ناگزیر ہے۔

کتب کا اردو میں ترجمہ بھی ایک مرحلہ تھا۔ اس مرحلہ میں حوزۂ علمیہ قم میں زیر تعلیم اہل علم اور خوش استعداد صاحبان قلم خصوصاً جامعہ امامیہ تنظیم المکاتب کے افاضل سے مدد لی گئی۔ اس طرح الحمد للہ اب قرآنیات، عقائد، احکام، تاریخ و سیرت اور اخلاق و حدیث پر مشتمل نصاب مرتب ہو کر اشاعت کی منزل میں ہے۔ فی الحال ان موضوعات سے روشناس کرانا مقصود ہے۔ آئندہ تجربہ کی روشنی میں کتب یا ان کے مشمولات میں تبدیلی کا امکان ہے جس کے لیے ہم اہل نظر اور ارباب بصیرت کی مثبت آراء اور تنقید کے منتظر ہیں۔

زیر نظر کتاب ''مختلف مکاتب فکر کے اسلامی فرقے'' بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اس کتاب کی اشاعت میں جن حضرات نے تعاون فرمایا ہم ان کے شکر گذار ہیں۔ مترجم کتاب جناب مولانا سید حمید الحسن زیدی صاحب فاضل واستاد جامعہ امامیہ، ہمارے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں جن کی کاوشوں سے زیر نظر کتاب کی اشاعت کا شرف ہمیں حاصل ہو رہا ہے۔

والسلام

سید صفی حیدر

سکریٹری

۱۵ / جمادی الاولی ۱۴۲۷ھ

پہلی فصل

کلیّات

پہلا سبق:

علم ملل ونحل کیا ہے؟

۱۔کلمہ ملل ونحل

ملل مِلَّة کی جمع ہے جوطریقہ اور دستور کے معنی میں ہے چاہے حق ہو یا باطل ۔حق کی مثال:

﴿ثُمَّ أوحَينااِلَيکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبراهِيمَ حَنِيفاً﴾(۱)

''پھر میں نے تمہاری طرف وحی کی کہ دین حنیف ابراہیم کا اتباع کرو''.

باطل کی مثال:

﴿اِنّی تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لایُؤمِنُونَ بِاللهِ وَهُمْ بِالآخِرَةِ هُمْ کافِرُونَ﴾(۲)

''اور میں نے اپنی قوم کے راستہ کو چھوڑ دیا ہے جس کا ایمان اللہ پر نہیں ہے اور وہ روز آخرت کا بھی انکار کرنے والی ہے''.

نحل ''نِحلَة'' کی جمع ہے اسکے معنی ہیں مذہب، ادعا یا کسی دین کو قبول کرنا(۳)۔جیسا کہ کہا جاتا ہے ما نِحلَتُک یعنی تمہارا مذہب کیا ہے؟

۲۔علم ملل ونحل کا موضوع اور اس کی غرض

علم ملل ونحل کا موضوع جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے ادیان ومذاہب ہیں اوراسکی غرض یہ ہے

---

(۱) سورۂ نحل ، آیت ۱۲۳ (۲) سورۂ یوسف ، آیت ۳۷ (۳) اقرب الموارد ،ج۲، ص ۱۲۸۰

کہ انسان تمام ادیان و مذاہب کا مطالعہ کر کے یہ اندازہ لگائے کہ وہ کس چیز میں مشترک ہیں اور کس چیز میں ایک دوسرے سے الگ؟ تا کہ وقت پڑنے پر علم و معرفت کے ساتھ مذہب حقہ کا دفاع کر سکے۔

اس علم میں بحث کرنے کا طریقہ: اس علم میں عقلی و نقلی دونوں طریقوں سے بحث ہوتی ہے۔ یعنی ہر مذہب کے اختیار کرنے والوں کے صحیح نظریات اسکے رہبروں کے اقوال وافعال میں ڈھونڈے جاتے ہیں اور پھر اسکی عقلی تحلیل کر کے صحیح نظریہ تک پہونچا جاتا ہے۔ رہبران مذاہب کے اقوال جاننے کے لئے انکی معتبر کتابوں کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے اس سلسلہ میں دوسروں کے اقوال سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہئے۔

۳۔ تاریخی پس منظر

علم ملل ونحل درحقیقت علم تاریخ کا ایک حصہ ہے لہٰذا اسکی تاریخ بہت پرانی ہے البتہ ہمارا مقصد ملل ونحل اسلامی بیان کرنا ہے لہٰذا ہمارے اس علم کا آغاز اسلامی تاریخ کے اوراق سے ہوگا۔ اس علم کی تدوین کی صحیح تاریخ علماء اسلام کی دسترس سے باہر ہے لیکن اتنا بہر حال طے ہے کہ تیسری صدی ہجری سے اس علم کی طرف توجہ دی گئی اور اس زمانہ میں بہت سی کتابیں اور رسالے لکھے گئے۔ جیسے کتاب فِرَق الشیعہ تالیف ابومحمد حسن نوبختی جو ایک بزرگ شیعہ عالم دین تھے یا کتاب المقالات والفِرَق ابوالقاسم سعدالدین ابن عبداللہ اشعری قمی (متوفی ۲۹۹ھ یا ۳۰۱ھ)، اس کے بعد سے اس علم کی طرف علما کی توجہ بڑھتی رہی اور بہت سی تفصیلی کتابیں تحریر کی گئیں جیسے مقالات الاسلامیین تالیف ابوالحسن اشعری، یہ اشعری مذہب کے رہنما تھے، کتاب اوائل المقالات تالیف شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ) جو ایک مشہور شیعہ متکلم تھے، اس سلسلہ میں مشہور اور جامع کتابیں ہیں۔

۴۔ کتابوں کی اقسام

اس علم میں لکھی جانے والی کتابوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

الف: وہ کتابیں جن میں مذاہب اسلامی کے علاوہ دوسرے مذاہب کا بھی تذکرہ ہے جیسے کتاب الملل والنحل عبدالکریم شہرستانی یا کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل ابن حزم متوفی ۴۵۶ھ۔

ب: وہ کتابیں جن میں صرف اسلامی مذاہب اور مسلمانوں کے فرقوں کے بارے میں بحث ہوئی ہے جیسے:

۱۔ مقالات الاسلامیین واختلاف المصلین، تالیف ابوالحسن اشعری.

۲۔ اوائل المقالات فی المذاہب والمختارات، تالیف شیخ مفید.

۳۔ التنبیہ والرد علی اہل الاھواء والبدع، تالیف ابن عبدالرحمٰن ملطی (متوفی ۳۷۷ھ).

۴۔ الفَرق بین الفِرَق، تالیف عبدالقاہر بغدادی (متوفی ۴۲۹ھ).

۵۔ التبصیر فی الدین، تالیف طاہر بن محمد اسفرائنی (متوفی ۴۷۱ھ).

ج: وہ کتابیں جن میں صرف ایک فرقہ کے بارے میں بحث کی گئی ہے جیسے:

فرق الشیعہ نوبختی، المقالات والفرق سعدالدین اشعری جن کا تذکرہ پہلے گذر چکا ہے۔

سوالات

۱۔کلمہ ملل ونحل کی وضاحت کیجئے۔
۲۔علم ملل ونحل کا موضوع اسکی غرض اوراس میں بحث کے طریقے پر روشنی ڈالئے۔
۳۔علم ملل ونحل اورعلم تاریخ ادیان میں کیا نسبت ہے؟اسی طرح ملل ونحل اورعلم کلام میں کیا رابطہ ہے؟
۴۔علم ملل ونحل اسلامی کب وجود میں آیا؟ مثال کے ساتھ واضح کیجئے۔
۵۔علم ملل ونحل میں لکھی جانے والی کتابوں کی اقسام بیان کیجئے۔

دوسرا سبق:

۷۳ فرقوں کی حدیث

حدیث کی کتابوں میں شیعہ وسنی دونوں سے روایت ہے کہ امت موسیٰؑ ۷۱ رفرقوں میں اور امت عیسیٰؑ ۷۲ رفرقوں میں تقسیم ہوئی ہے اور میرے بعد میری امت کے ۷۳ رفرقہ ہوں گے جن میں صرف ایک ناجی ہوگا جیسا کہ گذشتہ امتوں میں بھی صرف ایک فرقہ ناجی تھا۔

ا۔ سند حدیث

اس حدیث کی سند کے بارے میں تین طرح کے نظریات پائے جاتے ہیں:

ا۔ بعض علماء نے اسکی سند کو قابل اعتماد نہیں سمجھا ہے جیسے ابن حزم۔

۲۔ بعض علماء نے توقف کیا ہے یعنی اسکے سلسلہ میں کوئی نظریہ نہیں دیا جیسے: ابوالحسن اشعری و فخرالدین رازی۔

۳۔ بعض علماء نے اس حدیث کی سند کو قبول کیا ہے اور ۷۳، فرقوں کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

بہر حال شیعہ سنی دونوں کتابوں میں حدیث کا کثرت سے نقل ہونا اسکی سند کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ لہٰذا صرف اسکے معنی اور مفہوم پر بحث کی ضرورت ہے۔(۱)

---

(۱) بحوث فی الملل والنحل، ج ۱، ص ۲۳.

۲۔ کون کون سے فرقے کس کس وقت میں؟

۷۳؍فرقوں سے مراد کون سے فرقے ہیں آیا صرف اصلی فرقے ہیں یا انکی شاخوں کو بھی شمار کیا جائے گا کہ اس صورت میں ان کی تعداد ۷۳؍ سے زیادہ ہو جائے گی؟

اس سوال کا جواب دو طرح سے دیا گیا ہے:

۱۔۷۳؍ سے مراد تعداد کا بیان کرنا نہیں ہے بلکہ کثرت کو بیان کرنا ہے جیسا کہ سورۂ توبہ میں ۷۰؍ کے عدد کو کثرت کے لئے استعمال کیا گیا ہے:

﴿اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَن يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾(۱)

جواب: حدیث کے سیاق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ۷۳؍ کا عدد حقیقی ہے اس لئے کہ اس سے پہلے ۷۱، ۷۲ فرقوں کا تذکرہ موجود ہے۔(۲)

۲۔بعض مولفین ملل ونحل نے ۷۳؍ فرقوں سے مراد اسلام کے اوائل کی ۳ صدیوں کے فرقوں کو لیا ہے اور اسی لئے مندرجہ بالا اشکال پیدا ہوا ہے جبکہ حدیث میں فرقوں کی تقسیم کے لئے کوئی وقت معین نہیں کیا گیا لہٰذا ممکن ہے امت اسلامی کی پوری تاریخ حیات میں ۷۳ فرقوں کا عدد پورا ہو۔ لیکن اس صورت میں ۷۳ فرقوں سے مراد صرف اصلی فرقے ہوں گے اور بقیہ فرقے انھیں کی شاخ شمار ہوں گے اسی لئے اگر حدیث کو سند کے اعتبار سے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو مذکورہ فرض کو معقول قرار دیا جا سکتا ہے چاہے مصداق کو معین یا اصلی فرقوں کو ان کی شاخوں سے جدا کرنا ممکن نہ ہو۔(۳)

۳۔فرقۂ ناجی کون ہے؟

(۱) سورۂ توبہ، آیت ۸۱. (۲) بحوث فی الملل والنحل، ج۱، ص۳۵. (۳) مقدمه الفرق بین الفِرق، ص۷.

روایت میں صرف ایک فرقہ کو ناجی اور باقی کو ناری قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا سوال یہ ہے کہ کون سا فرقہ نجات یافتہ ہے؟

اس کے لئے بعض احادیث میں دو علامتیں بیان کی گئی ہیں:

الف: الجماعة یعنی دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں تمام مسلمان یا اقلیت کے مقابلہ میں مسلمانوں کی اکثریت۔لیکن یہ دونوں باتیں قابل قبول نہیں ہیں:

اس لئے کہ پہلی صورت میں تمام مسلمانوں کا نجات یافتہ ہونا لازم آتا ہے جو متن حدیث کے سراسر خلاف ہےاوراس حدیث میں مسلمانوں کے فرقے بیان کئے گئے ہیں نہ کہ غیروں کے۔

اور دوسری صورت بھی واضح ہے کہ اکثریت کی مذمت متعدد مقامات پر کی گئی ہے۔جیسا کہ قرآن کریم نے پیغمبر اسلام ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَمَاأَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْحَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾(۱)

''آپ جتنا بھی چاہیں انسانوں کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں ہے۔''

﴿وَمَايُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بَاللهِ إِلاَّوَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾(۲)

''ان کی اکثریت خدا پر ایمان بھی لاتی ہےتو شرک کے ساتھ۔''

﴿وَلٰكِنَّ أَكْثَرَالنَّاسِ لايَعْلَمُونَ﴾(۳)

''لیکن ان میں اکثر لوگ نہ جاننے والے ہیں۔''

﴿قَلِيلٌ مِنْ عِبَادِي الشَّكُورُ﴾(۴)

''میرے شکر گذار بندے بہت کم ہیں۔''

اس کے علاوہ اکثریت کو معیار قرار دینے میں ایک اور مشکل یہ ہے کہ تاریخ اسلام میں اکثریت

---

(۱) سورۂ یوسف ،آیت ۱۰۳. (۲) سورۂ یوسف ، آیت ۱۰۶.

(۳) سورۂ یوسف ، آیت ۲۱. (۴) سورۂ سبأ ، آیت۱۳.

اور اقلیت کی کیفیت ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہی۔

ب: ما اناعليه و اصحابى: میری اور میرے اصحاب کی روش: پیغمبر اسلام ﷺ کا یہ فقرہ

بھی ناجی فرقہ معین کرنے کے لئے ذکر کیا جاتا ہے۔لیکن دین اسلام کا ہر ماننے والا اپنے کو پیغمبر اسلام ﷺ کی روش کا تابع مانتا ہے لہٰذا اسکے ذریعہ سے بھی فرقۂ ناجی کا تعین نہیں کیا جا سکتا ہے ۔جیسا کہ صاحب تفسیر المنار کا بیان ہے کہ ابھی تک فرقہ ناجی یعنی وہ فرقہ جو پیغمبر اور اصحاب پیغمبر کے طریقہ کار پر گامزن ہو معین نہیں ہوسکا اور تمام اسلامی فرقے اس کے دعویدار ہیں۔(۱)

حدیث سفینہ اور راہ نجات

پیغمبر اکرم ﷺ کی مشہور و معروف حدیث جسے دونوں فرقوں نے نقل کیا ہے:

﴿انّ مثل اهل بیتی فیکم ، مثل سفینة نوح من قومه ، من رکبها نجا و من تخلّف عنها غرق﴾(۲)

''میرے اہل بیت کی مثال سفینہ نوح جیسی ہے جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جس نے اس سے روگردانی کی وہ غرق ہوا (ہلاک ہوگیا)''

ابن حجر نے اس حدیث کی وضاحت میں بیان کیا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے اہل بیت کو کشتی نوح سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو ان کو دوست رکھے گا، ان کی عظمت کا اعتراف کرے گا، ان کی ہدایات سے مستفید ہوگا وہ حق کی مخالفت سے نجات پائے گا اور جو ان سے منھ موڑے گا وہ نعمت الٰہی کے کفران کے دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو جائے گا۔(۳)

....

(۱) المنار ج۸، ص ۲۲۱ و ۲۲۲. (۲) المستدرک علی الصحیحین ، ج۳، ص ۱۵۱.

(۳) بحوث فی الملل والنحل ، ج ۱، ص ۳۲.

حدیث سفینہ کے علاوہ حدیث ثقلین بھی تواتر کے ساتھ نقل ہوئی ہے اور اس نے بھی راہ نجات اہل بیت پیغمبر ﷺ کی اطاعت میں ہی بیان کی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک عالم اہل سنت بنام حافظ حسن ابن محمد صمغانی نے اپنی کتاب **الشمس المنیرہ** میں حدیث افتراق امت کو نقل کرنے کے بعد بیان کیا ہے کہ: لوگوں نے پیغمبر اکرم ﷺ سے پوچھا کہ ناجی فرقہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

﴿انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسّکتم بھما لن تضلّوا من بعدی ابداً، کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی، انّ اللطیف الخبیر نبّأنی أنھما لن یفترقا حتّی یردا عَلیّ الحوض.﴾(۱)

''میں تمھارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں تم جب تک ان سے وابستہ رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔ خدائے لطیف وخبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔''

---

(۱) بحوث فی الملل والنحل، ج ۱، ص ۳۲ و ۳۳.

سوالات

۱۔۷۳رفرقوں کی حدیث اوراس کی سند کے بارے میں اقوال بیان کریں۔
۲۔فرقوں کی تعداد کے بارے میں دونظریے کیا ہیں؟ بیان کریں۔
۳۔فرقہ ناجیہ کے بارے میں **الجماعة** کا مطلب کیا ہے؟ بیان کریں۔
۴۔کیا حدیث **ماانا علیه و اصحابی** کےذریعہ فرقہ ناجی معین ہوسکتا ہے؟ بیان کریں۔
۵۔حدیث سفینہ اوراسکے سلسلہ میں ابن حجر کے بیان پر روشنی ڈالیں۔
۶۔مولف **الشمس المنیرہ** نے حدیث افتراق امت اورحدیث ثقلین کے بارے میں کیا بیان کیا ہے؟ واضح کریں۔

تیسرا سبق

کلامی فرقے

سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلامی فرقے اور مذاہب کون کون ہیں؟ اسکو سمجھنے کے لئے دو باتوں کا بیان ہونا ضروری ہے:

۱۔کسی فرقہ کے اسلامی ہونے کا معیار کیا ہے؟

۲۔اسلامی فرق و مذاہب کون کون ہیں؟

فرقوں کے اسلامی ہونے کا معیار؟

کسی فرقہ یا مذہب کے اسلامی ہونے کا معیار یہ ہے کہ وہ اسلام کو مانتا ہو۔لیکن اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اسلام کیا ہے اور مسلمان کس کو کہتے ہیں؟

اسلام:سِلْم سے مشتق ہے اور سلامتی،سکون اور اطاعت میں داخل ہونے کو کہتے ہیں۔(۱)

اصطلاح میں:اسلام،دین اسلام اپنانے کو کہا جاتا ہے(مفردات راغب کلمہ سلم)لہٰذا اگر کوئی شخص خدا اور اسکی توحید،پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور خدا کی نازل کردہ چیزوں پر ایمان لے آئے تو مسلمان کہا جائے گا۔

(۱) مجمع البیان،ج ۱ ، ص ۴۲۰

یہ اسلام کا سب سے ادنیٰ مرتبہ ہے کہ اس کے بعد اس شخص پر تمام احکام اسلامی جاری ہوں گے یعنی اس کے جان و مال کا احترام کیا جائے گا،وہ میراث کا مستحق ہوگا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہوگا۔

اس سلسلہ میں بعض علماء تشیع وتسنن کے اقوال اس طرح ہیں:

۱۔صاحب عروۃالوثقیٰ نے فرمایا:

یکفی فی الحکم باسلام الکافر اظھارہ الشھادتین و ان لم یعلم موافقۃقلبہ للسانہ،لامع العلم بالمخالفۃ.(۱)

''کافر کے اسلام قبول کرنے کے لئے صرف کلمۂ شہادتین کا اقرار کافی ہے اور ضروری نہیں ہے کہ یہ یقین پیدا کیا جائے کہ وہ دل سے ایمان لایا ہے البتہ اگر دل سے مخالفت کا یقین نہ ہو.''

مخالفت کا یقین نہ ہونے کی قید کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔امام خمینی احتیاط کے قائل ہیں اور آیات عظام خوئی،گلپایگانی اور خوانساری نے اسلام کے لئے صرف اقرار کلمۂ شہادتین کو اگر بغیر شک وتردید کے ہو اور مخالفت کا علم نہ ہو کافی جانا ہے۔

۲۔علامہ مجلسیؒ نے اسلام کی تعریف اس طرح کی ہے:

الاسلام ھو الاذعان الظاھر باللہ وبرسولہ وعدم انکار ماعلم ضرورۃ من دین الاسلام،فلا یشترط فیہ ولایۃالائمۃ(ع) ولاالاقرار القلبی،فیدخل فیہ المنافقون وجیمع المسلمین ممن یظھر الشھادتین،عدا النواصب والغلاۃ....(۲)

''اسلام یعنی خدا اور اس کے رسول پر ظاہری ایمان اور ضروریات دین کا انکار نہ کرنا۔اسلام کے لئے ائمۂ معصومین کی ولایت کا اقرار کرنا یا دل سے اسلام لانا شرط نہیں ہے اس تعریف کی روشنی میں تمام مسلمان یہاں تک کہ منافقین بھی مسلمان کہے جائیں گے البتہ ناصبی اور غالی اس سے الگ ہیں.''

۳۔ملاعلی قاری نے فقہ اکبر کی شرح میں ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے:

---

(۱) عروۃالوثقی ، بحث نجاسات (۲) بحارالانوار، ج ۶۸، ص ۲۴۴

لانکفّر احداً من اھل القبلۃ.(۱)

''ہم کسی بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں قرار دے سکتے.'' اسکے بعد کہا ہے کہ اس پر اکثر فقہاء کا اتفاق ہے۔

۴۔فخر الدین رازی نے کہا ہے:

الکفر عبارة عن انکار ماعلم با لضرورة مجی ء الرسول به،فعلی هذالا یکفّر احدمن اهل القبلة.(۲)

''کفر سے مراد اس چیز کا انکار ہے جس کا رسول اسلام کے ذریعہ آنا یقینی ہو۔لہٰذا کسی بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔''

۵۔مؤلف المواقف فی علم الکلام نے کہا ہے کہ اکثر فقہاء و متکلمین کا نظریہ یہ ہے کہ کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہا جا سکتا ہے۔(۳)

ائمہ معصومینؑ سے مروی بعض روایات میں بعض نظریات یا اعمال کی بنیاد پر بعض فرقوں کی طرف شرک یا کفر کی نسبت دی گئی ہے جیسے خداوند عالم کی صفات کے زائد بر ذات ہونے کا اعتراف یا ریاء وغیرہ...لیکن درحقیقت ان عقائد یا اعمال کا انجام دینے والا ایمان کے ادنیٰ درجہ سے خارج نہیں ہے اور شرک و کفر کی نسبت ایمان کے اعلی درجہ کے مقابلہ میں ہے۔اسی لئے علی ابن ابی طالبؑ نے نفی صفات کو توحید کا کمال قرار دیا ہے نہ کہ اصل توحید:

﴿وکمال توحیده الاخلاص له ، وکمال الاخلاص له نفی الصفات عنه﴾(۴)

''اس کی توحید کا کمال اخلاص ہے اور اخلاص کا کمال صفات زاید کی نفی کرنا ہے۔''

اہم کلامی فرقے

(۱) شرح فقه اکبر ، ص ۱۸۹ (۲) تلخیص المحصل ، ص ۴۰۵

(۳) شرح المواقف ،ج ۸ ، ص ۳۳۹ (۴) نهج البلاغه ، خطبه ۱

فرق و مذاہب کلامی ان فرقوں کو کہا جاتا ہے جو علم کلام و عقائد کے ذریعہ وجود میں آتے ہوں لہٰذا یہاں پر فقہی اور فلسفی مذاہب مراد نہیں ہیں۔

تاریخ اسلام میں بہت سے فرقے اور مذاہب پیدا ہوئے ہیں ان میں بہت سے ختم بھی ہو گئے جن کا صرف نام باقی رہ گیا ہے جبکہ بعض فرقے آج بھی موجود ہیں۔ اگرچہ یہ تمام فرقے فکری بنیادوں یا بحث کے انداز اور سماجی اثرات نیز علماء اور کتابوں کے اعتبار سے برابر نہیں ہیں جیسے قدریہ اور معتزلہ یہ دونوں فرقے ختم ہو چکے ہیں لیکن مذکورہ بالا جہتوں کے اعتبار سے دونوں میں بڑا فرق ہے، اسی طرح جہمیہ اور مرجئہ بھی ہیں۔ واضح رہے کہ کلامی فرقوں کے بارے میں بحث مذکورہ بالا جہتوں کی روشنی میں ہر فرقہ کی اہمیت کے اعتبار سے ہونا چاہئے ہم اپنی بحث میں اس کا لحاظ کریں گے۔

مؤلفین ملل ونحل نے اصلی فرقوں کو معین کرنے کے سلسلہ میں بہت اختلاف کیا ہے بغدادی نے اپنی کتاب الفرَقُ بین الفِرَق میں تمام اسلامی فرقوں کو ۸ باب میں تقسیم کیا ہے:

۱ .فرق الروافض ۲ .فرق الخوارج ۳ .فرق الاعتزال والقدر

۴ .فرق المرجئه ۵ .فرق النجارية ۶ .مقالات الضرارية والبكرية والجهميه

۷ .مقالات الكرّاميّة ۸ .اصناف اهل السنّة والجماعة

اسکے علاوہ ایک باب ان اسلامی فرقوں کے بارے میں قائم کیا ہے جو حقیقت میں اسلامی نہیں ہیں لیکن اسلام سے منسوب ہیں، جیسے غالی۔

شہرستانی نے اپنی کتاب ملل ونحل میں اسلامی فرقوں کا ۴ فرقوں میں خلاصہ کیا ہے:

۱ .قدريّه ۲ .صفاتيه ۳ .خوارج ۴ .شيعه

اسکے بعد شہرستانی نے ذکر کیا ہے کہ ان چار فرقوں سے دوسرے تمام فرقہ وجود میں آئے ہیں جن کی تعداد ۷۳ رہے۔

اسکے علاوہ اپنی کتاب میں ایک فصل جبریہ کے نام سے قائم کی ہے اور جهميه ، نجاريه اور ضراريه فرقوں کو اسکی شاخ قرار دیا ہے۔ لہٰذا شہرستانی کی نظر میں اصلی فرقوں کی تعداد ۴ کے بجائے ۵ ہو جائیگی۔

مؤلف مواقف نے اصلی فرقوں کی تعداد ۸ بیان کی ہے

۱.معتزله ۲.شیعه ۳.خوارج ۴.مرجئه

۵.جبريّه ۶.نجّاريه ۷.مشبِّهه ۸.اهل سنّت(۱)

استاد جعفر سبحانی (مدظلہ) مندرجہ ذیل ۱۰ فرقوں کے بارے میں بحث کرتے ہیں:

۱.اهل حديث وحنابله ۲.اشاعره ۳.مُرجِئه، جهميّة، كراميّه، ظاهريّه

۴.قدريّه ۵.ماتُريديّه ۶.معتزله ۷.خوارج

۸.وهّابيّه ۹.زيديّه واسماعيليّه ۱۰.شيعۀ اماميه(اثناعشريه)

اسکے علاوہ ایک اور جگہ پر تمام فرقوں کو صرف فرقۂ اہل سنت اور فرقۂ شیعہ کے ذیل میں بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اہل سنت سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جو امامت کو منصوص من اللہ نہیں سمجھتے۔(۲)

---

(۱) شرح المواقف، ج ۸، ص۳۷۷ (۲) بحوث فی الملل والنحل، ج ۱، ص۱۴.۱۶ و ۳۹.۴۰

سوالات

۱۔اسلام کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کیجئے۔

۲۔حکم اسلام کے بارے میں صاحب عروۃالوثقی کا نظریہ بیان کیجئے اور بتایئے اس پر دوسرے مجتہدین نے کیا حاشیہ لگایا ہے؟

۳۔اسلام کی تعریف کے سلسلہ میں علامہ مجلسی نے کیا بیان کیا ہے؟ بیان کیجئے۔

۴۔شارح فقہ اکبر اور صاحب مواقف نے اہل قبلہ کی تکفیر کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ بیان کیجئے۔

۵۔غلات کے بارے میں بغدادی اور شہرستانی کا نظریہ بیان کیجئے۔

۶۔استاد جعفر سبحانی نے کن دس فرقوں کا تذکرہ کیا ہے؟

چوتھا سبق:

پہلا اختلاف

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کبھی کبھی بعض جزئی اختلافات پیدا ہوتے تھے(۱) لیکن آپ کے وجود مبارک کی برکت سے ختم ہوجاتے تھے۔ آپ کے دنیا سے جانے کے بعد بھی کچھ اختلافات پیدا ہوئے جو جلد ہی ختم ہوگئے، جیسے آپ کے انتقال کے بعد عمر ابن خطاب کا آپ کی موت کا انکار کرنا اور یہ کہنا کہ جو یہ کہے گا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے چلے گئے ہیں میں اسے قتل کردونگا وہ جناب عیسیٰ کی طرح آسمان پر چلے گئے ہیں۔ لیکن جب ابوبکر نے سورۂ آل عمران کی آیت ۱۴۴﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلاَّ رَسُولٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَاِن مَاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ...﴾

''اور محمد تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ کیا اگر وہ قتل ہوجائیں یا مرجائیں تو تم الٹے پیروں پلٹ جاؤ گے؟''

پڑھ کر عمر کو ان کی غلطی کی طرف متوجہ کیا تو وہ مطمئن ہوگئے اور اعلان کیا کہ گویا آج تک ہم نے یہ آیت نہیں سنی تھی۔(۲)

(۱) ملل ونحل شهرستانی، ج ۱، ص ۲۱۔۲۲؛ بحوث فی الملل والنحل، ج ۱، ص ۴۲۔۴۳

(۲) ملل ونحل شهرستانی، ج ۱، ص ۲۳

دوسرا اختلاف

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کرنے کی جگہ کے سلسلہ میں پیدا ہوا لیکن یہ بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث:
﴿الانبیاء یدفنون حیث یموتون﴾ ''انبیاء وہیں دفن ہوتے ہیں جہاں ان کی وفات ہوتی ہے.'' کی روشنی میں ختم ہو گیا۔

امامت کے سلسلہ میں اہم اختلاف

شہرستانی نے اس اختلاف کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:
''سب سے بڑا اختلاف امت میں امامت کے سلسلہ میں پیدا ہوا۔ اس لئے کہ کسی وقت اسلام میں کسی قاعدے یا اصل میں اس سے بڑا اختلاف نہیں ہوا۔

سب سے پہلے مہاجرین اور انصار کے درمیان اختلاف ہوا۔ انصار نے پیش کش کی کہ ایک امیر ہم میں سے ہو، ایک تم میں سے ہو اور خود سعد بن عبادہ کو منتخب کیا۔ لیکن اس درمیان ابوبکر اور عمر سقیفہ بنی ساعدہ میں داخل ہو گئے اور عمر نے کچھ بیان کرنا چاہا اس سے پہلے ابوبکر نے تقریر شروع کر دی اور کچھ ایسی باتیں بیان کیں جن کو عمر نے بھی مان لیا اور ابوبکر کی تقریر ختم ہونے کے بعد انصار کے کچھ کہنے سے پہلے عمر نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔ بعض دوسرے لوگوں نے بھی بیعت کر لی۔ اور بظاہر یہ فتنہ خاموش ہو گیا لیکن خود عمر نے اس بیعت کو ایک اتفاقی امر قرار دیا ہے(۱) اور کہا ہے کہ ایسا دوبارہ نہیں ہونا چاہئے اور اگر کبھی کوئی شخص بغیر تمام مسلمانوں کی رائے کے کسی کو خلیفہ تسلیم کر لے تو دونوں کا قتل واجب ہے۔
انصار کے خاموش ہونے کی وجہ وہ روایت تھی جو ابوبکر نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی تھی:

(۱) ان بیعۃابی بکر کانت فلتۃ وقی اللہ المسلمین شرَّھا.

﴿الائمۃمن قریش﴾ ''ائمہ قریش سے ہوں گے.'' لہٰذا ابوسفیان اور کچھ بنی ہاشم نیز مولائے کائنات

حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے علاوہ تقریباً تمام مسلمانوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔ مولائے کائنات حضرت علیؑ حکم پیغمبر کے مطابق آپ کی تجہیز وتکفین اور تدفین میں مصروف تھے۔(۱)

مولائے کائناتؑ کا ارشاد

سید رضیؒ نے نہج البلاغہ میں مولائے کائنات سے نقل کیا ہے کہ جب سقیفہ کی خبر مولائے کائنات تک پہونچی تو آپ نے سب سے پہلے انصار کا نظریہ معلوم کیا۔ آپ سے کہا گیا کہ انصار نے **منا امیر ومنکم امیر** کا نظریہ پیش کیا۔

تو مولائے کائناتؑ نے فرمایا: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے ذریعہ ان لوگوں سے احتجاج کیوں نہیں کیا؟ لوگوں نے پوچھا وہ وصیت کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کی ہے کہ ان کے نیک افراد کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے اور خطا کاروں کی خطا معاف کر دی جائے۔ لوگوں نے پوچھا اس سے کس طرح احتجاج کیا جا سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

﴿لو کانت الامارة فیهم، لم تکن الوصیة بهم﴾

''اگر خود ان میں امیر ہوتا تو ان کے بارے میں وصیت نہ کی جاتی۔''

پھر امامؑ نے مہاجرین کا نظریہ پوچھا تو آپ سے کہا گیا کہ ان لوگوں نے کہا کہ ہم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل کر ایک درخت کی شاخیں ہیں یعنی ہمارا شجرۂ نسب ایک ہے۔ یہ سن کر امیر المومنینؑ نے فرمایا:

﴿احتجوا بالشجرة واضاعوا الثمرة.﴾(۲)

''درخت کے ذریعہ سے استدلال کیا اور اسکے پھلوں کو ضائع کر دیا۔''

یہ کنایہ تھا کہ نبوت کا ثمر، دین اسلام ہے جو بغیر امامت کے قائم نہیں رہ سکتا جیسا کہ واقعہ غدیر

....

(۱) ملل ونحل، ج ۱، ص ۲۴ (۲) نہج البلاغہ، خطبہ ۶۴

میں آیۂ اکمال کے نزول سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہیں سے امت اسلامی دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک

گروہ نے قرآن واحادیث پیغمبر اکرم ﷺ کی روشنی میں مولائے کائنات علی بن ابی طالبؑ کوخداوندعالم کی طرف سے معین شدہ خلیفہ اورامام منتخب کیا۔

شیخ صدوق نے اپنی کتاب خصال میں مہاجرین وانصار کے۱۲بزرگوں کے نام ذکر کئے ہیں جنھوں نے ابوبکر سے اس سلسلہ میں بحث ومباحثہ اوراحتجاج کیا۔

جبکہ دوسرے گروہ نے قرآن وحدیث کونظر انداز کیا۔(۱)اورالیکشن کے ذریعہ خلیفہ کومنتخب کیا۔جیسا کہ بیان کیا گیا کہ اگر چہ بیعت کے آغاز میں تمام مسلمانوں سے مشورہ نہیں لیا گیا اور یہ انتخاب سب کے ذریعہ انجام نہیں پایالیکن پھر یہی نظریہ اہل سنت کے اعتقاد کی بنیاد بن گیا۔جوعلم کلام کی کتابوں میں مذکور ہے۔(۲)

آخر میں یہ ذکر کردینا بھی ضروری ہے کہ امام علیؑ نے مصلحت اسلام کی خاطر زبردستی اپنا حق لینا ضروری نہیں سمجھا۔جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿لقد علمت أنّی أحق الناس بهامن غیری واللہ لأسلمنَّ ما سَلِمت امور المسلمین، ولم یکن فیها جورالاّ عَلیَّ خاصّة ، اِلتماساً لأجر ذلک وفضله، وزهداً فیما تنافستموه من زخرفه وزبرجه.﴾(۳)

''تمہیں معلوم ہے کہ میں دوسروں سے زیادہ اپنے کوخلافت کا حقدار سمجھتا ہوں لیکن جب تک مسلمانوں کے امورمحفوظ رہیں اورمیرے علاوہ کسی اور پرظلم نہ ہومیں خاموش رہوں گا تا کہ اس کا اجراورفضل حاصل کرسکوں اوراس دنیا کے بارے میں اپنی بےتوجہی ثابت کرسکوں جس کے حصول کے لئے تم ایک دوسرے سے آگے بڑھتے چلے جارہے ہو۔''

....

(۱) المراجعات، شمارۂ ۸۴ ،ص۲۶۷. ۲۷۱ (۲) شرح المواقف ،ج ۸،ص ۳۵۲ (۳) نهج البلاغه ،خطبه ۷۴

سوالات

۱۔پیغمبر اسلام ﷺ کی رحلت اور آپ کے محل دفن کے سلسلہ میں ہونے والے دونوں اختلافات کی وضاحت کیجئے۔

۲۔امامت کے سلسلہ میں مسلمانوں کے اختلاف کے بارے میں شہرستانی کا بیان تحریر کیجئے۔

۳۔اہل سقیفہ کی دلیلوں کے مقابلہ میں مولائے کائنات نے کیا فرمایا؟ بیان کیجئے۔

۴۔امامت کے سلسلہ میں مسلمانوں کے دونوں فرقوں کے نظریات تحریر کیجئے۔

۵۔امامت کے سلسلہ میں مولائے کائنات نے اپنے طریقۂ کار کے بارے میں کیا فرمایا؟ واضح کیجئے۔

پانچواں سبق:

عقائد میں سلف کا طریقہ کار

ملل ونحل کی کتابوں میں سلف یا روش سلف کا تذکرہ کیا گیا ہے مثلاً کہا جاتا ہے کہ دینی مسائل میں سلف کی روش یہ تھی کہ ظاہر کتاب وسنت پر عمل کرتے تھے اور عقلی اور فکری بحثوں سے پرہیز کرتے تھے۔فکری بحث یا تاویل کی نسبت متاخرین (خلف) کی طرف دی جاتی ہے۔اس بات کی صحت یا عدم صحت ثابت کرنے کے لئے دو باتوں پر غور کرنا ضروری ہے، ایک یہ کہ سلف کون لوگ ہیں اور دوسرے یہ کہ معرفت خدا کے باب اور صفات الٰہی سے مربوط آیات میں ان کی روش کیا ہے؟

ا۔سَلَف کون لوگ ہیں؟

لغت میں سلف متقدم اور سابق کے معنی میں ہے اور علماء کلام اور ملل ونحل کی اصطلاح میں سلف کا اطلاق صحابہ، تابعین اور تابع تابعین پر ہوتا ہے۔بلکہ شروع کی تین صدیوں کے علماء کو سلف کہا گیا ہے کبھی کبھی تابعین کے پہلے گروہ کو سلف صالح کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔(۱)

شہرستانی نے مالک ابن انس، سفیان ثوری، احمد ابن حنبل، داؤد بن علی اصفہانی کو بعنوان سلف یاد کیا ہے اور عبد اللہ ابن سعید کلابی، ابو العباس قلانسی، حارث بن اسد محاسبی کو سلف کا ایسا گروہ مانا

(۱) النهاية فی غريب الحديث والاثر، ج۲، ص ۳۹۰

ہے جو علم کلام کی طرف مائل تھا اور پھر اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ ابوالحسن اشعری (متوفی ۳۳۰ھ)

سے نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔(۱)

ابن خلدون نے بغیر سلف کی اصطلاح استعمال کئے صحابہ اور تابعین اور متشابہات کے سلسلہ میں ان کی روش کو اس انداز میں بیان کیا ہے جس کو شہرستانی نے سلف کی طرف نسبت دی ہے۔(۲)

۲۔سلف کی روش عقائد کے سلسلہ میں

علماء سلف کے درمیان عقائد کے باب میں تین طرح سے بحث کی گئی ہے:

الف: آیات و روایات کے ظواہر پر عمل کرنا چاہے اسکا لازمہ تشبیہ و تجسیم ہی کیوں نہ ہو۔

ب: ظواہر کتاب وسنت پر عمل کرنا لیکن عقل وخرد کے سائے میں۔لہٰذا تشبیہ و تجسیم کی صورت میں ظواہر کی تاویل کرنا چاہئے جیسے کلمۂ یَـد کو قدرت کے معنی میں، کلمۂ اِستـواء کو قبضہ کے معنی میں اور کلمہ وَجـــہ کو ذات اور حقیقت کے معنی میں سمجھنا اور اس جیسے دوسرے کلمات کو ان کے مناسب معنی میں تاویل کرنا چاہئے۔

ج: گذشتہ دونوں روشوں کے درمیان کا راستہ یعنی ظواہر کتاب وسنت پر عمل کرنا لیکن اس طرح نہیں کہ تشبیہ و تجسیم لازم آئے اور تاویل کا طریقہ بھی اختیار نہ کرنا بلکہ مثال کے طور پر اس طرح کی بات کہنا کہ خداوند عالم کا ہاتھ ہے لیکن اسکی کیفیت کا ہمیں علم نہیں ہے۔نہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کے معنی میں ہے جس سے تاویل لازم آئے۔اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ انسانوں کی طرح ہے جس سے تشبیہ لازم آئے۔بلکہ اس کے ایسے کلمات کا مفہوم خدا کے اوپر چھوڑ دینا چاہئے۔

ان تینوں روشوں کے سلسلہ میں شہرستانی نے اس طرح بیان کیا ہے:

ان جماعة كثيرة من السلف كانوا يثبتون لله تعالى صفات ازليّة من العلم والقدرة

....

(۱) ملل ونحل، ج۱، ص۹۳ (۲) مقدمہ ابن خلدون، ص۴۶۳

والحياة... وكذلك يثبتون صفات خبرية مثل اليدين والوجه...

الف:فبالغ بعض السلف فی اثبات الصفات الی حد التشبیه بصفات المحدثات.

ب:ومنهم من اَوَّلَه علی وجه یحتمل اللفظ ذلک.

ج:ومنهم من توقف من التأویل وقال عرفنابمقتضی العقل ان الله لیس کمثله شی ء فلایشبه شیئاً من المخلوقات ولایشبهه شی ء منها،الاانالانعرف معنی اللفظ الوارد فیه ولسنا مکلفین بمعرفة تفسیر هذه الآیات وتأویلها...(۱)

''سلف کی ایک بہت بڑی جماعت خدا کے لئے صفات ازلی جیسے قدرت اور حیات کوثابت کرتی ہے...اسی طرح صفات خبریہ کوثابت کرتی ہے۔

الف: بعض سلف نے صفات کے اثبات میں تشبیہ کی حدتک مبالغہ کیا ہے۔

ب: بعض نے ان کلمات کی مناسب معنی میں تاویل کی ہے۔

ج: بعض نے تاویل میں توقف سے کام لیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ ہے عقل کے مطابق سمجھ لیتے ہیں کہ خدا کا مثل نہیں ہے یعنی نہ وہ مخلوقات سے مشابہ ہے اور نہ مخلوقات اس سے اس سے زیادہ سمجھنا اوراسکی تاویل کرنا ہمارے لئے ضروری نہیں ہے۔''

تیسری روش جو بیان کی گئی اسکو اصطلاح میں تفویض کہتے ہیں یعنی ان ظواہر (کتاب وسنت) کا مطلب ہم خداوندعالم پر چھوڑتے ہیں اوراپنا کوئی نظریہ بیان نہیں کرتے۔

تبصرہ

مذکورہ بیان سے واضح ہوجاتا ہے:

۱۔متشابہات قرآن کے سلسلہ میں سلف کی روش صرف تفویض نہیں تھی۔

---

(۱) ملل ونحل ،ج ا ، ص ۹۲و۹۳

۲۔تاویل کا طریقہ متاخرین یا خلف کے ذریعہ وجود میں نہیں آیا بلکہ سلف میں بھی اس نظریہ کے

قائل افراد موجود تھے۔

علامہ طباطبائی ان لوگوں کا نظریہ نقل کرنے کے بعد جو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کی روش آیات و روایات کے سلسلہ میں تفویض تھی اور تفویض کا یہ نظریہ شروع کی تین صدیوں میں متفق علیہ تھا۔

فرماتے ہیں: اہل بیت کی روش اثبات ونفی دونوں کی ہے یعنی ان ذوات مقدسہ نے نہ صرف تشبیہ کی نفی کی ہے بلکہ آیات صفات میں غور وفکر بھی فرمایا ہے ہاں اکثر صحابہ اور تابعین کی روش تفویض تھی۔(۱)

تفسیر المنار کے مصنف نے تفویض کو سلف کی طرف اور تاویل کو خلف کی طرف منسوب کرنے کے بعد کہا ہے کہ علماء سلف میں احمد ابن حنبل اور بعض دوسرے لوگوں نے تاویل کی روش اختیار کی ہے۔(۲)

سوالات

۱۔سلف سے مراد کون لوگ ہیں؟اس سلسلہ میں ابن خلدون کے بیان کا خلاصہ تحریر کیجئے۔

۲۔صفاتیہ کن لوگوں کو کہا جاتا ہے اور کیوں؟

۳۔عقائد کے بارے میں سلف کی تینوں روشوں کو بیان کیجئے۔

۴۔صفات الٰہی کے بارے میں سلف کی روش سے متعلق علامہ طباطبائی کا بیان تحریر کیجئے۔

۵۔سلف کی روش کے بارے میں صاحب المنار نے کیا کہا ہے؟ بیان کیجئے۔

---

(۱) المیزان، ج۱۴، ص ۱۳۰ (۲) المنار، ج۱، ص ۲۵۲ و ۲۵۳

دوسری فصل

شیعہ فرقے

چھٹا سبق:

کلمۂ شیعہ

شیعہ لغت میں

لغت میں لفظ شیعہ کا دو معانی پر اطلاق ہوتا ہے:

الف: عقیدہ اور عمل میں موافقت اور ہماہنگی بغیر اس کے کہ ایک دوسرے کا تابع ہو۔(۱) جیسا کہ قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ کو شیعۂ حضرت نوحؑ قرار دیا گیا ہے:

﴿وَاِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَاِبْرَاهِيمَ﴾(۲)

''بے شک ابراہیم ان کے شیعوں میں سے تھے.''

واضح رہے کہ حضرت ابراہیم اولوالعزم پیغمبر تھے اور حضرت نوح کے تابع نہیں تھے لیکن توحید میں ان کی روش حضرت نوح کی روش کے تابع تھی اسی طرح دوسری آیت میں کلمۂ اشیاع کو اشباہ کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے:

﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اَشْيَاعَكُمْ﴾(۳)

''ہم نے تمھاری شبیہوں (ساتھیوں) کو ہلاک کردیا''

ب: کسی کی پیروی کرنا یا اس سے محبت کرنا جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:

---

(۱) المیزان، ج۱۴، ص۱۴۷ (۲) سورۂ صافات، آیت ۸۳ (۳) سورۂ قمر، آیت ۵۱

﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ﴾(۱)

''اس شخص نے جو موسیٰؑ کا دوست تھا ان کے دشمنوں کے خلاف ان سے مدد مانگی۔ لسان العرب میں دونوں معانی کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے۔

پہلے معنیٰ کی طرف:

الشيعة القوم الذين يجتمعوا على الامر، وكل قوم اجتمعوا على امر فهم شيعة.

''شیعہ وہ قوم ہے جو کسی امر پر متفق ہو اور ہر وہ قوم جو کسی ایک بات پر متفق ہو وہ شیعہ ہے۔''

دوسرے معنی کی طرف:

وكل قوم امرهم واحد يتبع بعضهم رأى بعض فهم شيع .(۲)

''ہر وہ قوم جو ایک نظریہ کی حامل ہو اور ان میں بعض بعض کا اتباع کرتے ہوں وہ شیعہ ہے۔''

شیعہ کے اصطلاحی معنی

اصطلاح میں شیعہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو مولائے کائنات ؑ کو امام اور خلیفۂ بلافصل سمجھتے ہوں اور ان کا عقیدہ یہ ہو کہ آپ کی امامت نص جلی یا خفی سے ثابت ہے اور یہ آپ اور آپ کے بیٹوں کا حق ہے۔

یاد رہے کہ بعض زیدیہ شیعہ ابوبکر وعمر سے مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو افضل سمجھنے کے باوجود ان دونوں کو خلیفہ مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مولائے کائنات نے اپنی رضا سے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔ لیکن بنی امیہ و بنی عباس کی خلافت کو قبول نہیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امامت فاطمہ زہراؑ کی اولاد کا حق ہے یہی وجہ ہے کہ ان کو شیعہ کہا جاتا ہے۔ (۳)

---

(۱) سورۂ قصص، آیت ۱۵ (۲) لسان العرب، کلمہ شیع

(۳) شیعہ در اسلام، ص ۲۰

نصّ جلی و خفی

نص جلی دو جگہ استعمال ہوتی ہے:

الف: کسی فرد یا افراد کی امامت پر اس کے نام کے ساتھ خلیفہ یا امام یا وصی وغیرہ کے لفظ سے تذکرہ ہو۔

ب: فرد یا افراد کی امامت پر شرعی نص وارد ہو لیکن خلیفہ، وصی یا امام کے کلمات استعمال نہ ہوئے ہوں بلکہ مولا یا ولی جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہوں اگر چہ عقلی اور نقلی قرائن کی روشنی میں ان کلمات سے مراد بھی امامت و خلافت ہی ہو۔

نص جلی کے مقابلہ میں نص خفی ہے جس کے زیدیہ قائل ہیں اور اسکا مطلب یہ ہے کہ بغیر نام لئے ہوئے امام کی صفات یا خصوصیات بیان ہوں لہٰذا زیدیہ کی نظر میں اولاد فاطمہ زہراؑ میں جو شخص بھی احکام دین کا علم رکھتا ہو شجاع ہو زاہد ہو اور قیام کا اعلان کرے وہ امام کہا جائے گا۔(۱)

شیعہ احادیث نبوی کی روشنی میں

شیعہ اور سنی دونوں فرقوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایات نقل کی ہیں جن میں بعض صحابہ کو لفظ شیعہ سے یاد کیا گیا ہے، جیسا کہ سیوطی نے جابر بن عبداللہ انصاری، ابن عباس اور علی ابن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم نے آیہ: ﴿**ان الذين عملوا الصالحات اولئک هم خير البريه**﴾(۲)

''بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دئے ہیں وہ بہترین خلائق ہیں''

کی تفسیر میں مولائے کائناتؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ اور ان کے شیعہ قیامت کے دن کامیاب ہوں گے۔(۳)

....

(۱) قواعد العقائد، ص ۱۲۵ (۲) سورۂ بینہ، آیت ۷ (۳) الدر المنثور، ج ۸، ص ۵۸۹.

نوبختی نے اپنی کتاب فرق الشیعہ میں کہا ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ شیعہ کے نام سے یاد کئے گئے وہ سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد ابن اسود اور عمار ابن یاسر ہیں۔(۱)

ابوحاتم رازی نے بھی کہا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں چار لوگوں کو شیعہ کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا: سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد ابن اسود اور عمار ابن یاسر۔(۲)

ممکن ہے یہ اعتراض کیا جائے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان مختلف فرقوں میں تقسیم نہیں ہوئے تھے کہ کچھ لوگ شیعہ کہے جائیں بلکہ اس وقت سب مسلمان کہے جاتے تھے۔

جواب:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ لفظ شیعہ کا استعمال مستقبل کی طرف اشارہ ہے جس طرح قدریہ اور مرجئہ کی اصطلاح بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلمات میں مستقبل کی نشاندہی کرتی ہے۔

اسکے علاوہ لفظ شیعہ کا اطلاق اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کا کوئی فرقہ شیعہ کہا جانے لگا تھا بلکہ اس سے مراد وہ افراد ہیں جو مولائے کائنات کی عظمت وجلالت کے پیش نظر آپ سے ایک خاص عقیدت رکھتے تھے اور آپ کے کردار کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار کا آئینہ سمجھتے تھے۔

---

(۱) فرق الشیعہ، ص۷ا و ۱۸۔ (۲) اعیان الشیعہ، ج ا، ص ۱۸ و ۱۹۔

سوالات

۱۔ لفظ شیعہ کے دو لغوی معانی بیان کیجئے۔
۲۔ شیعہ کے اصطلاحی معنی تحریر کیجئے۔
۳۔ نص جلی اور خفی سے مراد کیا ہے؟ واضح کیجئے۔
۴۔ لفظ شیعہ کے بارے میں احادیث نبوی میں کیا بیان ہوا ہے؟ تحریر کیجئے۔
۵۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کچھ لوگوں کو شیعہ کہے جانے کا مطلب کیا تھا؟ بیان کیجئے۔

ساتواں سبق:

افسانہ عبداللہ ابن سبا

گذشتہ درس میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ شیعہ سے مراد وہ افراد تھے جو مولائے کائنات علی ابن ابی طالب سے ایک خاص عقیدت رکھتے تھے اور آپ کو پیغمبر اکرم ﷺ کا خلیفۂ بلافصل سمجھتے تھے اور خود پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ میں اس قسم کے افراد شیعہ کے نام سے مشہور ہو گئے تھے جیسے: سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار۔

لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ شیعی فکر یا شیعی طرز تفکر خود پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ سے شروع ہو چکا تھا اور آپ کی رحلت کے بعد امامت اور خلافت کے مسئلہ میں ایک خاص مذہب کی صورت میں ظاہر ہوا۔لیکن بعض تاریخ اور ملل ونحل کی کتابوں میں اس مذہب کا وجود عثمان ابن عفان کی خلافت کے زمانہ میں قرار دیا گیا ہے اور اسکا بانی عبداللہ ابن سبا کو بتایا گیا ہے۔

اس نظریہ کی بنیاد سیف ابن عمر نامی شخص ہے۔ دوسری صدی ہجری میں زندگی بسر کرتا تھا اس کے بعد اس نظریہ کو بعض اہل سنت کے مؤلفین و مصنفین نے بڑھا چڑھا کر منتشر کیا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ یا خلافت شیخین کے زمانہ میں شیعوں کا نام ونشان نہیں تھا بلکہ خلیفۂ سوم کے زمانہ میں عبداللہ ابن سبا جو پہلے یہودی تھا اور اسکے بعد اسلام کا اظہار کر کے مسلمانوں کو مولائے کائنات کی

بیعت کی طرف دعوت دینے لگا اور اس نے امر خلافت کے لئے آپ کو سب سے زیادہ لائق بتایا۔ کچھ لوگوں نے اسکی پیروی کی اور شیعہ علیؑ کے نام سے مشہور ہو گئے۔(۱)

اس نظریہ پر تنقید و تحقیق

شیعہ اور سنی محققین نیز بعض مشرق شناس افراد نے اس نظریہ پر تنقید کی ہے جسکی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

علامہ امینی

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ احتیاط کا راستہ منتخب کریں اور صدر اسلام کے مسلمانوں کو اس بات سے بلند و بالا قرار دیں کہ صنعاء سے آیا ہوا ایک یہودی جس نے حقیقت میں اسلام قبول نہ کیا ہو بلکہ یونہی اظہار اسلام کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہو، ان کو دھوکہ دے سکے۔ اس طرح کہ عوام اوران کے سیاسی رہنما اور حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے والے سب کے سب اسکے مکر وفریب کا شکار ہو جائیں اور وہ اپنے اعتبار سے مسلمانوں کے عقائد کا مذاق اڑائے۔ اس بات کو نہ عقل تسلیم کرتی ہے اور نہ اسکی کوئی تاریخی حیثیت ہے۔(۲)

طہ حسین

طہ حسین نے عبداللہ ابن سبا کی داستان کی تحلیل کرنے کے بعد اسکو ایک افسانہ قرار دیا ہے اور اسکو شیعوں کے خلاف دشمنوں کا پروپیگنڈہ مانا ہے۔ اس سلسلہ میں ان کے دلائل یہ ہیں:

۱۔ تمام معتبر اسلامی مؤرخین نے اس افسانہ کو نقل نہیں کیا ہے۔

---

(۱) المذاهب الاسلامیه ابوزهره، ص ۴۶ ؛ نشأةالفكر الفلسفی فی الاسلام، ص ۱۸ ؛ السنة والشیعة، ص ۴ و ۶

(۲) الغدیر، ج ۹، ص ۲۲۰

۲۔اس افسانہ کی بنیاد سیف ابن عمر ہے جسکی دروغگوئی اور حدیث سازی میں کسی کو شک نہیں ہے۔
۳۔عبداللہ بن سبا کی طرف جن کاموں کی نسبت دی گئی ہے وہ گویا معجزہ ہیں جو کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہوسکتے سوائے اسکے کہ مسلمانوں کو بالکل سادہ لوح اور بیوقوف سمجھا جائے۔
۴۔اگر اس افسانہ کو قبول کرلیا جائے تو خلیفۂ سوم اور ان کے نمائندوں کی خاموشی کی کیا توجیہ ہوگی۔جبکہ وہ لوگ محمد ابن ابی حذیفہ، محمد ابن ابی بکر، اور عمار یاسر کے خلاف سخت ردعمل رکھتے تھے۔
۵۔عبداللہ ابن سبا نامی شخص کا جنگ جمل یا جنگ صفین میں کوئی تذکرہ نہیں ہے۔(۱)

برنارڈ لوئس

برنارڈ لوئس ''Bernard Lewis'' نے بھی اس نظریہ کو بے بنیاد قرار دیا ہے۔اور اس سلسلہ میں ولہوزن ''Wellhausen'' اور فرید لینڈر ''Fired Lander'' کے اقوال کو نقل کیا ہے۔ جنھوں نے اس داستان کو متاخرین کے ذریعہ گڑھا ہوا پروپیگنڈہ قرار دیا ہے۔(۲)

کاشف الغطاء

آیۃ اللہ محمد حسین کاشف العطاء فرماتے ہیں کہ شیعہ کتابوں میں بالاتفاق عبداللہ ابن سبا پر لعنت کی گئی ہے اور اس سے اظہار برأت کیا گیا ہے۔اور اس سلسلہ میں سب سے مشہور عبارت یہ ہے کہ عبداللہ ابن سبا اس سے زیادہ حقیر و پلید ہے کہ اسکا تذکرہ کیا جائے۔(۳)

علامہ عسکری

علامہ عسکری نے اس سلسلہ میں بہت وسیع تحقیقات انجام دی ہیں اور یہ ثابت کیا ہے کہ اس افسانہ کا مدرک تاریخ طبری ہے اور اسکا راوی سیف ابن عمر ہے جسکو علماء رجال نے جعل حدیث کا

---

(۱) علی وبنوه، ص۹۸و۱۰۰، فصل عبدالله بن سبا. (۲) نشاةالتشیع، ص۵۷و۵۸.
(۳) اصل الشیعة واصولها، ص۱۰۶.

مرتکب اور زندیق قرار دیا ہے لہٰذا اسکی روایات پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔(عبداللہ ابن سبا، تالیف: علامہ عسکری)

خاتمہ

ملل ونحل کی کتابوں میں سبـئیـــہ کو غالیوں کا ایک فرقہ قرار دیا گیا ہے۔جیسا کہ بغدادی نے اسلام سے منسوب فرقوں میں سب سے پہلے سبئیہ کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ سبئیہ عبداللہ ابن سبا کے تابع ہیں انھوں نے مولائے کائنات کے سلسلہ میں غلو کیا اور پہلے آپ کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پھر خدا قرار دیا ہے۔ کچھ کوفہ والوں نے اس کے اس نظریہ کو قبول کرلیا لیکن جب یہ خبر مولائے کائنات تک پہونچی تو آپ نے حکم دیا کہ ان سب کو جلا دیا جائے لیکن چونکہ سب کا جلانا مصلحت نہیں تھی لہٰذا ابن سبا کو مدائن کے شہر ساباط میں جلاوطن کردیا گیا۔اسکے بعد جب مولائے کائنات شہید ہوگئے تو اس نے آپ کی شہادت کا انکار کیا اور کہا کہ وہ جناب عیسیٰؑ کی طرح آسمان پر چلے گئے ہیں اور دوبارہ زمین کی طرف پلٹیں گے پھر اپنے دشمنوں سے انتقام لیں گے۔(۱)

لہٰذا اگر عبداللہ ابن سبا کا وجود تسلیم بھی کرلیا جائے تو اسکو صرف ایک غالی فرقہ کا بانی قرار دیا جاسکتا ہے شیعوں کا اس سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔اس صورت میں اگر سبـئیـــہ فرقہ کا وجود قبول کرلیا جائے تو عبداللہ ابن سبا کے وجود کا اقرار اور اسکے ذریعہ عثمان کے دور خلافت میں شیعوں کے مذہب کی بنیاد کا انکار دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔

---

(۱) الفرق بين الفرق ،ص۲۲۳و ۲۲۴.

سوالات

۱۔شیعہ فکری کی بنیاد اور مذہب شیعہ کے آغاز کی وضاحت کریں۔

۲۔ابن سبا کا افسانہ کیا ہے؟

۳۔عبداللہ ابن سبا کے بارے میں علامہ امینی اور کاشف الغطاء کا بیان تحریر کریں۔

۴۔عبداللہ ابن سبا کے بارے میں طہ حسین کا نظریہ تحریر کریں۔

۵۔عبداللہ ابن سبا کے بارے میں برنارڈ لوئیس اور علامہ عسکری کے اقوال بیان کریں۔

۶۔سبئیہ کے بارے میں مختصر وضاحت کریں۔

آٹھواں سبق:

تاریخ تشیع کے سیاسی اور سماجی نشیب وفراز

مذہب شیعہ اپنی تاریخ میں مختلف نشیب وفراز سے گذرا ہے جس کے اثرات اس کی مذہبی اور کلامی فعالیتوں میں نمایاں طور پر محسوس کئے جاسکتے ہیں۔

ا۔زمانہ خلفاء میں تشیع

اس دور میں سیاسی اور سماجی اعتبار سے شیعوں کے لئے مناسب ماحول نہیں تھا۔لیکن مولائے کائنات کی ظاہری خلافت کے زمانہ میں بہتر حالات فراہم ہوگئے تھےاورآپ کے وجودمبارک کے ذریعہ بہترین انداز میں توحید پروردگار کے علوم ومعارف بیان ہوئے اورتفسیر، فقہ،کلام وغیرہ میں بہت سے علماء نے آپ کےعلوم ومعارف سے استفادہ کیا۔اگرچہ یہ امورآپ کی خلافت سے پہلے بھی انجام پارہے تھےلیکن آپ کی خلافت کےزمانہ میں اس میں خاطرخواہ اضافہ ہوا۔

۲۔تشیع بنی امیہ کے زمانے میں

اس دور میں بھی زیادہ تر ماحول شیعوں کے خلاف تھا اور وہ لوگ مستقل جسمانی اور روحانی اذیتوں کا شکار تھےلیکن اس کے باوجوداپنی دینی اور کلامی ذمہ داریوں سے غافل نہ تھے۔وہ اپنے معصوم ہادیان دین کی رہنمائی میں بطریق احسن اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے رہے۔بنی امیہ کی

حکومت کے اختتام اور بنی عباس کی حکومت کے آغاز میں ظاہراً آل محمدؐ کے چاہنے والوں کے لئے بہتر حالات فراہم ہوگئے تھے۔اس لئے کہ اموی حکومت اپنا تختہ پلٹے جانے کی وجہ سے اضطراب و بے چینی کا شکار تھی اور بنی عباس باقاعدہ اپنی حکومت کو مضبوط نہیں کر پائے تھے اس کے علاوہ انھوں نے اس حکومت کو اولاد امیر المومنینؑ سے دفاع کی خاطر حاصل کیا تھا۔لہٰذا فوراً ان کو ظلم وتشدد کا نشانہ نہیں بنا سکتے تھے۔جس کے نتیجہ میں اہل بیت اور ان کے چاہنے والوں کو بہتر ماحول مل گیا اور اس زمانہ میں امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ نے شیعی تمدن کی بنیاد ڈالی اور شیعوں میں علمی وفکری تحریک کا آغاز کیا۔

۳۔زمانۂ منصور سے زمانۂ ہارون تک

منصور عباسی کے زمانہ میں شیعوں پر دوبارہ ظلم وتشدد کا سلسلہ شروع ہوگیا جیسا کہ سیوطی نے بیان کیا ہے:

''منصور پہلا عباسی خلیفہ تھا جس نے علویوں اور عباسیوں کے درمیان فتنہ کی آگ بھڑکائی اور ۱۴۵ھ میں جب منصور کی حکومت کے ۹ سال گذر چکے تھے تو عبداللہ ابن حسن ابن حسن ابن علی ابن ابی طالبؑ کے دو بیٹوں محمد اور ابراہیم نے منصور کے خلاف قیام کیا لیکن وہ دونوں اور دوسرے بہت سے خاندان اہل بیت کے افراد منصور کے ذریعہ شہید کر دیئے گئے.''(۱)

محمد اسقنطوری کہتا ہے: میں منصور کے پاس گیا اور دیکھا کہ وہ گہری فکر میں ڈوبا ہوا ہے۔میں نے سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے اولاد فاطمہ زہراؑ کے ہزار سے زیادہ لوگوں کو قتل کیا ہے لیکن ان کے بزرگ امام جعفر صادقؑ کو نہیں شہید کر سکا۔(۲)امیر المومنینؑ کے چاہنے والوں پر منصور کا ظلم وستم اور اسکے ذریعہ ان کو اندھیرے اور نمناک قید خانوں میں مقید کرنا یا زندہ دیواروں میں چنا جانا مشہور ہے۔(۳)

(۱) تاریخ الخلفاء، سیوطی ص ۲۶۱. (۲) الشیعة والحاکمون، محمد جواد مغنیه، ص ۱۴۹.

(۳) تاریخ مسعودی، ج۳، ص ۳۱۰؛ تاریخ ابن اثیر، ج۴، ص ۲۷۵.

جولوگ منصور کے ذریعہ شہید کئے گئے ان میں سے ایک اہم شخص معلیٰ ابن خنیس ہیں جو امام جعفر صادق ؑ کے شیعہ، قریب ترین صحابی اور آپ کے مالیات کے ذمہ دار تھے۔

منصور نے حاکم مدینہ کو حکم دیا کہ معلیٰ کو بلایا جائے اور ان کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ معلیٰ کو بلوایا گیا اور حاکم مدینہ نے ان سے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے شیعوں کے نام بتاؤ معلیٰ نے کہا: ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اگر ان میں سے کسی کا نام میرے قدم کے نیچے ہوتا تو میں ہرگز اپنا قدم نہ اٹھاتا۔ چنانچہ حاکم مدینہ نے ان کو قتل کر کے ان کا سر سولی پر لٹکا دیا۔ اور آخر کار امام جعفر صادق علیہ السلام کو بھی زہر کے ذریعہ شہید کر دیا۔ (۱)

شیعوں کی یہی حالت مہدی اور ہادی عباسی کے زمانے تک باقی رہی۔ اور پھر ہارون رشید نے بھی ظلم وستم کی اسی راہ وروش کو اپنایا۔ محمد ابن ابی عمیر اور فضل ابن شاذان کو اسی کے حکم سے قید کر کے اذیت دی گئی۔ ہشام ابن حکم کو بھی گرفتار کرنے کا حکم دیا گیا لیکن وہ پوشیدہ ہو گئے۔ ہارون کے حکم سے حمید ابن قحطبہ کے ظلم وستم کے واقعات مشہور ہیں۔ (۲)

۴۔ امین سے واثق تک (۱۹۳ھ تا ۲۲۳ھ)

ہارون کے بعد محمد امین کو حکومت ملی اور چار سال اور چند مہینہ باقی رہی۔ ابوالفرج نے **مقاتل الطالبیین** میں لکھا ہے:

''امین کا طریقہ کار اولاد امیر المومنینؑ کے بارے میں گذشتہ حکام کے برخلاف تھا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنی عیاشی اور اسکے اسباب فراہم کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ اور اسکے بعد مامون سے جنگ کے ہنگامہ میں مبتلا ہو گیا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا۔''

مامون نے اپنے بھائی کو قتل کر کے حکومت کو حاصل کیا اور تقریباً بیس ۲۰ سال ۱۹۸ھ سے ۲۱۸ھ

(۱) بحار الانوار، ج۴۷.　　(۲) اعیان الشیعہ، ج۱، ص۲۹.

تک حکومت کی۔

مامون کے زمانے میں شیعیت بہت سے اسلامی شہروں میں پھیل گئی یہاں تک مامون کے دربار میں بھی اسکے اثرات دیکھے گئے۔

مامون نے جب یہ دیکھا کہ شیعوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے اورامام علی رضا ؑ کولوگوں کے درمیان ایک خاص محبوبیت حاصل ہے اور لوگ اس کے باپ یا بنی عباس کے گذشتہ حکمرانوں کی حکومت سے ناراض ہیں تو اس نے نفاق کا راستہ اختیار کیا اور بظاہر شیعوں کا دفاع کرنے لگا۔مولائے کائناتؑ کے فضائل ومراتب اورابوبکر وعمر پران کی برتری کا اعلان کیا یہاں تک کہ امام رضاؑ کوحکومت اور پھر ولایت عہدی سونپنے کا مسئلہ اٹھایا۔لیکن درحقیقت اسکا مقصد صرف اپنی حکومت کومضبوط کرنا تھااوراسی لئے آخرکارامام رضاؑ کوزہر سے شہید کرادیااگرچہ اس کے اس ظاہری رویہ کی بناء پربھی شیعیت کوکچھ نہ کچھ فائدہ ضرور پہونچا۔

جس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس زمانہ میں یونانی اور سریانی زبانوں سے فلسفی اورعلمی کتابوں کا ترجمہ ہوااورمسلمانوں کا رجحان عقلی اوراستدلالی ہونے لگا۔مامون کے دربار میں بحث ومباحثہ اورمناظرہ کی نشستیں ہونے لگیں جن سے شیعہ علماءومتکلمین نے فائدہ اٹھایااوراہل بیت کے مذہب کی تبلیغ کی۔

اسکے بعد معتصم اورواثق کے دور میں بھی تقریباًاسی قسم کا ماحول رہااوراس زمانہ میں امام محمد تقیؑ سے بہت سے سوالات کئے گئے جواس بات کی دلیل ہیں کہ کم سے کم اس زمانہ میں امام سے سوالات کرنے پر پابندی نہیں تھی۔اگرچہ حقیقت میں معتصم آپ کا دشمن تھااورآخرکارآپ کی شہادت کا بھی سبب بنا۔شہادت کے بعد جب ایک بہت بڑے مجمع نے امام کی تشیع جنازہ میں شرکت کرنا چاہی تو معتصم کے منع کرنے کے باوجودان لوگوں پرکوئی اثر نہ ہوااورتلواریں نکال کرامام کے گھر کے گردجمع ہوگئے

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت شیعوں کی تعداد اور ان کی طاقت زیادہ تھی۔(۱)

۵۔متوکل اور اس کے بعد

۲۳۲ھ میں متوکل کے اقتدار حاصل کرنے کے بعد حالات بالکل بدل گئے یہاں تک کہ مولائے کائناتؑ کی دوستی اور اہل بیت سے رابطہ بہت بڑا جرم شمار ہونے لگا اور دوستداران اہل بیت کے خلاف حالات نہایت ناسازگار ہو گئے۔متوکل کے ذریعہ امام حسینؑ کی قبر کو ویران کرنے اور آپ کی زیارت سے ممانعت کی داستانیں مشہور ہیں۔(۲)متوکل کی دشمنی صرف شیعوں سے مخصوص نہیں تھی بلکہ وہ فلسفہ، کلام اور عقلی استدلال کا بھی مخالف تھا۔

جرجی زیدان نے لکھا ہے کہ: جس دن سے متوکل کو حکومت ملی وہ اسی دن سے اپنی آخری سانس تک فلاسفہ اور اہل منطق کے خلاف برسر پیکار رہا۔(۳)

متوکل کے بعد عباسیوں کی حکومت آپسی اختلافات کا شکار ہو گئی اور چند دنوں کے بعد حکومت حاصل کرنے کے لئے آپس میں قتل وخونریزی ہونے لگی یہاں تک ۲۴۷ھ میں معتضد عباسی کے دور میں حکومت کو دوبارہ استحکام نصیب ہوا۔جیسا کہ سیوطی نے اسکے بارے میں لکھا ہے:

''اسکو سفاح ثانی کا لقب دیا گیا ہے اس نے بنی عباس کی حکومت کو نئی زندگی عطا کی۔اس سے پہلے حکومت انتشار و اضطراب اور ضعف و ناتوانی کا شکار ہونے کی بنا پر زوال پذیر تھی۔''(۴)

لہٰذا یہ دور بھی شیعوں کے لئے بہت زیادہ امن وسکون کا دور نہیں تھا۔ہاں آپسی اختلافات کی وجہ سے منصور اور ہارون کے زمانہ کے مقابلہ میں حالات کچھ بہتر تھے۔

۶۔فاطمیوں اور ہمدانیوں کا زمانہ

چوتھی اور پانچویں صدی شیعوں کے لئے سیاسی اعتبار سے بہترین دور شمار ہوتی ہے اس لئے کہ

(۱) تاریخ الشیعہ، ص۵۷. (۲) تاریخ الخلفاء، ص۴۳۷.

(۳) تاریخ تمدن اسلامی، ص۵۸۷. (۴) تاریخ الخلفاء، ص۳۶۹ ؛ تاریخ تمدن اسلامی، ص۸۲۰ و۸۱۴.

خاندان بویہ شیعہ مذہب کا ماننے والا تھا ۳۲۰ھ سے ۴۴۷ھ تک عباسی حکومت میں اس خاندان کوقابل ذکر حیثیت حاصل تھی۔فرزندان بویہ جن کے نام علی،حسن اوراحمد تھےاور جواس سے پہلے فارس میں حکومت کر چکے تھےمستکفی کے دور میں بغداد پہونچے اورحکومتی انتظام میں دخیل ہوکرخلیفہ کےنزدیک قابل احترام قرار پائے۔احمدمعزالدولہ،حسن رکن الدولہ اورعلی عمادالدولہ کےلقب سے یاد کئے گئے۔

معزالدولہ جوامیر الامراء کے منصب پر فائز تھے انھوں نے اپنا اقتدار اتنا مضبوط کرلیا تھا کہ خلفیۂ وقت مستکفی کے لئے بھی تنخواہ معین کردی تھی اوراسکےحکم سے عاشور کے دن بازار بند رہتے تھے اورامام حسینؑ کی عزاداری برپا کی جاتی تھی۔عیدغدیرخم کے دن محافل ومراسم ایک خاص اہتمام کے ساتھ انجام پاتے تھے۔مختصر یہ کہ آل بویہ نے اثناعشری مذہب کی تبلیغ میں ایک اہم کردارادا کیا۔ورنہ اس سے پہلے بغداد کےلوگ اہل سنت کےطورطریقہ پرعمل کرتے تھے۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ جوشیعوں کے نامور متکلم اورجلیل القدر عالم دین ہیں اس زمانہ میں ایک خاص عزت واحترام کے مالک تھےاورشیخ مفیداس دور میں مسجد براثا میں نماز وموعظہ کے ساتھ ساتھ تعلیم وتدریس کے فرائض بھی انجام دیتے تھے،آپ کی کوششوں سےشیعوں کےمختلف فرقوں کے درمیان اتحادوانسجام کی فضا پیدا ہوئی اورشیعی افکاروعقائدکورواج ملا۔

آل بویہ کی خدمات صرف شیعوں سےمخصوص نہیں تھیں بلکہ انھوں نے اسلامی تمدن کی نشرو اشاعت میں بھی قابل توجہ کردارنبھایا۔غناوی نے اپنی کتاب الادب فی ظل بنی بویہ میں لکھاہے کہ آل بویہ کی حکومت کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ ان کے زمانہ میں علم وتمدن کوفروغ ملا۔ان کے وزراءعلماءاورمصنفین میں سے تھےاوران کی دوردورتک شہرت تھی۔لہٰذا ہرطرف سے علماء اورادباءان کی طرف راغب ہوتے تھےاوران کی توجہات کا مرکز بنتے تھےاوران لوگوں نے فلسفہ

،ادب،علم وتمدن اورافکاروعقائد میں اپنے حاکم یعنی خلفاء وقت کو بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا۔(۱)

چوتھی صدی ہجری ہیں مصر میں فاطمیین کی حکومت قائم ہوئی جو چھٹی صدی ہجری تک باقی رہی۔ان کی حکومت اگر چہ تشیع کی طرف دعوت کی بنیاد پر قائم ہوئی تھی لیکن وہ لوگ اثنا عشری نہیں تھے بلکہ اسماعیلی مذہب کے تابع تھے اور ان دونوں مذاہب میں شدید اختلافات تھے۔لیکن شیعہ مذہب کے شعائر کی حفاظت اور سرچشمۂ وحی سے اسلامی تعلیمات کے حصول کے سلسلہ میں دونوں ہم خیال تھے اور خاندان رسول کو اسلامی تعلیمات کا مرکز سمجھتے تھے۔

سیوطی نے لکھا ہے کہ ۳۵۷ھ میں دمشق پر قرامطہ کا قبضہ ہوا اور ان لوگوں نے اس بات کی کوشش کی کہ مصر پر بھی حکومت قائم کرلیں لیکن وہاں پر فاطمیون جن کا دوسرا نام عبیدیون بھی تھا انھوں نے اپنی حکومت قائم کرلی اور اس طرح مصر وعراق پر شیعہ حکومت قائم ہوگئی۔

ایسا اس وجہ سے ہوا کہ مصر کے حاکم کافور اخشیدی کے مرنے کے بعد مصر کا نظام درہم وبرہم ہوگیا اور وہاں کے فوجی مالی مشکلات میں مبتلا ہوگئے۔ان میں سے بعض افراد نے المعزلدین اللہ کو خط لکھا کہ مصر آجائے۔اس نے اپنی فوج کے کمانڈر ''جوہر'' کو ہزار فوجیوں کے ساتھ مصر بھیجا۔وہ ۳۵۸ھ میں مصر پہونچا اور اسی وقت سے سیاہ لباس اور بنی عباس کی حکومت کا خطبہ بند کردیا اور حکم دیا کہ سفید لباس پہنا جائے اور مندرجہ ذیل خطبہ پڑھا جائے:

"اللھم صل علی محمد المصطفیٰ وعلی المرتضی وعلی فاطمة البتول وعلی الحسن والحسین سبطی الرسول ..."

اسی زمانہ میں ۳۵۹ھ میں الازہر یونیورسٹی کی بنیاد پڑی اور اذان میں **حَیَّ علیٰ خیر العمل**

(۱) تاریخ الشیعہ ، ص۲۱۳ و۲۰۶ ؛ الشیعة والتشیع ،ص۱۴۸ و ۱۵۹ ؛ شیعہ در اسلام ،علامہ طباطبائی ،ص ۲۹و۳۰ ؛ فلاسفة الشیعہ ، شیخ عبداللہ نعمہ ،ص۱۵۶ . ۵۱۹ .

کہنے کا حکم جاری ہوا۔ اسی طرح کا ایک حکم المعز باللہ کے گورنر جعفر ابن فلاح کے ذریعہ شام میں بھی جاری ہوا۔(۱)

حمدانیین اور مذاہب شیعہ

چوتھی صدی ہجری میں (۲۹۳ھ سے ۳۹۱ھ) تک دنیائے اسلام میں ایک اور شیعہ حکومت قائم ہوئی جس کے اہم ترین حاکم علی ابن عبداللہ ابن حمدان ملقب بہ سیف الدولہ تھے۔ وہ عقلمند، علم دوست اور حوصلہ مند انسان تھے انھوں نے اپنی عمر کے بیشتر ایام رومیوں کے خلاف جنگ میں گذارے تھے۔ حمدانیین کے زمانہ میں سوریہ، حلب اور اسکے اطراف، بعلبک اور اسکے گردونواح جبل اور اسکے اطراف شیعوں سے بھرے ہوئے تھے۔ خاص طور سے شہر حلب علماء شیعہ کا مرکز تھا۔ اس دور میں جس شخص نے مذہب شیعہ کی نشر واشاعت میں سب سے اہم کردار ادا کیا وہ آل حمدان کا مشہور شاعر ابوفراس تھا۔ حمدانیین نے کسی کو شیعہ مذہب قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا اور نہ ان کو دولت ومنصب کا لالچ دیکر دھوکہ دیا بلکہ لوگوں کو مکمل اختیار تھا جس مذہب کو چاہیں اختیار کریں۔ صرف مخلص مبلغین نے مذہب شیعہ کے سلسلہ میں اپنے بیانات سے لوگوں کے اذہان کو منور کیا اور ان کے لئے حقائق بیان کئے۔ جبکہ عباسی اور اموی خلفاء نیز صلاح الدین ایوبی نے زبردستی طاقت کے زور پر مذہب تسنن کو رواج دیا۔

حمدانیان روشن فکر اور آزاد اندیش افراد تھے اسی وجہ سے تمام مذاہب کے علماء، ادباء اور دانشوران کو اپنی پناہ گاہ سمجھتے تھے یہاں تک کہ صاحبان ہنر روم سے بھاگ بھاگ کر سیف الدولہ کے دربار میں پناہ لے رہے تھے۔(۲)

شیعہ سلجوقی اور ایوبی حکام کے دور حکومت میں

پانچویں صدی ہجری کے اواسط میں سلجوقی نام کی ایک اہم حکومت وجود میں آئی جس نے بغداد

---

(۱) تاریخ الخلفاء، ص ۴۰۱ و ۴۰۲.　(۲) الشیعة والتشیع، ص ۱۷۷. ۱۸۸

کی سنی مذہب حکومت کو فنا ہونے سے بچانے کے ساتھ ساتھ مصر، عراق، شام، فارس اور خراسان میں شیعوں کی راہ میں بھی رکاوٹ پیدا کی۔

چھٹی صدی ہجری کے دوسرے نصف حصہ میں ایک اور قدرتمند حکومت وجود میں آئی جسکا سردار صلاح الدین ایوبی تھا اور اس وجہ سے یہ حکومت ایوبیوں کے نام سے مشہور ہوئی۔(۱)

صلیبی جنگ میں اگر چہ صلاح الدین ایوبی نے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں لیکن سنی مذہب کے سلسلہ میں اسکا تعصب اور شیعوں سے دشمنی اسکی ایسی کمزوری ہے جس کو فراموش نہیں کیا جا سکتا اس نے مصر پر حکومت کے بعد فاطمیین کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا۔ کتاب **الازھر فی الف عام** میں آیا ہے کہ ایوبیوں نے شیعوں کے تمام آثار میں دخل اندازی کی، ان کو نیست و نابود کیا۔ صلاح الدین ایوبی نے فاطمی حکومت کو معزول کر کے راتوں رات ان کے گھروں میں اپنے افراد کو داخل کیا ان گھروں سے نکلنے والے نالہ و شیون اور گریہ وزاری کی آوازیں اتنی بلند تھیں کہ لوگوں کے ہوش اڑ گئے تھے۔(۲)

اس نے حکم دیا کہ عاشور کے دن جس طرح بنی امیہ اور حجاج کے دور میں عید منائی جاتی تھی اسی طرح عید منائی جائے۔ **حَیَّ علیٰ خیر العمل** کو اذان سے ختم کیا جائے۔ اس کی شیعوں سے دشمنی کا عالم یہ تھا کہ اس نے حکم دیا تھا کہ صرف اسی شخص کی گواہی قبول کی جائے اور اسی شخص کو تدریس و تقریر کا حق دیا جائے کہ جو مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کا ماننے والا ہو۔ یہاں تک کہ اس کے حکم سے ان بڑے بڑے کتابخانوں تک کو نیست و نابود کر دیا گیا جن میں مختلف علوم وفنون کے بارے میں بیش قیمت کتابیں موجود تھیں۔ اسکی اسی معاندانہ روش کی بنیاد پر مصر میں مذہب شیعہ فراموش کر دیا گیا۔(۳)

---

(۱) تاریخ تمدن اسلامی ،ص ۲۲ ۸. ۸۲۵ .

(۲) الازهر فی الف عام خفاجی ، ج ۱ ، ص ۵۸ .

(۱) تاریخ الشیعة ،ص ۱۹۲ و ۱۹۴ ؛ الشیعة والحاکمون ، ص ۱۹۰ و ۱۹۳ ؛ تاریخ ابن اثیر ، ج ۹ ؛ اعیان الشیعة ج ۱ .

شیعہ مغل حکومت کے دور میں

مغل حکومت ۶۵۰ھ میں ہلاکو خان کے ذریعہ قائم ہوئی اور ۷۳۶ھ میں سلطان ابوسعید کی موت پر ختم ہوئی۔

ہلاکو خان نے بنی عباس کی حکومت کا خاتمہ کیا اور تمام مذاہب کو آزادی عطا کی۔ اسکی قتل و خونریزی دین و مذہب کی بنیاد پر نہ تھی بلکہ وہ ہر مذہب کے انسان کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتا تھا۔

ہلاکو خان کے مسلمان ہونے میں اختلاف ہے اگر چہ بعض حضرات نے اس کے شیعہ ہونے کو بھی یقینی جانا ہے لیکن مغل حکومت کے ۴ بادشاہ مسلمان تھے سلطان محمد خدابندہ شروع میں حنفی مذہب تھا لیکن جب اسکے شافعی مذہب قاضی القضاۃ نظام الدین عبدالملک نے علماء حنفی کو مناظرہ میں شکست دیدی تو وہ شافعی ہوگیا اور اسکے بعد جب علامہ حلی سے مناظرہ میں نظام الدین کو شکست ہوگئی تو اس نے شیعہ مذہب اختیار کرلیا اسی کی درخواست پر علامہ حلی نے اپنی مشہور کتاب نهج الحق و كشف الصدق تالیف کی۔ اسکے بعد اسکا بیٹا بہادر خان مغل حکومت کا آخری بادشاہ بھی شیعہ ہی رہا۔

اس زمانہ میں شیعوں کے بہت سے بزرگ علماء پیدا ہوئے جیسے: علامہ حلی، محقق حلی، یحییٰ بن سعید، سدیدالدین حلی (والد علامہ حلی)، فخرالمحققین، سید رضی الدین بن طاووس، سید غیاث الدین بن طاووس، ابن میثم بحرانی، خواجہ نصیرالدین طوسی، قطب الدین رازی وغیرہ...اس زمانہ میں ایک دلچسپ چیز ایک ایسے مدرسہ کا وجود ہے جو ہمیشہ حرکت میں تھا کبھی ایک شہر میں تو کبھی دوسرے شہر میں فعالیت انجام دیتا تھا۔

اسکی داستان یہ ہے کہ مغل بادشاہ گرمیوں میں مراغہ اور سلطانیہ میں قیام کرتے تھے اور سردیوں میں بغداد چلے جاتے تھے۔ اور سلطان خدابندہ کی عادت تھی کہ ہمیشہ علماء کو ساتھ رکھتا تھا اور چونکہ علامہ حلی سے ایک خاص عقیدت تھی لہٰذا ان کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا علامہ حلی کے لئے بھی اپنے مخالفین

اور حاسدین کی روش پر نظر رکھتے ہوئے اس پیش کش کو رد کرنا مصلحت نہیں تھا لیکن آپ اپنے کو بالکل سے بادشاہ کے حوالہ بھی کرنا نہیں چاہتے تھے کہ آپ کی علمی فعالیت ختم جائے لہٰذا آپ نے ایک سفری مدرسہ کی پیش کش کی جسے بادشاہ نے قبول کرلیا اور اس طرح علامہ حلی کے ذریعہ شیعی عقائد و معارف کی نشر و اشاعت اور علماء کی تربیت کا موقع فراہم ہوگیا۔(۱)

صفوی اور عثمانی حکّام کے دور میں شیعہ

تقریباً دسویں صدی ہجری تک شیعوں کی وہی حالت رہی جو سلجوقی و ایوبی حکمرانوں کے دور میں تھی لیکن اس صدی کے آغاز میں ایران میں شاہ اسماعیل اول کے ذریعہ صفوی حکومت کی بنیاد پڑی اور ملک کا رسمی مذہب شیعہ قرار دیا گیا۔اس سے پہلے ایران میں قبائلی حکومت تھی لیکن شاہ اسماعیل نے ۱۴ سال کی عمر تک پہونچتے پہونچتے اپنے باپ کے حوالی و موالی افراد کو اکٹھا کر کے ایک فوج بنالی اور ایران کو متحد کرنے کا بیڑا اٹھایا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے ایران میں ایک مرکزی حکومت قائم کر کے اپنی حکومت میں شیعہ مذہب کو رسمی مذہب قرار دیدیا۔ ۹۳۰ھ میں اس کے انتقال کے بعد ۱۱۴۸ھ تک جتنے باشاہوں نے حکومت کی سب نے شیعہ مذہب کی تائید و تثبیت کی۔

شیعی مراکز جیسے مدرسے، مسجدیں اور امام باڑے بنائے۔مشاہد مشرفہ کو عزت دی۔جسکی ایک خاص وجہ صفوی دربار میں شیعہ علماء جیسے شیخ بہائی اور میر داماد وغیرہ کا نفوذ تھا۔اس زمانہ کے مشہور علماء میں محقق کرکی، میر داماد، شیخ بہائی، انکے والد حسین عبد الصمد، ملا صدرا، علامہ مجلسی، مقدس اردبیلی، ملا عبداللہ یزدی اور فیض کاشانی وغیرہ ہیں۔(۲)

اسی زمانہ میں اسلامی سرزمین کے دوسرے علاقہ میں عثمانیوں کی حکومت تھی جو شیعوں کے سخت

---

(۱) تاریخ الشیعة، ص۲۱۷ و ۲۱۹؛ مقدمه کتاب الالفین، سید مهدی خراسانی.

(۲) تاریخ الشیعة، ص۲۲۰ و ۲۲۴؛ شیعه در اسلام، ص۳۱.

دشمن تھے یہاں تک کہ کچھ علماء کے لباس میں نظر آنے والے لوگوں سے اس بات کا فتویٰ لے لیا تھا کہ شیعہ اسلام سے خارج ہیں اوران کاقتل واجب ہے۔اس زمانہ میں سلطان سلیم نے ۴۰ ہزار یا ۷۰ ہزارلوگوں کوشیعہ ہونے کے جرم میں قتل کیا۔حلب میں شیخ نوح حنفی کےفتوی سے دس ہزار شیعوں کوقتل کردیا گیااور باقی فرار ہوگئے یہاں تک کہ حلب جوحمدانیوں کے زمانہ میں شیعوں کاایک بڑا مرکز بن گیا تھاشیعوں سے بالکل خالی ہوگیا اس زمانہ میں عثمانی حکومت کے ذریعہ شہید ہونے والے بزرگ علماء میں ایک اہم شخصیت شہید ثانیؒ کی تھی۔

عثمانیوں نےشیعوں کوحکومتی عہدوں سے نکال کران پراس طرح کی مذہبی پابندی عائد کردی کہ وہ اپنے خاص مذہبی مراسم انجام نہ دے سکیں اور شیعوں کی یہ حالت ۱۱۹۸ء سے ۱۵۱۶ء تک برقراررہی۔(۱)

اور اسکے بعدبھی کم وبیش شیعوں کواسی قسم کے حالات سے سابقہ رہا اگر چہ ایران میں شیعہ حکومت تھی لیکن اس کے باوجود جہاں جہاں غیرشیعہ حکومت یاخاص طور سے جہاں جہاں وہابیوں کا غلبہ تھاشیعوں کی حالت بہترنہیں تھی لیکن ایران کےعظیم اسلامی انقلاب کے بعدجسکی کامیابی کا سہرا امام خمینی (رضوان اللہ تعالیٰ علیہ) کی مدبرانہ سیاسی بصیرت کےسرہے دنیا میں شیعیت کوفروغ ملا۔اگر چہ استعماری طاقتیں آج بھی افتراق وانتشار کی فکر میں ہیں۔

....

(۲) الشیعة والحاکمون ،ص ۱۹۴ و ۱۹۷.

سوالات

۱۔ خلفاء اور بنی امیہ کے دور میں شیعوں کے سیاسی اور سماجی حالات پر روشنی ڈالیں۔
۲۔ منصور سے متوکل کے دور تک شیعہ کن حالات سے دوچار تھے؟ مختصر بیان کریں۔
۳۔ آل بویہ، حمدانیون اور فاطمیون نے شیعہ مذہب کی ترویج میں کیا کردار ادا کیا؟
۴۔ سلجوقیوں اور ایوبیوں کے دور میں شیعوں کے حالات پر روشنی ڈالیں۔
۵۔ ایران میں مغل حکومت کے قیام اور اس میں شیعوں کے حالات بیان کریں۔
۶۔ صفوی دور حکومت اور اس کے بعد شیعوں کے سیاسی اور سماجی حالت پر مختصر روشنی ڈالیں۔

نواں سبق:

شیعہ فرقے

انشعاب مذہب کا معیار

ملل ونحل کی کتابوں میں شیعوں کے بہت سے فرقوں کا تذکرہ ہے یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ ۷۳فرقوں کی حدیث صرف شیعوں کے لئے ہے۔لیکن حقیقت میں اس مقام پر چند امور قابل غور ہیں:

بہت سے فرقے جیسے غلاۃ اوران کی شاخیں شیعوں کے فرقے نہیں ہیں بلکہ شیعہ علماء نے ان کو کافر شمار کیا ہے۔

شیعہ مذہب میں الگ الگ فرقہ ہونے کا معیار مسئلہ امامت ہے۔اگراس میں اختلاف ہوتو الگ فرقہ ہونے کا سبب بنتا ہے ورنہ دوسرے اعتقادی مسائل میں اختلاف ہونا شیعیت کی پہچان نہیں قرار دیا جاسکتا۔لہٰذا اس قسم کے بہت سے فرقوں جیسے ہشامیہ، یونسیہ،نعمانیہ کوشیعہ کہنا صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ امامت میں پیدا ہونے والے بہت سے فرقوں کا وجود اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو بہت کم مدت میں فنا ہو گئے مثلاً امام حسن عسکریؑ کی شہادت کے بعد شیعوں کے ۱۴فرقوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جبکہ حقیقت میں آج ان کا نام ونشان بھی نہیں ہے جیسا کہ شیخ مفید نے ان چودہ فرقوں کے تذکرہ کے بعد کہا ہے کہ اس زمانہ (۳۷۳ھ) میں اثنا عشری شیعوں کے علاوہ کوئی اور فرقہ موجود نہیں ہے۔

دوسرے تمام فرقے ختم ہوگئے اور آج صرف ان کی نا قابل اعتماد حکایات موجود ہیں۔(۱)

محقق طوسی نے بھی اس سلسلہ میں بیان کیا ہے کہ یہ اختلافات جو شیعوں کے بارے میں نقل ہوئے ہیں اکثر صرف غیر قابل اعتماد کتابوں میں پائے جاتے ہیں اور ان میں سے بعض فرقے جیسے غلاۃ اور باطنیہ اسلام سے خارج ہیں۔(۲)

علامہ طباطبائی نے بھی کیسانیہ، زیدیہ، اسماعیلیہ، فطحیہ اور واقفیہ کی طرف اشارہ کرنے کے بعد کہا ہے کہ آٹھویں امام کے بعد بارہویں امام تک جو اکثر شیعوں کے نزدیک مہدی موعود ہیں کوئی قابل توجہ انشعاب نہیں ہوا۔ اور اگر اس سلسلہ میں کچھ واقعات ہوئے بھی تو بہت جلد ختم ہوگئے جیسے دسویں امام کے فرزند جعفر کا گیارہویں امام کی شہادت کے بعد دعوائے امامت کرنا۔ لیکن چند ہی دنوں میں ماننے والے بھی متفرق ہوگئے اور جعفر نے بھی زیادہ اصرار نہیں کیا۔ اسکے علاوہ بعض دوسرے اختلافات بھی کلامی اور فقہی مسائل میں شیعوں کی بزرگ شخصیتوں میں پیدا ہوئے لیکن ان کو مذہبی فرقہ بندی نہیں کہا جاسکتا۔(۳)

شیعوں کے بنیادی فرقے

اس سلسلہ میں چند اقوال ہیں:

بغدادی نے ۳ فرقوں کا اعتراف کیا ہے۔ زیدیہ، کیسانیہ اور امامیہ انہوں نے شروع ہی میں غلاۃ کو بھی شیعہ سمجھا ہے لیکن بعد میں یہ اعتراف کرلیا کہ وہ اسلام سے خارج ہیں اور انھیں اسلامی فرقہ شمار نہیں کیا جاسکتا۔(۴) رازی نے غلاۃ کو بھی اس میں شمار کیا ہے۔(۵) اور شہرستانی نے اسماعیلیہ کو بھی شمار کرکے بنیادی فرقوں کی تعداد ۵ بتائی ہے۔(۶)

---

(۱) الفصول المختارة، ص ۳۲۱. (۲) تلخیص المحصل، ص ۴۱۳. (۳) شیعه در اسلام، ص ۷۱.
(۴) الفرق بین الفرق، ص ۲۱ و ۲۳. (۵) تلخیص المحصل، ص ۴۰۸. (۶) الملل والنحل، ج ۱، ص ۱۴۷.

محقق طوسی نے قواعد العقائد میں بغدادی کی حمایت کی ہے اس لئے کہ یہ تینوں فرقے امامت کو خدا کی طرف سے منتخب کیا ہوا مانتے ہیں جبکہ غالی اور اسماعلیلہ نہ واجب من اللہ کے قائل ہیں نہ واجب علی اللہ کے۔(۱)

قاضی عضدالدین ایجی نے بنیادی فرقوں کی تعداد۳ ہی قرار دی ہے لیکن ان سے مراد غلاۃ زیدیہ اور امامیہ کو لیا ہے۔(۲)

علامہ طباطبائی نے بھی شیعہ فرقوں کو زیدیہ، اسماعیلیہ اور اثنا عشریہ میں منحصر جانا ہے۔(۳)

یاد رہے کہ اگر شیعی فرقہ ہونے کا معیار شیخ مفید کے کلام کو قرار دیا جائے تو شیعوں کی تعداد کے سلسلہ میں شہرستانی کا قول صحیح ہے البتہ اگر غلاۃ کو خارج کر دیا جائے تو۔لیکن اگر شیعوں کے موجودہ فرقے مراد لئے جائیں تو علامہ طباطبائی کی بات صحیح ہے۔

ہم یہاں پر شیعوں کے اہم ترین فرقوں کا تذکرہ کریں گے۔

فرقۂ کیسانیہ

شیعوں میں سب سے پہلا فرقہ، فرقۂ کیسانیہ کے نام سے وجود میں آیا۔ یہ لوگ مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی (۴) کے تابع ہونے کے دعویدار تھے۔ چونکہ مختار کا نام شروع میں کیسان تھا۔(۵)

لہٰذا اس فرقہ کو کیسانیہ کہا گیا یہ لوگ امام حسنؑ و امام حسینؑ کے بعد محمد ابن حنفیہ کو امام سمجھتے تھے بلکہ ان میں سے بعض افراد خود مولائے کائناتؑ کے بعد ہی محمد حنفیہ کی امامت کے قائل تھے۔(۶)

---

(۱) قواعد العقائد، ص ۱۱۰. (۲) شرح المواقف، ج۸، ص ۲۸۵. (۳) شیعه در اسلام، ص ۳۲.

(۴) جناب مختار کی طرف اس فرقہ کی نسبت خود ان لوگوں کی دی ہوئی ہے ورنہ جناب مختار کے بارے میں ایسی کوئی نسبت ثابت نہیں ہے آپ نے دوسرے شیعوں کی طرح امام حسینؑ کے بعد امام زین العابدینؑ کو ہی امام مانا ہے۔(مترجم)

(۵) فرق الشیعة، ص ۴۸ و ۵۲. (۶) ملل ونحل شهرستانی، ج ۱، ص ۱۵۴ و ۱۵۰.

ان کا عقیدہ یہ تھا کہ محمد حنفیہ ہی مہدی موعود ہیں جو مدینہ سے نزدیک کوہ رضوی میں پوشیدہ ہو گئے ہیں۔(۱)

مسئلہ امامت میں ان کے عقیدہ اور ان کی فرقہ بندی کے سلسلہ میں بہت سے اقوال ذکر ہوئے ہیں۔نوبختی نے ان کو ۳ فرقوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔مختاریہ یا کیسانیہ خالص

۲۔حارثیہ

۳۔عباسیہ

نوبختی نے پہلے فرقہ کے بارے میں کہا ہے کہ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ محمد ابن حنفیہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو جن کی کنیت ابو ہاشم تھی امامت کے لئے منصوب کیا ہے اور انھوں نے اپنے بھائی علی ابن محمد کو معین کیا ہے اور انھوں نے اپنے بیٹے حسن کو اپنا جانشین بنایا ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ مہدی موعود محمد حنفیہ کی نسل سے ہوں گے۔بعض لوگوں نے امر امامت کو منقطع جانا ہے اور کہا ہے کہ حسن کے بعد کوئی امام نہیں ہوا اور محمد حنفیہ ہی مہدی موعود ہیں۔

دوسرے فرقہ کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ وہ لوگ عبداللہ ابن حارث مدائنی کے تابع تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ ابو ہاشم عبداللہ ابن معاویہ نے عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالب کو اپنے بعد امامت کے لئے منتخب کیا ہے۔وہ خاندان ابو طالب کے بزرگوں اور شجاع لوگوں میں سے تھے ۱۲۷ھ میں کوفہ میں بنی مروان کے خلاف قیام کیا۔کوفہ اور مدائن کے لوگوں نے انکی بیعت کی حاکم کوفہ ان سے جنگ کے لئے تیار ہو گیا تو لوگوں نے ان کو تنہا چھوڑ دیا وہ مدائن چلے گئے اور ۱۲۹ھ میں ابو مسلم خراسانی کے حکم سے حاکم ہرات نے آپ کو شہید کر دیا اس فرقہ نے عبداللہ ابن معاویہ کے سلسلہ میں غلو کیا ہے اور

....

(۱) الفصول المختارة، شیخ مفید، ص ۳۰۰ و ۳۰۵.

کہاہے کہ خدا نور ہے جس نے اس کے اندر جلوہ نمائی کی ہے۔

تیسرے فرقے عباسیہ کے بارے میں کہاہے کہ ان کا عقیدہ ہے کہ ابو ہاشم نے اپنے بعد محمد ابن علی ابن عبداللہ ابن عباس ابن عبدالمطلب کو امامت کے لئے منتخب کیا ان لوگوں نے بھی محمد ابن علی کے بارے میں غلو کیا اور ان کو امام مانا ہے کیسانیہ کے سلسلہ میں خلاصتہً یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہیں۔ جیسا کہ بغدادی نے کہاہے:

پہلا گروہ مانتا ہے کہ محمد ابن حنیفہ زندہ ہیں اور وہی مہدی موعود ہیں۔

دوسرا گروہ وہ ہے جو کہتا ہے محمد حنفیہ انتقال فرما چکے ہیں لیکن ان کے بعد امامت میں اختلاف ہے۔(۱)

اسماعیل ابن عمر ابن زید ابن ربیعہ ابن مفرع حمیری جو سید حمیری کے نام سے مشہور ہیں شروع میں کیسانیہ کے طرفدار تھے لیکن بعد میں ان سے روگردانی کر کے امام جعفر صادق کی امامت کے قائل ہوگئے۔

---

(۱) الفرق بین الفرق ،ص ۲۳.

سوالات

۱۔شیعہ مذہب میں انشعاب (الگ الگ فرقے ہونے) کا کیا معیار ہے؟ اور کیوں؟
۲۔شیعہ فرقوں کے بارے میں شیخ مفیداور خواجہ نصیرالدین طوسی کے اقوال تحریر کریں۔
۳۔شیعوں کے اصلی فرقوں کی تعداد کے بارے میں مختلف اقوال تحریر کریں۔
۴۔شیعوں کے اصل فرقے کتنے ہیں؟ صحیح نظریہ تحریر کیجئے۔
۵۔کیسانیہ کون لوگ ہیں اور محمد حنفیہ کی امامت کے بارے میں ان کا کیا عقیدہ ہے؟
۶۔فرقہ کیسانیہ کے بارے میں مختصر بیان کریں۔

دسواں سبق:

اسماعیلیہ اور اسکی شاخیں

شیعوں کے مشہور فرقوں میں ایک فرقہ اسماعیلیہ ہے۔اس فرقہ کی تاریخ مختلف نشیب وفراز سے گذری ہے اور اسکی بہت سی شاخیں ہیں جس کی بنا پر ان کے بارے میں ہمیشہ محققین اور ماہرین مذاہب نے بحث کی ہے اور خاص طور سے دور حاضر میں یہ مذہب زیادہ توجہ کا مرکز ہے۔مستشرقین کی طرف سے اس سلسلہ میں سیکڑوں مقالے، کتابیں، اور رسالے شائع ہو چکے ہیں۔لہذا ہم بھی گذشتہ اور موجودہ محققین کی تحقیقات سے استفادہ کرتے ہوئے ان کے عقائد کے سلسلہ میں مختصر بحث کریں گے۔

مذہب اسماعیلیہ کا آغاز

پہلی صدی کے نصف میں امام جعفر صادق ؑ کی شہادت کے بعد یہ فرقہ وجود میں آیا جسکے مختلف فرقے بن گئے:

۱۔ناووسیہ: یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے امام جعفر صادق ؑ کی شہادت کا انکار کیا اور اس بات کے قائل ہوئے کہ وہی آخری امام اور مہدی موعود ہیں۔اس فرقہ کا رہبر عبداللہ ابن ناووس تھا اسی وجہ سے اسے ناووسیہ کہتے ہیں۔یہ فرقہ اب مکمل طور سے ختم ہو چکا ہے اور اب اسکا کوئی تابع نہیں ہے۔

۲۔فطحیہ: ان لوگوں نے عبداللہ افطح کو چھٹے امام ؑ کے بعد انکا جانشین مانا۔عبداللہ اسماعیل کے

بعد امام جعفر صادقؑ کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور کہا گیا ہے کہ ان کا رجحان حشویہ اور مرجئہ کی طرف تھا۔ (یہ لوگ انسانی سعادت کے لئے صرف ایمان کو کافی جانتے ہیں اور عمل کو اہمیت نہیں دیتے) عبداللہ امام جعفر صادقؑ کے بعد ۷۰/دن سے زیادہ زندہ نہیں رہے اور ان کا کوئی بیٹا بھی نہیں تھا لہٰذا ان کے ماننے والوں نے امام کاظمؑ کو اپنا امام مان لیا اور یہ فرقہ بھی ختم ہو گیا۔

۳۔ سمیطیہ: یہ لوگ چھٹے امامؑ کے بعد ان کے ایک اور فرزند محمد کی امامت کے قائل تھے۔ ان کا انتقال ۲۰۳ھ میں گرگان میں ہوا ان کو ان کے خوبصورت چہرے کی وجہ سے دیباج کہا جاتا تھا۔

شیخ مفید نے ان کو شجاع اور عبادت گزار جانا ہے۔ وہ ظالموں کے خلاف مسلح جہاد میں زیدیوں کے ہم عقیدہ تھے۔ ۱۹۹ھ میں مکہ میں مامون کے خلاف قیام کیا اور زیدیوں نے آپ کی حمایت کی۔ لیکن عیسی جلودی کے ہاتھوں گرفتار کر کے مامون کے حوالے کر دئے گئے۔ (۱)

اس فرقہ کا رہبر یحییٰ ابن ابی سمیط تھا۔ اسی لئے اس فرقہ کو سمیطیہ کہا گیا۔ یہ فرقہ بھی اب ختم ہو چکا ہے۔

۴۔ موسویّہ: یہ وہ لوگ تھے جو امام موسی کاظمؑ کی امامت کے قائل تھے اور ان میں چھٹے امامؑ کے اہم ترین شاگرد ہشام ابن سالم، عبداللہ ابن ابی یعفور، عمرو بن یزید بیاع السابری، محمد ابن نعمان، ابو جعفر احول، عبداللہ ابن زرارہ، جمیل ابن دراج، ابان ابن تغلب اور ہشام بن حکم وغیرہ... تھے۔ چونکہ یہ افراد علم و دینداری کا نمونہ تھے لہٰذا بہت سے لوگ جو عبداللہ افطح کو امام مان چکے تھے امام کاظمؑ کی امامت کے قائل ہو گئے۔ (۲)

۵۔ اسماعیلیہ: یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے چھٹے امامؑ کے بعد آپ کے سب سے بڑے بیٹے اسماعیل کو امام مانا جبکہ ان کا انتقال خود اپنے والد کے زمانہ میں ہی ہو گیا تھا۔ یہ فرقہ بہت سے فرقوں

---

(۱) الارشاد، ص ۲۱۲.

(۲) فرق الشیعه، ص ۸۹.

میں تقسیم ہوا، جن میں کچھ ختم ہو گئے اور کچھ آج بھی باقی ہیں۔

اسماعیلی فرقے اور ان کی شاخیں

الف۔ اسماعیلیہ خالص: ان لوگوں نے اسماعیل کو اپنا امام مانا۔ ان کی موت کا انکار کیا اور کہا کہ وہ غائب ہو گئے ہیں اور ایک دن ظہور کریں گے۔ اس فرقہ کے ماننے والوں نے امام جعفر صادق ؑ کے اسماعیل کی تشییع جنازہ میں شریک ہونے کو ایک ظاہری عمل قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ امام نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ لوگ ان کو مردہ سمجھ کر ان کو نقصان نہ پہونچائیں۔

جیسا کہ اسماعیلی مصنف عارق نے کتاب الامامة فی الاسلام میں لکھا ہے کہ امام جعفر صادق ؑ نے ۱۳۸ھ میں یہ دعوی کیا کہ ان کے فرزند اسماعیل کا انتقال ہو گیا ہے اور خلیفہ وقت منصور کے افراد کے سامنے اس پر بات کچھ لوگوں کو گواہ بنایا تا کہ حکومت کے افراد ان کو کوئی نقصان نہ پہونچا سکیں اس لئے کہ اسماعیل حکومت کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے تھے۔ جبکہ اسماعیل مدینہ سے بصرہ چلے گئے تھے۔ وہیں ۱۴۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔(۱)

ان لوگوں نے اپنے دعوے پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ اسماعیل سب سے بڑے بیٹے تھے اور امامت بڑے بیٹے کا حق ہے خاص طور پر چھٹے امام کی طرف سے ان کو جانشینی کے لئے چن بھی لیا گیا تھا۔

شیخ مفیدؒ نے اس استدلال پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ یہ بات اس صورت میں صحیح ہوتی جب بڑا بیٹا امام کے بعد زندہ رہے جبکہ اسماعیل پہلے ہی دنیا سے جا چکے تھے اور سب کے سامنے ان کی تشییع جنازہ ہوئی تھی۔ امام صادق ؑ نے حکم دیا تھا کہ چند مرتبہ ان کے تابوت کو زمین پر رکھ کر ان کا

---

(۱) تاریخ الفرق الاسلامیة، ص ۱۸۳.

کفن ہٹا کر ان کا چہرہ لوگوں کو دکھایا جائے تا کہ کسی کو ان کی موت پر شک نہ ہو۔اور امام صادقؑ کی طرف سے ان کو امام منصوب کئے جانے پر بھی کوئی روایت دلالت نہیں کرتی ۔(۱)

ب ۔مبارکیہ: یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے اسماعیل کی موت کا اعتراف کیا لیکن ان کے بعد ان کے بیٹے محمد کو امام مان لیا۔ان کے رہبر کا نام مبارک تھا اس لئے ان کو مبارکیہ کہا گیا ان کا عقیدہ تھا کہ امامت کا سلسلہ محمد ابن اسماعیل کی نسل میں باقی رہے گا۔محمد ابن اسماعیل کا انتقال ۱۹۸ھ میں ہوا۔(۲)

ج ۔قرمطیہ: کچھ زمانہ گذرنے کے بعد ۲۶۰ھ میں مبارکیہ سے ایک فرقہ نکلا جو قرمطیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ لوگ قائل تھے کہ محمد ابن اسماعیل زندہ ہیں اور وہی ساتویں اور آخری امام ہیں اور امر امامت سات کے عدد پر مرکوز ہے گرچہ شروع میں اسماعیل امام تھے لیکن ان کی امامت کے سلسلہ میں بداء واقع ہو گیا اور امامت محمد کی طرف منتقل ہو گئی جیسا کہ چھٹے امام سے روایت ہے: **مابَدَاَاللّٰهُ فی شی ء کمابَدَاَ له فی اسماعیل** اس گروہ کا رہبر حمدان ابن قرمط تھا لہٰذا قرمطیہ کہے گئے ۔

شیخ مفید نے ان کے اس استدلال پر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ اس روایت میں بداء امامت سے مربوط نہیں ہے اس لئے کہ روایت میں ہے کہ امامت اور نبوت میں بداء نہیں ہوتا۔اس پر علماء شیعہ کا اتفاق ہے۔اس روایت میں بداء سے مراد اسماعیل کی موت ہے۔

ایک دوسری حدیث میں امام صادقؑ سے مروی ہے: ''دومرتبہ اسماعیل کو خدا نے بیمار کیا اور ان پر موت لکھ دی گئی اور ہم نے پروردگار سے دعا کی اور خدا نے ان کو موت سے نجات دیدی میری دعا قبول ہو گئی اور ان کو صحت مل گئی.''(۱)

اسماعیلیوں کے القاب

ان کا مشہور ترین لقب اسماعیلیہ ہے لیکن اس کے علاوہ اور بھی بہت سے القاب ہیں۔جیسے:

---

(۱) الفصول المختارة فی العیون والمجالس ، ص ۳۰۹.

باطنیہ: اس لئے کہ یہ لوگ ہر ظاہر کے لئے ایک باطن کے قائل ہیں۔

سبعیہ: کیونکہ یہ لوگ سات اماموں کو مانتے ہیں۔

تعلیمیہ: اس لئے کہ یہ لوگ امام کو باطن امور کا عالم جانتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ کوئی شخص یہاں تک کہ پیغمبر بھی بغیر امام کی تعلیم کے باطن کا علم حاصل نہیں کر سکتا۔

ملحدہ: یہ وہ لوگ ہیں جو ظواہر شریعت کو چھوڑ کر صرف باطن پر اکتفاء کرتے ہیں (۱) یہ اسماعیلیوں کے عمومی القاب ہیں۔ اسکے علاوہ کچھ خاص فرقوں کے مخصوص القاب بھی ہیں جیسے: قرامطہ، فاطمیین، نزاریہ، مستعلیہ، (۲) آقاخانیہ جن کے بارے میں مزید تفصیلات آئندہ ذکر کی جائیں گی۔

---

(۱) قواعد العقائد، ص ۱۱۳، ۱۱۸۔ (۲) ملل ونحل، ج ۱، ص ۱۹۲۔

سوالات

۱۔ اسماعیلیہ کون لوگ ہیں اور کب وجود میں آئے؟

۲۔ ناووسیہ اور فطحیہ کون ہیں؟

۳۔ سمیطیہ اور موسویہ کی تعریف کرو۔

۴۔ اسماعیلیہ خالص کون لوگ ہیں؟ اپنے دعویٰ پر ان کی دلیل اور اس پر شیخ مفید کی تنقید بیان کریں۔

۵۔ فرقۂ مبارکیہ کے بارے میں بیان کریں۔

۶۔ قرمطیہ کون لوگ ہیں؟ ان کے عقائد مع تنقید شیخ مفید تحریر کریں۔

۷۔ اسماعیلیہ کے القاب تحریر کریں۔

گیارہواں سبق:

اسماعیلی علماء کے علمی آثاراور اصول عقائد

اصول عقائد

اسماعیلی اصول وعقائد کومحقق طوسی نے اپنی کتاب **قواعد العقائد** میں اس طرح نقل کیا ہے:

عالم امراور عالم خلق کی پیدائش

اسماعیلیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے لفظ کُن کے ذریعہ دو عالم پیدا کئے ہیں ایک عالم امراور عالم غیب ہے اور جو عقول ،نفوس ، ارواح اور حقائق کلی پر مشتمل ہے اور خداوند عالم سے سب سے نزدیک اس عالم میں عقل اوّل ہے۔

دوسرا عالم ظاہر جو عالم خلق وشہود ہے۔ یہ عالم اجزاء علوی وسفلی اوراجسام فلکی وعنصری پر مشتمل ہے اوراس عالم کی سب سے بڑی چیز عرش ہے، پھر کرسی اوراس کے بعد دیگر اجسام ہیں۔ان دونوں عالموں کا جس طرح کمال سے نقص کی طرف تنزل ہوا ہے اسی طریقہ سے یہ نقص سے کمال کی طرف پلٹتے ہیں یہاں تک کہ امر الٰہی جو کُـــــن کی صورت میں آیا ہے اس پر منتہی ہوتے ہیں۔اس طرح موجودات کا آغاز وانجام خدا کی طرف پلٹتا ہے۔

امامت ونبوت

امام عالم امر کا مظہر ہے اور اسکی حجت، عقل اول کی مظہر ہے۔ پیامبر نفس کل کا مظہر یعنی امام ہے۔ امام عالم باطنی کا حاکم اور دوسروں کا معلم ہے اور کوئی شخص بھی ان کے بغیر عالم باللہ نہیں ہوسکتا۔

پیغمبر عالم ظاہر کا حاکم ہے اور شریعت کا قیام پیغمبر سے ہے لہذا کسی وقت بھی کوئی زمانہ پیغمبر سے خالی نہیں ہوگا جس طرح امام کے وجود اور اسکی دعوت سے بھی خالی نہیں ہوسکتا۔

امام کبھی کبھی غائب ہوجاتا ہے لیکن اس کی دعوت ظاہر رہتی ہے تاکہ اللہ کی طرف سے بندوں پر حجت تمام ہوسکے۔(۱)

نبوت اور مراتب امامت

زمین پر ایک ناطق موجود رہتا ہے جو صاحب شریعت ہوتا ہے یعنی وہ ایسا پیغمبر جو قانون الٰہی کو اسکے فرشتوں سے لیکر لوگوں تک پہونچاتا ہے۔ ناطق عقل اول کا مشابہ زمینی ہے اسی طریقہ سے روئے زمین پر ایک اور امام ہوتا ہے جو پیغمبر کا بلافصل وارث اور امامت کی بنیاد اور ہر زمانہ کا پہلا امام ہوتا ہے جسکی مخصوص ذمہ داری نبوت کی راز داری کی صورت میں یہ ہوتی ہے کہ ظاہر کو اسکے پوشیدہ معنی سے تعبیر کر کے اسکی اصل تک پہونچا سکے۔ وصی، عقل دوم کے مشابہ ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ ایک اور امام ہوتا ہے جو اس پہلے امام کا وارث ہوتا ہے اور اسکی ذمہ داری ظاہر وباطن کے درمیان اعتدال پیدا کر کے ان میں ربط دینا ہوتی ہے۔

ادوار نبوت سات دور سے تشکیل پاتے ہیں اور ہر دورۂ غیبت ایک ناطق اور ایک وصی سے شروع ہوتا ہے اور سات سات (افراد) کے ایک یا چند گروہ ان کے جانشین ہوتے ہیں اور اسکے بعد یہ ادوار، آخری امام، امام قائم یا امام قیامت کے ذریعہ ختم ہوجاتے ہیں اور وہ امام مقیم ہوتا ہے اور اس کے بعد نیا پیغمبر بھیجا جاتا ہے۔

---

(۱) قواعد العقائد، ص ۱۱۴ و ۱۱۶.

چھ اولوالعزم پیغمبروں کے ادوار اس طرح ہیں:

آدمؑ :ان کے دور کے امام شیثؑ تھے۔

نوحؑ :ان کے دور کے امام سامؑ تھے۔

ابراہیمؑ :ان کے دور کے امام اسماعیلؑ تھے۔

موسیٰؑ :ان کے دور کے امام ہارونؑ تھے۔

عیسیٰؑ: ان کے دور کے امام شمعونؑ تھے۔

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:ان کے دور کے امام علیؑ تھے۔اوران کے ساتویں ناطق وہی امام قائم ہیں جونئی شریعت تو نہ لائیں گے لیکن پوشیدہ معانی کا اظہار کریں گے۔(۱)

اسماعیلیوں کی نظر میں امامت کے چار مراتب ہیں:

۱۔امام مقیم: یہ وہ امام ہیں جو پیغمبر ناطق کو بھیجتے ہیں اور یہ امامت کا بلندترین مرتبہ ہے جس کو رب الوقت بھی کہتے ہیں۔

۲۔امام اساس: یہ پیغمبر کا جانشین اوران کا راز دار و مددگار ہوتا ہے اور ائمہ مستقر اسکی نسل سے ہوتے ہیں۔

۳۔امام مستقر: یہ اپنے بعد والے امام کو معین کرتا ہے اور اسماعیلیوں کی نظر میں تعیین امام کے دو طریقے ہیں:۱۔وراثت ۲۔نص امام مستقر

۴۔امام مستودع: یہ امام مستقر کی نیابت میں امور امامت انجام دیتا ہے اور اپنے بعد امامت کی تعیین کا حق نہیں رکھتا اسکو نائب امام کہتے ہیں۔(۲)

---

(۱) تاریخ فلسفه اسلامی ،ج ۱، ص ۱۲۵ و ۱۲۶.

(۲) تاریخ الفرق الاسلامیة ،ص ۱۸۶.

باطن کی طرف میلان اورتاویل

دینی تعلیمات اوراحکام میں اسماعیلیوں کا اہم ترین عقیدہ باطنی گری اور تاویل ہے جسکے معنی یہ ہے کہ الٰہی شریعتوں کا ایک ظاہراورایک باطن ہوتا ہے اسکے باطن کوامام اور جانشین کے علاوہ کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔اور یہ ظاہری احکام درحقیقت ان باطنی امور کے رموز ہیں مثلاً طہارت کو باطنیہ کے مخالف مذاہب سے برائت کے معنی میں بیان کیا گیا ہے تیمّم کوکسی ایسے شخص سے علم حاصل کرنے کے معنی میں بتایا گیا ہے جسکو سیکھنے کی اجازت ہو۔نماز سے مرادامام کے لئے دعا کرنا ہے۔اور زکاۃ مستحقین میں علم دین کی نشرواشاعت کو کہا گیا ہے۔روزہ سے مرادظاہر پرستوں سے معرفت کو پوشیدہ رکھنا ہےاورحج تحصیل علم کے لئے سفرکرنے کا نام ہے۔(۱)

اس قسم کی تاویلات نے علماء اسلام کی نظر میں اسماعیلی عقائدکواسلامی عقائد کے لئے بہت بڑاخطرہ بتایاہے۔یہاں تک کہ ان کواسلامی فرقہ ماننے سے بھی انکارکردیاہے۔(۲)

استادمطہری اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:باطنیہ نے باطنی گری کی بنیاد پراسلام میں اتنی دخل اندازی کی کہ گویااسلام کو بدل دیا۔اسی لئے دنیاکے مسلمان ان کواسلامی فرقہ ماننے سے انکارکرتے ہیں۔تقریباً ۳۰ سال پہلے قاہرہ میں دار التقریب بین المذاهب الاسلامیه نام کاادارہ قائم ہوا جس میں شیعۂ اثناعشری، زیدی، حنفی، شافعی، مالکی،اورحنبلی سب کے نمائندوں نے شرکت کی لیکن اسماعیلیوں کوان کی بے پناہ کوششوں کے باوجوداس میں شرکت کی اجازت نہیں مل سکی۔(۳)

ہانری کاربن(hanry carbun)نے اثناعشری شیعوں اوراسماعیلیوں کےعرفان میں جو فرق بیان کیا ہے اس سلسلہ میں اس کا کہنا ہے کہ شیعہ عرفان ظاہر وباطن میں ہماہنگی اور اعتدال

---

(۱) تاريخ الفرق الاسلامية ،ص۱۹۳ .　　(۲) الفرق بين الفرق، ص ۲۸۲ .

(۳) آشنائی باعلوم اسلامی کلام عرفان ،ص ۲۱ .

کا معتقد ہے لیکن اسماعیلی عرفان تمام احکام کے لئے پوشیدہ معانی کا قائل ہے اور چونکہ باطنی معانی ظاہری معانی سے زیادہ اہم ہیں لہٰذا روحانی ترقی کا دارومدار پوشیدہ معانی کو درک کرنے پر ہے گویا شریعت ظاہری ایک چھلکے کے مانند ہے جس کو ہٹا کر اصل معانی تک پہونچنا ضروری ہے یہی کام اسماعیلیوں نے تاویلات کے ذریعہ انجام دیا ہے تاکہ اس طریقہ سے احکام شریعت کو ان کی حقیقت کی طرف پلٹایا جاسکے اور شریعت یا تنزیل کے حقیقی معانی تک رسائی ممکن ہوسکے۔ان کے عقیدہ کے مطابق اس شخص سے احکام وتکالیف محذوف ہیں جو معانی روحانی اور باطنی کے مبنیٰ کا اعتقاد رکھتے ہیں۔(۱)

علامہ طباطبائی نے بھی ایک کلی فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: اثنا عشری اور اسماعیلی شیعوں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اسماعیلیوں کا عقیدہ ہے کہ امامت کے سات دور ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم نہیں ہوئی ہے اور باطنیہ کے قول کے مطابق احکام شریعت میں تغیر وتبدل یا اصل تکلیف کے اٹھا لئے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اسکے برخلاف اثنا عشری شیعہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی مانتے ہیں اور ان کے بعد ان کے بارہ جانشینوں (اماموں) کے قائل ہیں ظاہر شریعت کو معتبر اور ناقابل نسخ مانتے ہیں اور قرآن کریم کے لئے ظاہر و باطن کے قائل ہیں۔(۲)

اسماعیلی علماء

باطنیہ اعتقادی انحرافات میں مبتلا ہونے کے باوجود ایک قابل توجہ فلسفی اور کلامی مکتب فکر کے حامل ہیں۔اس جگہ اسماعیلی علماء اور ان کے بعض آثار کا تذکرہ مناسب ہے:

۱۔ابوحنیفہ،نعمان ابن ثابت،معروف بہ ابوحنیفہ شیعی،متوفی ۳۶۳ھ قاضی القضاۃ المعز خلیفہ فاطمی،فقہ میں ان کی مشہور کتاب دعائم الاسلام ہے اور ان کی دیگر تالیفات المجالس والمؤامرات ، افتتاح الدعویٰ وابتداء الدولة.

....

(۱) تاریخ فلسفه، ص ۱۳۶ و ۱۳۵.　　　　(۲) شیعه در اسلام، ص ۶۹.

۲۔ابوحاتم رازی: متوفی ۳۳۲ھ صاحب کتاب اَعلام النبوۃ۔

۳۔ابویعقوب سجستانی: متوفی نصف دوم قرن چہارم۔ان کی تقریباً ۲۰ تصانیف ہیں انہیں میں سے ایک کشف المحجوب ہے۔

۴۔حمیدالدین کرمانی: متوفی ۴۰۸ھ یہ بہت سی کتابوں کے مؤلف ہیں۔

۵۔مؤید شیرازی: متوفی ۴۷۰ھ بہت سی کتابوں کے مؤلف ہیں جن میں سے ایک کتاب مجالس و دیوان ہے۔

۶۔ناصرخسرو: فارسی زبان کے مشہور شاعر جنکی مشہور کتابیں جامع الحکمتین، وجہ دین، خوان اخوان ہیں۔

اسماعیلی کی مستعلی شاخ میں بہت سے مصنفین گذرے ہیں۔جیسے ابراہیم ابن الحسان الحامدی داعی دوم (متوفی ۵۵۷ھ) حاتم ابن ابراہیم داعی سوم (متوفی ۶۱۲ھ)۔ان کے بیش قیمت جوابات جو انھوں نے غزالی کے حملوں کے جواب میں دیئے تھے ان کی بیس تصنیفوں میں مذکور ہیں۔علی ابن محمد الولید داعی پنجم (متوفی ۶۱۲ھ) ان کی دوسری تصنیفات کے علاوہ مشہور کتاب دامغ الباطل ہے جو انھوں نے اسماعیلیوں کے خلاف غزالی کی کتاب المستظهری کے جواب میں لکھی ہے۔حسین ابن علی داعی ہشتم (متوفی ۶۵۷ھ) الٰہیات اور معادشناسی کے سلسلہ میں ان کا خلاصہ چھپا ہے۔ادریس عمادالدین یمنی داعی نوزدہم (متوفی ۸۷۲ھ) ان کی بہت سی تصنیفات مشہور ہیں یہاں سے دورہ ہندی شروع ہوتا ہے اس دور میں حسن ابن نوح ہندی بہروشی (متوفی ۹۳۹ھ) کا ایک گرانقدر اثر اور یادگار ہے جو سات جلدوں پر مشتمل ہے۔اس دور میں مستعلی دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے داؤدی اور سلیمانی۔ان میں بھی بہت سی کتابیں پائی جاتی ہیں لیکن اب صرف عنوانات باقی رہ گئے ہیں۔

آ ثار اسماعیلی اَلمُوتی

مذہب اسماعیلی الموت (ایران میں اسماعیلیہ نزاریہ) کے سلسلہ میں کچھ آ ثار باقی ہیں جو زیادہ تر شیعہ اثناعشری کی تالیف ہیں جیسے دو رسالہ جن میں اہم ترین روضۃالتسلیم ہے۔ جو خواجہ نصیر الدین طوسی کی تالیف ہے۔

مذہب اسماعیلی الموت کے سقوط کے بعد تصوف کے لباس میں زندہ رہا اور اسکے بعد سے صوفی ادب میں ایک قسم کا ابہام پایا جاتا ہے اور ظاہراً قہستانی (متوفی ۷۲۰ھ) پہلا شخص ہے جس نے صوفی اصطلاحات سے استفادہ کیا۔ سید سُہراب ولی بدخشانی (متوفی ۸۵۶ھ) اور پندرہویں صدی کے نصف میں ابواسحاق قہستانی کے اسماعیلیہ فلسفہ میں اہم آ ثار موجود ہیں خیر خواہ ہروی (متوفی ۹۶۰ھ) بھی ایک کثیر التصنیف اسماعیلی تھے جن کا بنیادی اثر کلام پیر ہے جو ابواسحاق کے ھفت فصل کی شرح شمار ہوتا ہے اور محقق طوسی کی روضۃالتسلیم کے ساتھ مل کر سنت الموتی اسماعیلی فلسفہ کی مکمل تصویر پیش کرسکتا ہے۔ پیر شہاب الدین حسینی ابن آ قا خان دوم کے بھی چند رسالہ ہیں جو اسماعیلی عرفان کا بہترین خلاصہ قرار دیئے جاسکتے ہیں۔(۱)

....

(۱) تاریخ فلسفه اسلامی، ج۱، ص ۱۰۹ و ۱۰۷.

سوالات

۱۔آغاز وانجام وجود کے بارے میں اسماعیلی نظریہ لکھیں۔
۲۔امامت ونبوت کے بارے میں اسماعیلی نظریہ لکھیں۔
۳۔اسماعیلیوں کی نظر میں امامت کے مراتب بیان کریں۔
۴۔مذہب اسماعیلیہ کی باطنی گری اور اس کے خلاف مسلمانوں کے ردعمل پر روشنی دالیں۔
۵۔شیعہ اور اسماعیلی عرفان کے بارے میں ہانری کاربن کے بیان پر روشنی ڈالیں۔
۶۔اثنا عشری شیعہ اور مذہب اسماعیلی میں واضح فرق کے بارے میں علامہ طباطبائی کا نظریہ تحریر کریں۔
۷۔چند اسماعیلی علماء کے اسماء اور ان کی کتابوں کے نام ذکر کریں۔

بارہواں سبق:

فاطمی اور قرامطی

قرامطہ اور فاطمیین: اس فرقہ کا بانی عبید اللہ المہدی (متوفی ۳۲۲ھ) ہے۔ یہاں پر ایک سوال ہے کہ ان کو فاطمیہ کیوں کہا جاتا ہے۔ بظاہر اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی طرف منسوب ہیں۔ اس سلسلہ میں چند نظریے ہیں:

فاطمیوں کا سلسلۂ نسب

فرقہ فاطمیہ کا بانی عبید اللہ المہدی (متوفی ۳۲۲ھ) ہے جس نے فاطمی حکومت کی بنیاد رکھی البتہ ان کو فاطمی کیوں کہا جاتا ہے کیا اس سے مراد اولاد فاطمہ زہرا علیہا السلام ہونا ہے یا اسکی کوئی اور وجہ ہے اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں۔

بعض لوگوں نے یقینی طور پر حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کی طرف منسوب ہونے کا انکار کیا جن میں سے ایک دُخویہ ہے جس نے اپنی کتاب یادی از قرامطه بحرین و فاطمیان میں اس سلسلہ میں بہت سی دلیلیں ذکر کی ہیں۔ جن میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ خلفاء عباسی بغداد اور اموی قرطبہ نے دو مرتبہ ۴۰۲ھ اور ۴۴۴ھ میں ان کے فاطمی نسب ہونے کا انکار کیا ہے اور دوسری طرف دروز کی مقدس کتابوں میں

صراحتاً ذکر ہوا ہے کہ اس سلسلہ کا آغاز عبداللہ ابن میمون سے ہے جو خلفاء فاطمی کا جد اعلیٰ ہے۔(۱)

بعض دوسرے لوگوں نے حضرت فاطمہ کی طرف ان کی نسبت کو صحیح جانا ہے جیسا کہ جرجی زیدان نے کہا ہے فاطمی حکام نے پہلے افریقہ میں حکومت کی ان کی حکومت کا مرکز مہدیہ تھا یہ شیعہ حکام اپنے کو امام حسینؑ کی نسل سے جانتے تھے لیکن مؤرخین بنی عباس نے ان کی اس نسبت کو جھٹلایا ہے۔لیکن ہمارا احتمال قوی ہے کہ ان کی یہ نسبت صحیح ہے اور اس کی تردید یا تکذیب بنی عباس کی خیر خواہی کی دلیل ہے۔(۲)

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی حتمی نظریہ نہیں دیا جاسکتا۔(۳) جیسا کہ س۔م اسٹرنگ نے کہا ہے کہ مشہور ہے کہ فاطمی سلسلۂ حکومت ایک رسمی سند کے مطابق کچھ پوشیدہ آئمہ کے ذریعہ محمد ابن اسماعیل کی طرف پلٹتا ہے لیکن اس سلسلہ میں متضاد روایات نے مسئلہ کو پیچیدہ بنادیا ہے۔خلفاء فاطمی کے مخالفین نے ان کو محمد ابن اسماعیل کی نسل نہیں قرار دیا بلکہ اسماعیلی مذہب کی بنیاد عبداللہ ابن میمون قداح کی طرف منسوب کی ہے۔مذکورہ ائمہ مستورہ اور فاطمیین کو علیؑ ابن ابی طالب کی نسل سے ہونے کا جھوٹا دعویدار قرار دیا ہے۔اس نظریہ کو بغض وعناد کی بناء پر من گھڑت بھی قرار دیا جاسکتا ہے البتہ اس تصور کے ساتھ کہ اسماعیلی مذہب کے ساتھ ساتھ قداحی اجداد کے مذہب کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔بعض لوگوں نے امام مستودع اور امام مستقر کے درمیان فرق کرکے اس مشکل کو حل کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر چہ سلسلہ فاطمیہ کا بانی عبیداللہ المہدی نسب فاطمی کا حامل نہیں تھا لیکن فاطمی خلفاء کا نسب حقیقتاً فاطمی ہے اور عبیداللہ ہی سعید ابن حسین ابن عبداللہ ابن قداح ہے اور میمون قداح اور اسکے بیٹے امام مستودع ہیں عبیداللہ مہدی بھی امام مستودع تھا جس نے ودیعہ امامت کو اپنے منھ بولے بیٹے القائم دوسرے خلیفۂ فاطمی کے سپرد کردیا اور ایسا اس وجہ سے ہوا کہ اسماعیلیوں کے حقیقی ائمہ محصور تھے اور معتضد عباسی کے خوف سے چھپ گئے تھے۔اسی لئے حسین جو

(۱) تاریخ شیعہ، ص ۲۱۳. (۲) تاریخ تمدن اسلامی، ص ۸۴۶.

(۳) نهضت قرامطه، ص ۲۹ و ۲۸.

امام مستودع تھے نے ودیعۂ امامت کو اپنے بیٹے سعید کے سپرد کیا تا کہ یہ امانت اسکے حقیقی وارث القائم بامر اللہ فاطمی تک پہونچائی جا سکے۔(۱)

خلفاء فاطمی کی تعداد

۲۹۲ھ سے ۵۶۷ھ تک افریقہ اور بعض دوسرے علاقوں پر فاطمی حکومت قائم رہی اور پھر ایوبی حکام کے ذریعہ اس حکومت کا خاتمہ ہو گیا اس مدت میں ان کے ۱۴ خلفاء ہوئے:

۱۔عبیداللہ المھدی متوفی ۳۲۲ھ

۲۔القائم بامر اللہ متوفی ۳۳۴ھ

۳۔المنصور متوفی ۳۴۱ھ

۴۔المعز لدین اللہ (متوفی ۳۶۵ھ) نے ۳۶۲ھ میں قاہرہ پر قبضہ کیا اور فاطمی خلافت کو مہدیہ سے مصر منتقل کیا اور اس طرح مصر میں اخشیدی اور عباسی اثرات کو ختم کیا۔

۵۔العزیز باللہ متوفی ۳۸۶ھ

۶۔الحاکم بامر اللہ متوفی ۴۱۱ھ

۷۔الظاہر لاعزاز دین اللہ متوفی ۴۲۷ھ۔تقریباً ساٹھ سال حکومت۔

۸۔المستنصر باللہ متوفی ۴۸۷ھ

۹۔المستعلی باللہ متوفی ۴۹۵ھ

۱۰۔الآمر باحکام اللہ متوفی ۵۲۴ھ۔پانچ سال کی عمر میں خلیفہ ہوا اور لا ولد ہونے کی وجہ اسکا چچازاد بھائی اسکا جانشین ہوا۔

۱۱۔الحافظ لدین اللہ متوفی ۵۴۴ھ

(۱) تاریخ شیعہ و فرقہ ھای اسلام، ص ۲۱۴ و ۲۱۳.

۱۲۔ الظافر بالله متوفی ۵۴۹ھ
۱۳۔الفائز بنصر الله متوفی ۵۵۵ھ
۱۴۔العاضد بدین الله متوفی ۵۶۷ھ(۱)

فاطمی خلفاء اور شیعی آداب وشعائر کی نشر واشاعت

جرجی زیدان کا کہنا ہے کہ فاطمی خلفاء نے تمام امور میں عباسی خلفاء کا اتباع کیا سوائے دینی امور کے اس سلسلہ میں وہ شیعوں کے اماموں کے فتووں پر عمل کرتے تھے۔یعقوب ابن کلس وزیر العزیز باللہ نے فقہ اسماعیلی کے بارے میں ایک کتاب لکھی جو آدھی صحیح بخاری کے برابر تھی۔خود وزیر اسکو پڑھاتا تھا اور جو بھی اس کتاب کو یاد کر لیتا تھا اسکو انعام ملتا تھا۔بادشاہ وقت کی طرف سے ان ۳۵ فقہاء کو جو وزیر کے درس میں آتے تھے ماہانہ وظیفہ ملتا تھا اور جو اس کتاب کے علاوہ کوئی اور کتاب پڑھتا تھا اسکو سزا ملتی تھی بقیہ خلفاء نے بھی مذہب شیعہ کی نشر واشاعت کو اہمیت دی اور جس وقت الظاہر خلیفہ ہوا اس نے حکم دیا کہ مصر میں صرف دو کتابیں پڑھائی جائیں ایک مختصر الوزیر اور دوسرے دعائم الاسلام اور اسکے حافظین کو انعام دیا جائے۔(۲)ان لوگوں نے شیعی شعائر کا بھی احترام کیا۔روز عاشورہ عام تعطیل کا اعلان کیا اور پورا دن عزاداری میں مشغول رہتے یہاں تک کہ بعض اوقات خلیفہ بھی پابرہنہ عزاداروں کے درمیان آکر ان کو کھانا کھلاتا۔اسی طریقہ سے غدیر کے دن بھی عمومی عید کا اعلان کیا گیا۔عوام وحکام دونوں خلیفہ کی بزم میں حاضر ہوتے تھے اور خطیب،غدیر کے دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ پڑھتا اور اسکی تفسیر بیان کرتا۔اس دن شادی بیاہ کے پروگرام ہوتے۔فقیروں کو انعام دیا جاتا۔خلفاء وحکام کی طرف سے بہت بڑی رقم عیدی میں تقسیم ہوتی اور اس قسم کے پروگرام پنجتن پاک کی ولادت کے موقع پر بھی منعقد ہوتے۔

(۱) تاریخ الخلفاء ،ص ۵۲۴ ؛ الشیعة والتشیع ،ص ۱۷۳ و ۱۶۳ . (۲) تاریخ تمدن اسلامی ،ص ۸۴۵ و ۸۴۸.

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ فاطمی حکام الحافظ لدین اللہ کی خلافت اور ابوعلی الافضل کی وزارت کے زمانہ میں اثنا عشری مذہب کی طرف مائل ہو گئے لیکن ۵۲۶ھ میں وزیر کے قتل ہو جانے کے بعد دوبارہ اسماعیلی مذہب کی طرف پلٹ گئے۔ البتہ اتنا بہر حال طے ہے کہ اس زمانہ میں اثنا عشری مذہب کے لئے کوئی مشکل نہیں تھی اور دونوں احتمال یعنی فاطمیوں کی اثنا عشری یا اسماعیلی ہونے کی اپنی اپنی دلیلیں ہیں اگر چہ بعض لوگوں نے اثنا عشری ہونے کو ترجیح دی ہے۔(۱)

قرامطہ کی روداد

قرامطہ ایک ہنگامہ کرنے اور اپنے کو نمایاں کرنے والی جماعت تھی۔ ان کے ہنگاموں کے دو پہلو ہوتے تھے شروع میں صرف عباسی حکومت پر حملہ کرتے تھے لیکن بعد میں عوام پر بھی حملے شروع کر دیئے اور بھیانک قتل عام کا ارتکاب کیا جس کی داستان مؤرخین نے اس طرح نقل کی ہے حمدان قرمط ایک علوی داعی کی طرف سے واسط بھیجا گیا تا کہ لوگوں کو اسماعیلی مذہب کی طرف دعوت دے اس سرزمین پر نبطی اور سوڈانی عربوں کی ملی جلی آبادی تھی جو سب کے سب فقیر تھے وہ حکام اور ثروتمندوں کے مخالف تھے لہٰذا قرامطہ کی دعوت کو قبول کر لیا قرامطہ نے کوفہ کے نزدیک دارالھجرۃ نامی مرکز قائم کیا اور وہاں سے تبلیغات شروع کیں۔ انھوں نے لوگوں سے چندہ لے کر ان کی مشکلات حل کرنے کی تدبیر کی اور کچھ عمومی مؤسسات قائم کئے۔ ان کا نعرہ اتحاد و برادری تھا لہٰذا آخر کار ان کی دعوت واسط سے نکل کر دوسرے شہروں تک پہونچ گئی۔ اسی طرح ابوسعید جنّابی نے تقریباً ۲۸۶ھ میں قیام کیا اور لوگوں کو بنی عباس کے خلاف بھڑکایا۔ یہاں تک کہ بغداد میں بھی ان کے حامی پیدا ہو گئے۔ معتضد عباسی نے ان کی تنبیہ کے لئے بحرین کی طرف ایک لشکر بھیجا جس کو قرامطہ کے ہاتھوں شکست کھانا پڑی۔ اس کے بعد ابوسعید کے بیٹے ابوطاہر نے قرامطہ کی قیادت کی ذمہ داری

(۱) تاریخ الشیعة، شیخ محمد حسین مظفر، ص ۱۹۱ و ۱۸۸.

سنبھالی۔ان کی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا۔بصرہ،کوفہ اور حجاز پر بھی ان لوگوں نے دھاوا بول دیا اور انھیں فتح بھی ہوئی اسی طرح کے ایک حملہ میں انھوں نے حرمت کعبہ کو پامال کیا۔حاجیوں کو قتل کیا اور ان کے اس قتل عام میں مرنے والوں کی تعداد بھوک سے مرنے والوں کی تعداد کے علاوہ ۳۰۰۰۰ تک پہونچ گئی۔

اس زمانہ میں لوگ ناامنی کا احساس کرنے لگے راستے ناامن ہوگئے۔ابوطاہر نے مکہ پر ایک دوسرا حملہ کر کے پھر بھیانک قتل عام کیا اور قتل وغارت کا سلسلہ ۱۲/دن تک چلتا رہا یہاں تک کہ یہ لوگ حجرالاسود بھی اٹھالے گئے ۔ ۳۲۷ھ میں ابوطاہر اور حکومت عباسی میں صلح ہوگئی اور اس کے مطابق ابوطاہر نے وعدہ کیا کہ زائرین کی حمایت کرے گا جسکے بدلہ ان سے سالانہ ٹیکس لے گا۔ابوطاہر کی موت کے بعد اسکے بھائیوں نے حکومت کی اور صلح کی سیاست کو باقی رکھا۔ ۳۳۹ھ میں حکومت عباسی سے ایک بہت بڑی رقم لے کر ان کی پے در پے درخواست نیز منصور خلیفۂ فاطمی کی سفارش پر حجرالاسود کو دوبارہ مکہ واپس کیا۔(۱)

قرامطہ کی شکست واختتام

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ قرامطہ کی تحریک حمدان قرمط کے ذریعہ عراق کے شہر واسط سے شروع ہوئی اسکے بعد اس کے ایک حصہ نے ابوسعید جنّابی کی قیادت میں بحرین میں اقتدار حاصل کرلیا اور قرامطہ کی یہ تحریک بحرین میں چوتھی صدی کے آخر یعنی ۳۸۷ھ تک فعال رہی ۔ ۳۸۷ھ میں بنی منتفق عقیلی کے رئیس قبیلہ، اصغر نے قرامطہ کو شکست دی اور احساء کی ناکہ بندی کردی۔

قطیف کو ویران کردیا اور مال غنیمت بصرہ لے گیا اسکے بعد زیارت کے راستوں پر قبضہ کر کے ان سے ٹیکس لینے کا حق اصغر کو مل گیا اور قرامطہ ایک مقامی طاقت کی صورت میں محدود ہوگئے اپنی حکومت کے خاتمہ کے بعد یہ لوگ یا اسماعیلی مذہب کی طرف مائل ہوگئے یا ختم ہوگئے ۔اگرچہ

(۱) ظهر الاسلام، ج۴، ص ۱۳۴ و ۱۳۲ ؛ نهضت قرامطه، ص ۸۲ و ۸۱.

شباش نامی فرقہ کے ایک رہبر اور اسکے گھرانے کا تذکرہ ملتا ہے جس کا اتباع بہت سے قرامطہ نے کیا اوراس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ممکن ہے جنوبی عراق میں اس طرح کے کچھ لوگ موجود رہے ہوں یا اب بھی موجود ہوں۔لیکن ۷۳۸ھ کے بعد سے ان کے بارے میں صحیح معلومات آج کے معاشرہ میں موجود نہیں ہے۔بحرین کے قرامطہ ۴۵۹ھ میں جزیرہ اوال کے لوگوں کی بغاوت کے بعد اپنی حکومت سے ہاتھ دھو بیٹھے اور ۴۷۰ھ میں قبیلہ بنی عامر ابن ربیع نے مکمل طور پر قرمطی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔(۱) قرامطہ کی فعالیت کا دوسرا مرکز سوریہ تھا (قرامطیون) ۲۸۸ھ میں ذکرویہ نامی شخص نے سوریہ کے جنگلوں میں قبیلہ بنو علیھص کے درمیان قرامطہ کی موجودگی کا اعلان کیا۔۲۸۹ھ میں دمشق کی ناکہ بندی میں اسے قتل کر دیا گیا اسکے بھائی ابو عبداللہ احمد نے اپنے کو اسکا جانشین قرار دیا۔وہ بھی ۲۹۱ھ میں بغداد میں گرفتار ہو کر قتل کر دیا گیا۔

سوریہ میں قرامطہ کا مرکز شہر سلیمیہ تھا لیکن یہاں پر یہ تحریک کسی فعالیت یا دروزیوں سے کسی طرح کا مقابلہ کئے بغیر ختم ہوگئی البتہ کچھ چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں خطی نسخے آج بھی باقی ہیں لیکن وہ راشدالدین سنان سوری اور دبستان محمود خانی (مؤبد شاہ) چند لوگوں کی تحریروں اور کچھ فارسی اور عربی متون کے علاوہ کوئی مستقل لیٹریچر نہیں ہے۔قرامطہ کی دعوت ۲۶۶ھ میں یمن کے دارالہجرۃ میں عون لاعہ کے نزدیک منصور الیمن (ابن حوشب) کے ذریعہ باقی تھی لیکن مقامی زیدی قبیلوں کے رئیسوں کے قیام کی وجہ سے ناکام ہوگئی اور اس کے بعد صرف چند چھوٹی چھوٹی بستیوں میں قائم رہ سکی۔ ایران میں ۲۶۰ھ میں شہر رے میں خلف کے ذریعہ شروع ہوئی اور آہستہ آہستہ مروالرود، طالقان اور جوزجان تک پہونچ گئی اور وہاں کا حاکم بھی اس مذہب کی طرف مائل ہو گیا۔

دیلمستان جو بعد میں نزاری اسماعیلیوں کی حکومت کا مرکز بنا آخر کار محمد نسفی برذعی (متوفی ۳۳۱ھ)

---

(۱) نهضت قرامطه، ص ۵۲ و ۵۱.

کے تحت حکومت آ گیا اور اس نے سامانی حکام کو قرامطہ کی طرف دعوت دی لیکن اس کے قتل نے قرامطہ کی سیاسی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔(۱)

فاطمیوں اور قرامطہ میں رابطہ

ابن رزام اور اسکے تابعین نے ان دونوں تحریکوں کو ایک شمار کیا ہے اور بعض مسلم مصنفین نے اس موضوع پر زیادہ روشنی نہیں ڈالی ہے۔ جدید اسماعیلی اپنے کو قرامطہ سے الگ جانتے ہیں۔ سب سے پرانا مدرک جو ان دونوں کے ایک ہونے کی تائید کرتا ہے یا کم سے کم ان کے درمیان تعاون کا اعلان کرتا ہے۔ ثابت ابن سنان صابی کی کتاب ہے ثابت پر اسماعیلیوں کو بدنام کرنے کا الزام نہیں لگایا جا سکتا اس لئے کہ فاطمیوں سے اسکی کوئی دشمنی نہیں تھی۔ ثابت نے دونوں کے ایک ہونے پر زیادہ اصرار بھی نہیں کیا ہے بلکہ اسکا یہ قول ایک ضمنی اور غیر مستقل دلیل شمار کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال ان دونوں کو ایک قرار دینا صحیح بھی نہیں ہے اس لئے کہ امامت کے مسئلہ میں ان کے درمیان شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔

قرامطہ محمد ابن اسماعیل کو آخری زندہ اور غائب امام مانتے ہیں لیکن فاطمی آل اسماعیل میں سلسلہ امامت کے باقی رہنے کی بات کرتے ہیں۔ دوسرا شدید اختلاف ان دونوں کے درمیان ان کی انقلابی فکر کے اعتبار سے ہے فاطمیوں نے مصر پر اپنی حکومت کے قیام کے بعد اپنے دیرینہ دشمنوں کے ساتھ نرم برتاؤ رکھا یہاں تک کہ بعض اوقات ان سے قریبی روابط کی بنیاد پر اپنے اصول تک کو نظر انداز کر دیا جبکہ قرامطہ نے عباسی حکومت کی سرزمینوں میں رہنے کے باوجود اپنے اصول وضوابط کا مکمل لحاظ کیا اگر چہ فاطمی عباسیوں کے ساتھ قرامطہ کی دشمنی سے ناخوش نہیں تھے پھر بھی عوام کی قتل و خونریزی کو برا سمجھتے تھے۔ مورخین نے ان دونوں کے درمیان فوجی لڑائی کی خبریں بھی دی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیلی اور قرامطہ اسماعیل اور محمد ابن اسماعیل کی امامت کا مشترک عقیدہ رکھنے

....

(۱) نهضت قرامطه، ص ۸۳ و ۸۱.

کے باوجود استمرار امامت اور سیاسی وانقلابی طرز تفکر میں ایک دوسرے سے بہت دور تھے جس کا نتیجہ بعض اوقات جنگ کی صورت میں بھی ظاہر ہوا اگر چہ یہ اختلافات پائیدار نہیں تھے اور بعض اوقات ان کے درمیان دوستانہ ماحول بھی بنا رہا۔(۱)

سوالات

۱۔نسب فاطمی کے بارے میں نظریات تحریر کریں۔
۲۔فاطمی حکومت کے آغاز وانجام اوران کی حکومت کے علاقہ کے بارے میں بیان کریں۔
۳۔شیعی آداب وشعائر کی ترویج میں فاطمیوں کے کردار پر روشنی ڈالیں۔
۴۔قرامطہ کے حالات مختصر بیان کریں۔
۵۔فاطمیوں اورقرامطہ کے درمیان فرق بیان کریں۔

(۱) بنیادهای کیش اسماعیلیان ،ص ۱۲۱ و ۱۲۹ .

تیرہواں سبق:

اسماعیلیوں کے دیگر فرقے

اسماعیلی مذہب میں کچھ نئے فرقے بھی پیدا ہوئے ہیں جنکی تفصیلات اس طرح ہیں:

ا۔ مستعلیہ اور بُہرَہ

فاطمیوں کی حکومت کے زمانہ میں ان کا خلیفہ تمام امور مملکت کی دیکھ بھال خود کرتا تھا۔ ملک کی تینوں قوتیں حکومت، دینی رہبری اور فوج اسی کے زیرنگرانی رہتی تھیں۔ الحاکم کی موت کے بعد سے فوجی حکام نے خلیفہ کے مقابلہ میں اپنی طاقت میں اضافہ کرلیا اور ۴۶۶ھ میں بدرالجمالی جوعکہ کی فوج کا کمانڈر تھا خلیفہ کی پیشکش سے پورے ملک پر قابض ہوگیا۔ وہ فوج کا کمانڈر، مذہبی پیشوا اور حکومت فاطمی کا وزیر بن گیا اور اسکے بعد یہ سلسلہ میراث کے طور پر اسکی نسل میں منتقل ہونے لگا۔ ۴۸۷ھ میں بدرالجمالی کا بیٹا الفضل اپنے باپ کا جانشین ہوا اور اسکے کچھ ہی دنوں بعد خلیفہ کی موت نے اس کو نئے خلیفہ کے انتخاب سے دوچار کیا۔ ایک طرف اس کے سامنے المستنصر کا بیٹا نزار تھا جو ایک طاقتور جوان ہونے کے ساتھ ساتھ پہلے سے ولایت عہدی کے طور پر منتخب بھی ہو چکا تھا تو دوسری طرف نزار کا بھائی مستعلی

جو ایک بے یار و مددگار جوان تھا۔ لہٰذا اگر حکومت و خلافت اسے مل جاتی تو وہ پوری طرح اپنے کمانڈر اور وزیر افضل کی مرضی کے مطابق حکومت کرتا۔ لہٰذا افضل نے اپنی بیٹی کا عقد مستعلی سے کر دیا اور اسے خلیفہ بنا دیا۔(۱)

جن لوگوں نے مستنصر کے بعد مستعلی باللہ کو اپنا خلیفہ مانا ان کو مصر، یمن اور مغربی افریقہ میں مستعلیہ اور ہندوستان میں بہرہ کہا جانے لگا۔ بہرہ یا گجراتی سے لیا گیا ہے یا ہندی کے لفظ و ھــــرہ سے جس کے معنی ہیں تجارت پیشہ۔ اس لئے کہ اسماعیلی مذہب کو قبول کرنے والے شروع میں گجراتی تاجر تھے اگر چہ کچھ سنی کسان بھی بہرہ کہے جاتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف تجارت کی بنیاد پر یہ لقب نہیں دیا گیا البتہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ لوگ شروع میں تاجر اور اسماعیلی مذہب تھے بعد میں سنی اور کسان ہو گئے تو تجارت کی بنیاد پر بہرہ کہا جانا صحیح ثابت ہو سکتا ہے۔ فاطمی مذہب کا پہلا داعی جو ہندوستان آیا اسکے سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں۔ مشہور قول یہ ہے کہ اسکا نام عبداللہ تھا المستنصر کے حکم سے اس نے ہندوستان کا سفر کیا اور ۴۶۰ھ میں جنوبی ہندوستان کے صوبہ گجرات پہونچا اور پوری زندگی وہیں بسر کی اور آخر وہیں اس کا انتقال ہوا۔ اس وقت جنوبی ہندوستان کے اس صوبہ گجرات میں چالوکیہ خاندان کے ہندو بادشاہ حکومت کرتے تھے جو مسلمان مبلغین کے خلاف کسی سخت موقف کا اظہار نہیں کرتے تھے لہٰذا تقریبا ۳۰۰ سال ان نومسلم بہروں نے بڑے سکون سے گذارے لیکن جب ہندوؤں کی حکومت ختم ہوگئی اور متعصب سنی اس علاقہ کے حکمراں ہوئے تو بہروں کے لئے زندگی بسر کرنا مشکل ہو گیا اور بہت سے بہرہ سنی ہو گئے۔ بہروں کے عقیدے کے مطابق ابوالقاسم طیب اپنے باپ الآمر بامراللہ کی موت کے بعد غائب ہو گئے اور ان کی غیبت کے بعد فاطمیوں کی مرکزیت یمن اور پھر ہندوستان میں منتقل ہوگئی اور ان کے عقیدے کے مطابق امام سب سے بلند روحانی پیشوا اور

(۱) تاریخ شیعه وفرقه های اسلام، ص ۲۲۲ و ۲۲۵.

ولایت مطلقہ کا مالک ہے۔اسکے خادم ۲۶/افراد ہیں جن میں سے ۲۵/مقام حجت کے مالک ہیں اور ایک داعی بلاغ ہے۔اگر امام غیبت میں رہیں تو یہ افراد بھی ان کے ساتھ غیبت میں رہتے ہیں۔ان کے بعد کی منزل داعی مطلق ہے جو نائب امام اور صاحب اختیار ہوتا ہے اوراسکو ان کا پیشوائے ولایت کہا جاتا ہے جس کو وہ لوگ ملاجی یا ملا صاحب بھی کہتے ہیں۔

۲۔بہرۂ داؤدی اور بہرۂ سلیمانی

بہروں کے چھبیسویں داعی مطلق داؤد ابن عجب شاہ کی وفات کے بعد بہرے دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے:

پہلا گروہ داؤد برہان الدین کو داعی مطلق سمجھتا تھا اور دوسرا گروہ سلیمان ابن حسن کو یہ دونوں احمد آباد ہی میں انتقال کر گئے اور ان دونوں کے مرقد بہروں کی زیارتگاہ ہیں۔

ان کے بعد سلیمانیہ کے داعی مطلق یمن میں آباد ہو گئے اگر چہ ان کا ایک نمائندہ منصوب کے نام سے ہندوستان میں بھی رہتا ہے۔اسماعیلی بہروں کی تعداد پوری دنیا میں تقریباً ۲۰ ہزار ہے جن میں ایک ہزار سلیمانی ہیں اور بقیہ داؤدی۔دونوں گروہ داعی مطلق کے علاوہ تمام اعتقادی اور عبادی مسائل میں متفق ہیں یہ لوگ عموماً تاجر اور دولتمند ہیں جو پاکستان، سری لنکا اور مشرقی افریقہ میں حکومتی اور عدالتی عہدوں پر بھی فائز ہیں۔بہرے حج، نماز، روزہ، جہاد اور بقیہ فروع دین کا اعتقاد رکھتے ہیں اور پیغمبر اکرم ﷺ اور چھٹے امام تک ائمہ معصومین (ع) کی زیارت کے لئے مدینہ اور عراق بھی جاتے ہیں اسماعیلی داعیوں اور ان کی قبور کی بھی زیارت کرتے ہیں ان کے شادی بیاہ کے مراسم یا ولادت و وفات کے پروگرام اور مذہبی عیدیں ہندو اور شیعہ اثنا عشری آداب و رسوم کا مجموعہ ہیں۔(۱)

(۱) دائرۃ المعارف تشیع، ج۳، ص۵۲۶۔ ۵۲۹۔

۳۔نزاریہ وآقاخانیہ

مستعلی کے حکومت پر قابض ہونے کے بعد نزار اسکندریہ بھاگ گیا اور وہاں مستعلی کی مخالفت پر کمر بستہ ہوا لیکن جلد ہی گرفتار ہو کر قتل ہو گیا اس کے چاہنے والوں نے مستعلی کو خلیفہ ماننے سے انکار کر دیا اور فاطمی اسماعیلیوں سے اپنا رشتہ توڑ لیا۔فرقہ نزاریہ نے شروع میں حسن صباح
کے ذریعہ ایران کے شہر الموت کے قلعوں کو اپنی فعالیت کا مرکز قرار دیا لیکن ایران پر مغلوں کے حملہ کے بعد اسکا خاتمہ ہو گیا پھر ۱۲۵۵ھ میں آقاخان محلاتی نے جو نزاریہ سے متعلق تھا کرمان کے علاقہ میں محمد شاہ قاچار کے مقابلہ میں قیام کیا لیکن جلد ہی شکست کھا کر ہندوستان کے شہر بمبئی بھاگ گیا اور اپنی امامت کے اعلان کے ساتھ نزاری مذہب کی ترویج شروع کی اسکے بعد سے اس گروہ کو آقاخانیہ کہا جانے لگا۔ان کے مخالفین ہندوستان میں ان کو خوجہ کہتے ہیں یہ لوگ بہروں کی بہ نسبت احکام دین کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔(۱)

حسن صباح اور دعوت جدید

مستعلی مذہب کو دعوت قدیم اور نزاری مذہب کو دعوت جدید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔یہ مذہب حسن صباح کے ذریعہ رائج ہوا جس کا مختصر بیان یہ ہے:

حسن صباح ایرانی تھا شروع میں اثنا عشری شیعہ تھا لیکن بعد میں اسماعیلی مبلغین کی تبلیغ سے ان کے مذہب کی طرف مائل ہو گیا ۴۷۱ھ میں مصر گیا اور وہاں ڈیڑھ سال قیام کیا مصر سے مراکش ملک بدر کر دیا گیا اور ۴۷۲ھ میں اسکندریہ پہونچ گیا وہاں سے سوریہ اور حلب ہوتا ہوا ۴۷۳ھ میں اصفہان پہونچا اس وقت اسکی عمر ۲۷ سال تھی اس نے سلجوقیوں کے خلاف قیام کیا۔وہ لوگ اسکے پیچھے

....

(۱) شیعه در اسلام، ص۶۷؛ تاریخ فلسفه اسلامی، ج۱، ص۱۰۸؛ تاریخ الفرق الاسلامیه، ص۱۹۵.

پڑ گئے تو اس نے مخفی زندگی گذارنا شروع کردی اور آخرکار دیلم کی پہاڑی سرزمین اور الموت کے ناقابل تسخیر قلعہ کو اپنی اور اپنے ساتھیوں کے لئے پناہ گاہ قرار دے کر ۴۸۳ھ میں وہاں پہونچ گیا۔

امامت دعوت جدید میں

دعوت جدید میں امامت کی تین خصوصیتیں ہیں:

۱۔ مذہبی خصوصیت: جس کا مطلب ہے کہ خدا کی معرفت اور اسکے نتیجہ میں انسانی سعادت امام کی معرفت میں مضمر ہے۔

۲۔ سماجی خصوصیت: یعنی یہ کہ خلیفہ فاطمی امام نہیں ہے بلکہ وہ غائب ہے اور مؤرخین کے بقول اس نے اپنے جانشینوں سے اپنی موت کے وقت یہ کہہ دیا ہے کہ جب تک خود امام اپنی حکومت کو اپنے ذمہ نہ لے اس وقت تک تم اسکی حفاظت کرو۔ یہ بات گذشتہ زمانہ سے لوگوں میں رائج تھی اس لئے کہ اس سے عدالت اجتماعی کا اظہار ہوتا ہے۔

۳۔ سیاسی خصوصیت: تمام گمراہوں اور جھوٹے مبلغین کی مذمت کرنا۔ ان کے گمان میں ان کی یہ تعلیم حسن صباح کا اتباع کرنے والوں کو اپنے مذہبی اور سیاسی دشمنی کے خلاف مسلح کرنے کا ذریعہ تھی۔ ان کا اعتقاد تھا کہ صرف اسماعیلی حق پر ہیں ان کا یہی اعتقاد ان کو دشمن کے مقابلہ مضبوط بناتا تھا جبکہ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں فاطمیوں نے ایسی کسی طرح کی تبلیغ نہیں کی اور یہ دعوت قدیم اور دعوت جدید میں فرق کی ایک اور واضح دلیل ہے۔ ۵۱۸ھ میں حسن صباح کی موت کے بعد اس کا ایک شاگرد کیا بزرگ رودباری اسکا جانشین ہوا اور اسکے بعد اسکا بیٹا حسن جسکا لقب علی ذکرہ السلام تھا حسن صباح کی روش کو بدل کر پھر باطنیہ سے ملحق ہوگیا۔

سوالات

۱۔ مستعلیہ اور نزاریہ کس طرح وجود میں آئے؟ بیان کریں۔
۲۔ ہندوستان میں بہروں کے حالات پر روشنی ڈالیں۔
۳۔ آقا خانی کون لوگ ہیں بیان کریں۔
۴۔ دعوت جدیدہ میں امامت کی خصوصیات بیان کریں۔
۵۔ حسن صباح کے ذریعہ دعوت جدیدہ کا کیا انجام ہوا؟ بیان کریں

چودہواں سبق:

مذہب زیدیہ کی ابتدااور زید بن علیؑ کے عقائد

مذہب زیدیہ کی ابتدادوسری صدی ہجری میں ہوئی۔ان لوگوں نے امام حسینؑ کی شہادت کے بعدامام زین العابدینؑ کے بیٹے زید شہید کو اپنا امام مان لیا اور امام زین العابدینؑ کو تنہا علم ومعرفت میں امام مانا سیاسی اور اسلامی رہبر کے عنوان سے آپ کو امام تسلیم نہیں کیا۔اس لئے کہ ان کی نظر میں امام کے شرائط میں سے ایک شرط ظالموں کے خلاف مسلح جہاد ہے۔

اکثر زیدی مصنفین نے امام زین العابدینؑ کو اپنا امام نہیں مانا بلکہ ان کی جگہ پر امام حسنؑ کے بیٹے حسن مثنیٰ کو امام مانا ہے۔اس سلسلہ میں مزید تفصیلات ہم اس درس میں بیان کریں گے۔

زید ابن علی حیات اور کارنامے

مؤرخین نے زید ابن علی کی تاریخ ولادت وشہادت میں اختلاف کیا ہے ۷۵ھ، ۷۸ھ یا ۸۰ھ میں تاریخ ولادت کا ذکر ہے اور ۱۲۰ھ، ۱۲۱ھ یا ۱۲۲ھ کو ان کی شہادت کا سال قرار دیا گیا ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ ان کی زندگی کی کل مدت ۴۲ سال ہے۔شیعہ علماء نے زید کی شخصیت کو قابل تعریف سمجھا ہے اور ان کو علم ودانش، تہجد وتقوی، زہد وورع اور ظلم کے خلاف احتجاج کرنے والی عظیم شخصیت کے طور پر پیش کیا ہے۔

شیخ مفید نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ زید بن علیؑ بن الحسینؑ، امام باقرؑ کے بعد اپنے بھائیوں میں ایک ممتاز شخصیت کے حامل تھے۔ وہ ایک عبادت گذار، پرہیزگار، فقیہ، سخی، شجاع انسان تھے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اپنے جد امام حسینؑ کے انتقام خون کی خاطر قیام کیا(۱) قرآن سے ان کے انس ومحبت کا عالم یہ تھا کہ ان کو حلیف القرآن کہا جاتا تھا۔(۲)

شیعی علماء میں زید بن علی کی مدح وستائش کی یہ فکر درحقیقت ائمہ اہل بیتؑ کے احترام آمیز رویہ کی بنیاد پر ہے جیسا کہ شیخ بہائی نے کہا ہے کہ ہم زید کو سوائے نیکی کے اور کسی طرح یاد نہیں کرتے۔ ہمارے ائمہؑ سے ان کی تعظیم وتکریم میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں:

امام جعفر صادقؑ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ: ''خدا میرے چچا پر رحمت کرے''(۳)

شیخ صدوق نے اپنی کتاب عیون اخبار الرضا میں زید کے سلسلہ میں ائمہ سے مروی روایات کا پورا ایک باب تیار کیا ہے(۴) جسکی ایک روایت کا مطلب یہ ہے کہ ایک دن مامون نے امام رضاؑ کے سامنے ان کے بھائی زید النار کے قیام کا تذکرہ کیا اور اسکو بنی امیہ کے خلاف زید ابن علی کے قیام سے تشبیہ دی اور امام سے کہا کہ اگر آپ کا احترام حائل نہ ہوتا تو میں ان کو قتل کردیتا۔ امام رضاؑ نے جواب میں فرمایا: میرے بھائی زید کو زید بن علی سے تشبیہ نہ دو۔ زید بن علی علماء آل محمدؐ میں سے تھے اور انھوں نے خوشنودی خدا کے لئے دشمنان خدا سے جہاد کیا اور راہ خدا میں شہید ہوگئے۔

امام محمد باقرؑ زید کا بہت احترام کرتے تھے جیسا کہ شیخ صدوق نے ابوالجارود سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں امام محمد باقرؑ کے پاس تھا کہ زید وارد ہوئے جب امام کی نظر ان پر پڑی تو فرمایا کہ یہ اپنے خاندان کے بزرگ اور ان کا انتقام لینے والے ہیں۔ اس کے بعد جناب زید سے خطاب کرکے فرمایا کہ یقیناً برگزیدہ ہے وہ ماں جس نے تم کو پیدا کیا۔

---

(۱) الارشاد، ص ۱۷۱۔ (۲) احمد بن علی الحسین، عمدۃالطالب، ص ۲۵۵۔

(۳) اعیان الشیعہ، ج۷، ص ۱۰۸۔ (۴) عیون اخبار الرضا، ج۱، باب ۲۵، ص ۲۴۸۔

جابر ابن یزید جعفی سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ کو دیکھا کہ جب بھی آپ کی نظر زید پر پڑتی تھی تو قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے:(۱)

﴿فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَ قُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِنْ عِنْدِ اللهِ، وَاللهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ.﴾(۲)

''پس جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے وطن سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور انھوں نے جہاد کیا اور قتل ہو گئے تو ان کی برائیوں کی پردہ پوشی کروں گا اور انھیں ان جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ خدا کی طرف سے ثواب ہے اور اس کے پاس بہترین ثواب ہے''

اس کے بعد امام باقرؑ زید کی طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے کہ اس آیت کے ایک مصداق یہ ہیں۔(۳)

ابو الفرج اصفہانی نے عبد اللہ ابن جریر سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ امام جعفر صادقؑ زید کے مرکب پر سوار ہوتے وقت ان کی رکاب پکڑتے تھے اور ان کے لباس کو صحیح کرتے تھے(۴) اگر یہ قول صحیح ہو تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ امام جعفر صادقؑ سن میں بزرگ ہونے کی وجہ سے اپنے چچا کا احترام اپنے والد کی طرح کرتے تھے۔(۵)

کچھ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ زید کا قیام امام صادقؑ کی تائید اور آپ کی مرضی سے تھا جیسا کہ جب جناب زید نے امام صادقؑ سے قیام کے بارے میں مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر آپ اس بات پر خوش ہیں کہ قتل ہو جائیں اور آپ کا بدن سولی پر لٹکا دیا جائے تو قیام کریں اور اس کے بعد جب

---

(۱) امالی شیخ صدوق، ص۳۵۴، حدیث ۱۱.
(۲) سورۂ آل عمران، آیت ۱۹۵.
(۳) بحوث فی الملل والنحل، ج۷، ص۷۱.
(۴) مقاتل الطالبیین، ابو الفرج اصفہانی، ص۸۷.
(۵) بحوث فی الملل والنحل، ج۷، ص۷۳.

زید آپ کے پاس سے چلے گئے تو آپ نے فرمایا: ''وائے ہو اس شخص پر جو ان کی آواز استغاثہ سنے اوران کی مدد نہ کرے.''(۱)

اگر چہ بعض روایات میں جناب زید کی مذمت کی گئی ہے لیکن وہ روایات سند کے اعتبار سے قابل اطمینان نہیں ہیں اوران کی تعداد بھی مدح کی روایات کے مقابلہ میں کم ہے۔اس لئے محققین نے ان روایات کو مسترد شمار کیا ہے۔

زید کے اساتذہ وتلامذہ

زید نے سب سے پہلے اپنے والد ماجد امام زین العابدینؑ اور اسکے بعد اپنے برادر بزرگوار امام محمد باقرؑ سے کسب علم وفیض کیا لیکن اسکے علاوہ ابان ابن عثمان،عبیداللہ ابن ابی رافع اور عروۃ ابن زبیر سے بھی علم حاصل کیا۔(۲) واصل ابن عطاء سے ان کے کسب علم کی داستان فرضی ہے جیسا کہ احمد امین مصری اور بعض دوسرے لوگوں نے ذکر کیا ہے۔اس لئے کہ واصل سن میں جناب زید سے چھوٹے تھے۔ان کے مشہور شاگردوں کے نام اس طرح ہیں:

۱۔منصور ابن معتمر بن عبداللہ سلمی کوفی (متوفی ۱۳۲ھ)

۲۔ہارون بن سعد عجلی یا جعفی کوفی

۳۔معاویہ بن اسحاق بن زید بن حارثہ انصاری جو زید کے ساتھ شہید ہو گئے۔

۴۔ابوالجارود زیاد بن منذر ہمدانی

۵۔حسن بن صالح

۶۔علی بن صالح

---

(۱) عیون اخبار الرضا،ج ۱،ص ۲۴۸.

(۲) چشمہ امامت سے سیرابی کے بعد کسی دوسرے سے حصول علم کا موضوع بعید محسوس ہوتا ہے۔(مترجم)

۷۔محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ

۸۔عمر بن خالد واسطی

۹۔اسماعیل بن عبدالرحمٰن سدّی

۱۰۔سلیمان بن مہران اعمش (۱)

جناب زید کے علمی آثار

۱۔تفسیر غریب القرآن: یعنی مشکل آیات کی تفسیر

۲۔الصفوۃ: اس کتاب میں آیات قرآنی کی روشنی میں فضائل محمد وآل محمد بیان ہوئے ہیں۔

۳۔رسالۃالی علماء الامۃ: اسمیں اپنے قیام کے مقاصد بیان کئے ہیں۔

۴۔مناسک الحج

۵۔مسند امام زید۔فرقہ زیدیہ نے بھی اس کتاب کو زید کی طرف منسوب مانا ہے ان کا کہنا ہے کہ فقہ وحدیث میں لکھی جانے والی یہ پہلی کتاب ہے اسی لئے علماء زیدیہ نے اس کتاب کی شرحیں لکھیں ہیں۔سب سے تفصیلی شرح قاضی شرف الدین،حسین بن احمد سیاغی یمنی (متوفی ۱۲۲۱ھ) کی ہے۔اگر چہ ان کی شرح کا محور مسند زید ہونے کے باوجود اسکی شرح میں فقہ اہل سنت کے مطابق استدلال ہوا ہے یعنی مرسلات صحابہ اور قیاس پر تکیہ ہے اور اکثر احکام میں ابوحنیفہ کے نظریات سے مشابہ ہے۔اسی لئے شیخ محمد بخیت مصری نے اپنی تقریظ میں لکھا ہے کہ یہ کتاب زیادہ تر احکام میں ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق ہے۔(۲)

---

(۱) بحوث فی الملل والنحل، ج ۷،ص۱۰۷و۱۱۰.

(۲) بحوث فی الملل والنحل، ج ۷،ص ۱۱۹و۱۲۵.

زید و معتزلہ

بعض لوگوں کا اصرار ہے کہ عقائد کلامی میں زید نے واصل ابن عطاء سے استفادہ کیا ہے لہٰذا ان کے کلامی نظریات معتزلہ سے مشابہ ہیں۔ یہ نظریہ تاریخی اعتبار سے شہرستانی سے متعلق ہے جسکا کہنا ہے کہ زید نے اصول میں واصل بن عطاء سے علم حاصل کیا ہے۔(۱) اسکے بعد کچھ دوسرے اہل سنت اور زیدیوں نے بھی اسکی تائید کی ہے لیکن یہ مفروضہ کسی معتبر دلیل سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں زیدی علماء کے نظریات پر روشنی ڈالتے ہیں جنھوں نے زیدی عقائد کو معتزلہ کی طرف منسوب کرنا ایک غلط پروپیگنڈہ قرار دیا ہے۔

شہرستانی جنھوں نے سب سے پہلے یہ نظریہ قائم کیا ہے وہ اپنے اس نظریہ پر کوئی دلیل قائم نہیں کر سکے۔ شاید ان کے اس قول کی وجہ بہت سے مسائل کلامی میں زیدی اور معتزلی عقائد کی مشابہت ہے لیکن صرف مشابہت ایک فرقہ کو دوسرے فرقہ کی طرف منسوب کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ مؤرخین کے لئے واضح ہے کہ وہ زمانہ، مدینہ کو مرکز علم و دانش قرار دیئے جانے کا زمانہ تھا جیسا کہ جب ابوحنیفہ سے سوال کیا گیا کہ تم نے کس سے علم حاص کیا تو انھوں نے کہا میں مرکز علم میں تھا اور وہاں کے ایک فقیہ سے علم حاصل کیا۔ ان کا اشارہ امام جعفر صادقؑ کی طرف تھا۔ انھوں نے دو سال امام جعفر صادقؑ سے کسب فیض کیا تھا جس کے بارے میں ان کا کہنا تھا: **لولا السنتان لهلك النعمان** (۲) ''اگر دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔''

لہٰذا ایسی صورت میں کیا یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ زید مرکز علم مدینہ چھوڑ کر بصرہ چلے جائیں اور واصل بن عطاء سے علم حاصل کریں جبکہ واصل بن عطاء نے خود بھی علوم اہل بیت سے استفادہ کیا ہے۔ انھوں نے محمد ابو ہاشم عبداللہ ابن حنیفہ سے علم حاصل کیا ہے۔ ۲۱ سال کی عمر میں ۱۰۱ھ میں

---

(۱) ملل ونحل شهرستانی، ج ۱، ص ۳۸۹ (۲) الامام الصادق، ابوزهرة، ص ۲۸.

بصرہ جا کر عمرو بن عبید سے دوستی کی اور اس کے ساتھ حسن بصری کے درس میں شرکت کی۔ لیکن گناہ کبیرہ کے سلسلہ میں ان سے اختلاف کے بعد عمرو بن عبید کے ساتھ ان سے الگ ہو کر معتزلی مذہب کی بنیاد ڈالی۔ اگر زید کو کسی فرقہ کلامی کی طرف منسوب کرنا چاہتے ہی ہیں تو عدلیہ کی طرف منسوب کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ یہ عنوان تمام قائلین عدل وتوحید کے لئے بولا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے قاضی عبدالجبار معتزلی اور احمد ابن یحییٰ المرتضی نے خلفاء راشدین اور دوسرے قائلین عدل کو عدلیہ کے پہلے طبقہ میں اور زید ابن علی، ابو ہاشم عبداللہ بن حنیفہ استادِ واصل بن عطاء کو تیسرے طبقہ میں ذکر کیا ہے اور واصل بن عطاء اور عمرو بن عبید کو چوتھے طبقہ میں شمار کیا ہے۔

ان شواہد کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زید نے کسی بھی طرح واصل بن عطاء سے کسب فیض نہیں کیا۔ ہاں صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ زید اور واصل بن عطاء میں اصل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اجرا میں تبادلۂ خیال ہوا ہے۔

زید شہید کے کلامی نظریات

جیسا کہ ذکر ہوا زید نے مخزن علوم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ کیا ہے اور اپنے والد امام زین العابدینؑ اور امام محمد باقر سے براہ راست کسب فیض کیا ہے۔ لہٰذا مبدأ و معاد وغیرہ کے سلسلہ میں ان کے عقائد بھی امامیہ جیسے ہوں گے اور زیدی مذہب کے مخصوص عقائد خود اس مذہب کے رہبروں کی اپنی ایجاد ہیں جن کا جناب زید سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر چہ زیدی مذہب کے رہنماؤں اور بعض مورخین ملل ونحل نے ان عقائد کو جناب زید کی طرف منسوب کیا ہے لیکن اس سلسلہ میں کوئی دلیل ذکر نہیں کی ہے اور چونکہ وہ خود صاحب نظر تھے لہٰذا ممکن ہے انھوں نے اپنے نظریات کو جناب زید کی طرف منسوب کیا ہو اور ہمارے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جس سے یہ ثابت کیا جا سکے کہ صفات الٰہی، قضاء وقدر، مرتکبین کبائر کے حکم، بداء، رجعت، مہدویت وغیرہ میں زید کے نظریات ائمہ اہل بیتؑ

سے الگ ہوں۔ تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات روشن ہوجاتی ہے کہ زید عقائد واحکام کے امام ہونے سے زیادہ جہاد ومبارزہ کے امام تھے لہٰذا ان کی طرف منسوب آثار بھی بہ نسبت احکام وعقائد کے تفسیر وحدیث سے مربوط ہیں۔ زید سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص جہاد کے لئے آمادہ ہو وہ مجھ سے ملحق ہوجائے اور جو شخص علم ودانش کی تلاش میں ہو وہ میرے بھتیجے جعفر بن محمدؑ کی خدمت میں حاضر ہو۔(۱)

ائمۂ اہل بیتؑ اور قیام زید

ائمہ اہل بیتؑ کی تاریخ یہ بیان کرتی ہے کہ انھوں نے کبھی ظالموں سے ساز باز نہیں رکھی اسی لئے ہمیشہ اموی اور عباسی حکام کے ظلم وجور کا شکار رہے اگر چہ ظالموں کی مخالفت کا طریقہ آپس میں ایک دوسرے سے مختلف رہا کرتا تھا جس کی وجہ وہ حالات ہوتے تھے جن کی وجہ سے ائمہ معصومین ؑ کو کبھی کبھی خاموش زندگی گذارنا پڑتی تھی۔ جس زمانہ میں جناب زید نے آواز جہاد بلند کی اس وقت ائمہ معصومینؑ کی نظر میں جہاد میں مصلحت نہیں تھی لیکن پھر بھی اگر کوئی آواز خدا کی راہ میں اور اسکی مرضی سے ظالموں کے خلاف اٹھتی تھی تو اسکی حمایت فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ زید کا جہاد ائمہؑ کی تائید سے تھا جیسا کہ ان کی شہادت کی خبر سن کر امام جعفر صادق ؑ نے کلمہ استرجاء کے بعد ارشاد فرمایا: ''میں اپنے چچا کے لئے جزائے خیر کا خواہاں ہوں وہ بہترین چچا تھے اور ایسے شخص تھے جو میرے دین اور دنیا کا دفاع کرتے تھے۔ خدا کی قسم وہ اسی طرح شہید ہوئے جس طرح اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنینؑ اور امام حسینؑ شہید ہوئے''(۲)

نیز ارشاد فرمایا: ''جو شخص زید پر گریہ کرے وہ ان کے ساتھ بہشت میں رہے گا اور جو ان کی مذمت کرے وہ ان کے خون میں شریک قرار دیا جائے گا۔(۳) اس طرح کی اور بھی بہت سی روایات اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں''(۴)

---

(۱) کفایة الاثر، خزار قمی، ص ۳۰۲.
(۲) عیون اخبار الرضا، ج، ص ۲۵۲، باب ۲۵، حدیث ۶.
(۳) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۹۳.
(۴) بحوث فی الملل والنحل، ج ۷، فصل ۱۰.

شہید اول نے فرمایا ہے کہ اگر گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے کو نہی عن المنکر کا نتیجہ یہ ہو کہ گناہ کرنے والا قتل ہو جائے تو یہ بغیر اذن امام کے جائز نہیں ہے اس لئے کہ نہی عن المنکر کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ اس سے بڑے گناہ کا ارتکاب نہ ہو جائے۔ اسکے بعد انھوں نے اس نظریہ کی مخالفت کرنے والوں کی دلیلوں کو رد کیا ہے۔مخالفین نے محمد ابن اشعث کے ذریعہ بعض تابعین کو ساتھ لیکر حجاج بن یوسف سے جنگ اور علماء کے ذریعہ اس کی مخالفت نہ ہونے کو دلیل قرار دیا ہے شہید اول فرماتے ہیں: ممکن ہے ان کا قیام ائمہؑ واجب الاتباع کے اذن سے ہو جیسا کہ زید کا قیام امام جعفر صادقؑ کی تائید سے تھا۔(۱) درس کی ابتدا میں امام جعفر صادقؑ کی تائید کے بارے میں روایت ذکر کی جا چکی ہے۔

---

(۱) القواعد والفوائد ، ج۲،ص۲۰۷ و۲۰۵.

سوالات

۱۔ زید شہید کی شخصیت کے بارے میں شیخ مفید نے کیا بیان کیا ہے؟
۲۔ زید کی شان اور ان کے مرتبہ کے بارے میں ائمہ اہل بیتؑ کا نظریہ تحریر کریں۔
۳۔ زید کے علمی آثار تحریر کریں۔
۴۔ زید کے واصل بن عطاء سے حصول علم کے پروپیگنڈہ پر روشنی ڈالیں۔
۵۔ زید کے کلامی نظریات کی وضاحت کریں۔
۶۔ زید کے قیام کے بارے میں ائمہ اہل بیتؑ کا نظریہ تحریر کریں۔

پندرہواں سبق:

زیدی مذہب اور امامت

اس درس میں پہلے خود جناب زید کے دعوائے امامت کے بارے میں بحث کریں گے اس کے بعد امامت کے سلسلہ میں زیدیوں کے نظریات بیان کریں گے۔

کیا زید نے امامت کا دعوا کیا تھا؟

زیدیوں کے علاوہ علماء ملل ونحل نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ زید نے امامت کا دعوا کیا تھا جیسا کہ یہ نسبت ان کے بیٹے یحییٰ کی طرف بھی دی گئی ہے ان لوگوں نے مندرجہ ذیل عقائد کی نسبت زید کی طرف دی ہے۔

۱۔امامت امام حسینؑ کی اولاد سے مخصوص نہیں ہے بلکہ فاطمیوں میں جسکے اندر بھی امامت کے شرائط پائے جائیں وہ امام ہوسکتا ہے چاہے حسنی ہو یا حسینی۔

۲۔ایک زمانہ میں دو علاقوں میں دو اماموں کا ہونا جائز ہے۔

۳۔افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کا امام ہونا جائز ہے۔

۴۔امامت کے شرائط میں سے ایک شرط ظالموں کے خلاف مسلح جہاد ہے۔(۱)

---

(۱) ملل ونحل شهرستانی ،ج ۱، ص ۱۵۵ .

اس سلسلہ میں ایک روایت مرحوم کلینی نے نقل کی ہے کہ ایک دن زید کوفہ والوں کا ایک خط لے کرامام باقرؑ کے پاس آئے۔امامؑ نے ان سے کہا کہ یہ خط تمہارے خط کے جواب میں لکھا گیا ہے یا اپنی طرف سے خود انھوں نے یہ خط بھیجا ہے؟ زید نے کہا کہ خط ان لوگوں نے بھیجا ہے اور وہ لوگ ہمارے حق کو پہچانتے ہیں اور ہماری محبت واطاعت کے واجب ہونے سے واقف ہیں۔امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ہم خاندان نبوت کی اطاعت کا حکم بعض افراد سے مخصوص ہے جبکہ ہماری مودت کے واجب ہونے کا حکم ہمارے تمام افراد کے لئے ثابت ہے اپنے اولیاء کے بارے میں پروردگار کا امر اسکی حتمی قضاء وقدر کے مطابق ایک معین وقت میں جاری ہوتا ہے لہٰذا کہیں ایسا نہ ہو کہ جاہل افراد تمہارے اوپر حقیقت کو مشتبہ کردیں اور تم کو خدا سے بے نیاز کردیں۔جلدی نہ کرو اس لئے کہ خداوند عالم اپنے بندوں کے جلدی کرنے کی وجہ سے کسی امر کے اجراء میں جلدی نہیں کرتا۔پس خدا پر سبقت نہ کرو۔یہ سن کر زید کو غصہ آ گیا اور انھوں نے کہا کہ ہم میں سے جو شخص گھر میں بیٹھا رہے اور جہاد نہ کرے وہ امام نہیں ہے بلکہ امام وہ شخص ہے جو خدا کی راہ میں جہاد کرے اور اپنی حرمت اور رعایا کے حقوق کا دفاع کرے۔امامؑ نے فرمایا کہ اے بھائی کیا تمہارے پاس اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے کتاب خدا یا حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی شاہد موجود ہے؟ اس لئے کے خداوند عالم نے کچھ چیزوں کو حلال اور کچھ کو حرام کیا ہے۔کچھ فرائض کو مقرر کیا ہے اور اپنے امر کو امام وقت پر جو اسکے امر کے لئے قیام کرنے والا ہے مشتبہ نہیں رکھا کہ اس کام کو انجام دینے لگے جس کے انجام دینے کا وقت نہ ہوا ہو۔جیسا کہ اس نے ہر فریضہ کی انجام دہی کے لئے وقت معین کیا ہے لہٰذا اگر تمہارے پاس اپنے دعوے کے لئے خدا کی طرف سے یقین و برہان موجود ہے تو اپنے ارادے پر عمل کرو ورنہ جس کام میں شک ہو اس میں وارد نہ ہو۔میں اس امام کے سلسلہ میں خداوند عالم سے پناہ مانگتا ہوں جو اپنے فریضہ کی ادائیگی کا وقت نہ جانتا ہو۔اس صورت میں تابع متبوع کے مقابلہ میں زیادہ عقلمند ثابت ہوگا۔اے بھائی کیا تم اس قوم کی ہدایت کرنا چاہتے ہو جس نے آیات الٰہی کا انکار کیا،نفس کی

پیروی کی اور بغیر دلیل کے اپنے کوخلیفۂ رسول کہا۔

اے بھائی خدا کی پناہ اس بات سے کہ تمہارا بدن کناسہ میں سولی پر لٹکایا جائے۔اس موقع پر امام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان جنھوں نے ہماری حرمت کا لحاظ نہیں کیا اور ہمارے حق کا انکار کیا فیصلہ کرنے والا ہے۔(۱)

کشّی نے بھی ابوبکر حضرمی کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد جس میں امامت کے لئے مسلح جہاد کی شرط پر زید کی مخالفت کی گئی تھی بیان کیا ہے کہ ابوبکر نے زید سے پوچھا کہ کیا مولائے کائنات اس وقت بھی امام تھے جب گھر میں گوشہ نشین تھے یا صرف اس وقت امام تھے جب تلوار سے جہاد کر رہے تھے؟ یہ سوال ابوبکر نے زید سے تین مرتبہ پوچھا مگر زید نے کوئی جواب نہیں دیا۔(۲)

تحقیق وتنقید

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ زید نے امامت کے سلسلہ میں یہ نظریہ پیش کیا کہ امام کو دشمنوں کے خلاف مسلح جہاد کرنا چاہئے۔لیکن آخر عمر تک ان کا اس نظریہ پر باقی رہنا ثابت نہیں ہوتا۔ابوبکر حضرمی کے استدلال اور امام باقرؑ کے احتجاج پر زید کا خاموش رہ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ انھوں نے اپنے عقیدہ سے اعراض کر لیا تھا۔

اس بات کو ان تمام روایات سے سمجھا جا سکتا ہے جن میں زید کے قیام کو جہاد اور ان کی موت کو شہادت قرار دیا گیا ہے۔جبکہ دوسری احادیث میں نااہل کے دعوائے امامت کو گناہ کبیرہ اور شرک وکفر قرار دیا گیا ہے۔(۳)

بعض روایات میں زید کی طرف اس نسبت اور جہاد کے وقت لوگوں کو اپنی امامت کی

---

(۱) اصول کافی، ج ۱، ص ۲۹۰. (۲) رجال کشی، حیات ابو بکر حضرمی. (۳) اصول کافی، ج ۱ .

طرف دعوت دینے کا صریحاً انکار کیا گیا ہے جیسا کہ جب مامون نے امام رضا ؑ سے زید کی مدح وثنا سنی تو تعجب سے پوچھا کہ کیا جو شخص ناحق امامت کا دعویٰ کرے اسکے بارے میں روایات وارد نہیں ہوئی ہیں؟ امام نے فرمایا کہ زید نے ہرگز اس چیز کا دعوانہیں کیا جوان کا حق نہیں تھا زید اس سے زیادہ متقی اور پرہیز گار تھے کہ ایسا دعوا کریں انھوں نے لوگوں کو آل محمد کی خوشنودی کی طرف بلایا اور وہ اس آیت کے مخاطبین میں سے ہیں: ﴿وَجاهِدُوا فِي اللهِ حَقَّ جِهادِهِ هُوَ اجْتَباكُمْ﴾(۱)

''خدا کی راہ میں جہاد کرو جیسا اس کا حق ہے اور خدا نے تم کو منتخب کیا ہے''

اسی طرح کشّی نے فضیل بن رسان سے روایت کی ہے کہ میں زید بن علی ؑ کی شہادت کے بعد امام صادق ؑ کی خدمت میں پہونچا تو آپ نے فرمایا: اے فضیل کیا میرے چچا قتل کر دیئے گئے؟ میں نے کہا: ہاں میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: خدا ان پر رحمت نازل کرے وہ صاحب عقل با ایمان اور ایک سچے دانشمند تھے۔ وہ اگر کامیاب ہوجاتے تو اپنے وعدے کو وفا کرتے اگر اقتدار حاصل کر لیتے تو وہ جانتے تھے کہ اسکو کیسے استعمال کریں (اور کس کے سپرد کریں)۔(۲)

شیخ مفید نے بھی اس سلسلہ میں فرمایا ہے کہ کچھ اثنا عشری شیعہ زید کی امامت کی طرف مائل ہو گئے جسکی وجہ ان کا مسلح جہاد اور خوشنودی آل محمد کی طرف ان کا دعوت دینا ہے۔ وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ زید نے اپنی امامت کی طرف دعوت دی جبکہ ان کا مقصد یہ نہیں تھا وہ امام محمد باقر ؑ کو امامت کا مستحق سمجھتے تھے اور شہادت کے وقت امام صادق ؑ کی امامت کے سلسلہ میں تاکید فرمائی۔(۳)

کفایة الاثر نامی کتاب کے مؤلف (علی بن محمد بن علی خزاز قمی متوفی چوتھی صدی) نے اپنی کتاب کے آخر میں ائمہ اثنا عشری کی امامت پر زید بن علی سے کچھ نصوص نقل کی ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ ان نصوص کے باوجود زید کا قیام صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے تھا ورنہ امر

---

(۱) عیون اخبار الرضا، ج ۱، باب ۲۵، ص ۲۴۹. (۲) رجال کشی، حیات سید حمیری.

(۳) الارشاد، ص ۱۷۲.

امامت میں امام صادقؑ سے کسی طرح کی مخالفت نہیں تھی۔

اس کے بعد انھوں نے ایک روایت متوکل ابن ہارون سے نقل کی ہے کہ اس نے زید کی شہادت کے بعد یحییٰ سے ملاقات کی۔ یحییٰ نے کہا کہ خدا میرے باپ پر رحم کرے۔ خدا کی قسم وہ ایک عبادت گذار، قائم اللیل اور صائم النھار انسان تھے۔ خدا کی راہ میں حق پر جہاد کیا۔ متوکل نے عرض کیا کہ اے فرزند رسول یہ تو امام کی خصوصیات ہیں۔ تو یحییٰ نے فرمایا میرے باپ امام نہیں تھے بلکہ سادات کرام زاہدین اور مجاہدین میں سے تھے وہ اس بات سے زیادہ عقلمند تھے کہ کسی ایسی چیز کا دعویٰ کریں جو ان کا حق نہ ہو۔ انھوں نے لوگوں سے کہا کہ ہم رضائے آل محمد کی طرف دعوت دینے والے ہیں جن کا مقصد امام صادقؑ تھے۔ میں نے پوچھا کہ کیا اس وقت وہی صاحب الامر ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں وہ بنی ہاشم میں سب سے زیادہ صاحب علم وشرف ہیں (۱) اس بناء پر یہ طے ہو گیا کہ مسئلہ امامت میں زید کی طرف جو نسبتیں دی گئیں ہیں وہ غلط ہیں بلکہ دلائل و براہین اسکے خلاف ہیں۔ تاریخی بحثوں میں انتخابی روش قابل قبول نہیں ہے لہٰذا کسی ایک یا دو روایت جسکی سند بھی صحیح نہ ہو اسکے سہارے بہت سی معتبر روایتوں سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

اس سلسلہ میں زیدیوں کے اقوال بھی قابل اعتماد نہیں ہیں اس لئے کہ انھوں نے اپنے مذہب کے مطابق روایات تیار کر لی ہیں۔ علماء شیعہ امامیہ کے اقوال سے بھی شیعوں کے عقیدۂ امامت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ان کے یہاں بارہ اماموں کی امامت سے متعلق روایات کی کثرت ہے لہٰذا ان کے اس دعویٰ سے صرف جناب زید کی تنقیص ہوتی ہے۔ جو بہرحال بے بنیاد ہے اور یہ طے ہے کہ جناب زید نے کسی طرح کا دعوائے امامت نہیں کیا۔

---

(۱) کفایۃ الاثر، ص ۳۰۴ و ۳۰۰.

امامت زیدیوں کی نظر میں

مسئلہ امامت میں زید کا عقیدہ اثنا عشری شیعوں سے مختلف نہیں تھا۔ فرقہ زیدیہ نے اس مسئلہ میں ان سے ہٹ کر الگ عقیدہ اپنالیا ہے۔ علماء مذہب زیدیہ نے امامت کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کو ضروری جانا ہے:

۱۔ اولاد فاطمہ میں سے ہو۔

۲۔ شریعت اسلامی کا عالم ہو۔

۳۔ زاہد ہو۔

۴۔ شجاع ہو۔

۵۔ علی الاعلان دین خدا کی طرف دعوت دے اور نصرت دین کے لئے مسلح جہاد کرے۔

ان کے عقیدے کے مطابق پیغمبر اکرم ﷺ اور بعد کے ائمہؑ نے اس بات پر تاکید کی ہے کہ جس شخص کے اندر یہ صفات موجود ہوں وہ امام ہوگا اور اسکی اطاعت مسلمانوں پر واجب ہوگی اور وہ لوگ اسکو نص خفی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اسکے باوجود امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے لئے مسلح جہاد کو ضروری نہیں سمجھتے اس لئے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿هما امامان قاما او قعدا﴾

یہ دونوں امام ہیں چاہے قیام کریں یا سکوت اختیار کریں۔

ان کی نظر میں دنیا امام سے خالی بھی ہوسکتی ہے اور ایک زمانہ میں دو امام بھی پائے جاسکتے ہیں۔

ان شرائط کی روشنی میں وہ لوگ امام زین العابدینؑ کو امام نہیں مانتے اس لئے کہ انھوں نے مسلح جہاد نہیں کیا لیکن ان کے بیٹے زید کو امام مانتے ہیں اس لئے کہ ان میں شرائط امامت پائے جاتے تھے۔(۱)

....

(۱) قواعد العقائد، ص ۱۲۶ و ۱۲۵؛ ملل ونحل شهرستانی، ج ۱، ص ۱۵۵ و ۱۵۴.

نص جلی وخفی

زیدیہ مذہب کے افراد مسئلہ امامت میں نص جلی وخفی کے معتقد ہیں یعنی علی بن ابی طالبؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے سلسلہ میں نص جلی کے قائل ہیں اس لئے کہ ان کی امامت پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نام یا صفت کے ساتھ نص وارد ہوئی ہے۔لیکن باقی ائمہؑ کے سلسلہ میں نص خاص نہیں بلکہ نص عام وارد ہوئی ہے یعنی یہ کہ جس شخص میں مذکورہ شرائط پائے جاتے ہوں وہ امام ہوگا۔(۱)

اگرچہ بعض لوگوں نے نص جلی سے مراد ناموں کا ذکر لیا ہے جو صرف تین ائمہؑ کے بارے میں قابل تصور ہے۔محمود صبحی نے شیعوں اور زیدیوں کے درمیان فرق کا ذریعہ مولائے کائنات کی امامت میں نص جلی اور خفی کو قرار دیا ہے۔(۲) کبھی کبھی نص ظاہر سے مراد اس نص کو لیا جاتا ہے جو قابل تاویل نہ ہو لہٰذا نص خفی وہ ہوگی جو قابل تاویل ہو۔نص جلی کی مثال:

﴿انت اخی ووزیری و وصیی وخلیفتی من بعدی﴾(۳)

''تم میرے بھائی وزیر وصی اور میرے بعد میرے خلیفہ ہو۔''

نص خفی کی مثال جیسے حدیث غدیر وغیرہ۔(۴)

---

(۱) قواعد العقائد، ص ۱۲۶. (۲) الزیدیه، ص ۱۰۴.

(۳) کتاب الغدیر، ج ۲، ص ۲۷۹ و ۲۸۱. (۴) المنقذ من التقلید، ج ۲، ص ۳۱۰ و ۳۳۴.

سوالات

۱۔امامت کے بارے میں زید بن علیؑ کی طرف منسوب اقوال تحریر کریں۔
۲۔جناب زید کے دعوائے امامت کا مفروضہ مع تنقید بیان کریں۔
۳۔مسئلہ امامت میں زیدیوں کے عقاید بیان کریں۔
۴۔زیدیوں کی نظر میں نص جلی و خفی کی سب سے پہلی تفسیر کیا ہے؟ تحریر کریں۔
۵۔نص خفی و جلی کے بارے میں دو دیگر تفسیر ذکر کریں۔

سولھواں سبق:

زیدی فرقے

۱۔جارودیّہ

یہ لوگ ابی جارود زیاد ابن منذر ہمدانی کے تابع ہیں۔ یہ شخص شروع میں امام باقرؑ اور امام صادقؑ کے اصحاب میں سے تھا بعد میں زیدیہ سے ملحق ہوگیا۔امام باقرؑ کی طرف سے اس کو سرحوب کے لقب سے یاد کیا گیا اس لئے اس فرقہ کو سرحوبیۃ بھی کہتے تھے۔

سرحوب کی تفسیر امام باقرؑ نے دریا میں رہنے والے اندھے شیطان سے کی ہے۔نوبختی کے مطابق ابو جارود چشم بصیرت و بصارت دونوں سے بے بہرہ تھا۔

ابو خالد واسطی،فضیل ابن زید رسان،منصور بن ابی الاسود بھی ابو جارود کے ہم عقیدہ تھے۔

امامت کے سلسلہ میں جارودی عقائد اس طرح ہیں:

۱۔امام حسینؑ کے بعد امامت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بیٹوں سے مخصوص ہے اور دوسری اولاد حضرت علیؑ کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔اولاد فاطمہ زہراعلیہاالسلام میں جو شخص بھی قیام کرے اور اپنی امامت کی طرف دعوت دے وہ امام ہوگا اور کسی کو اسکی مخالفت کا حق نہ ہوگا۔

۲۔امام سب کے سب علم لدنی کے مالک ہوتے ہیں اور ان میں بڑے چھوٹے سب کا مرتبہ برابر ہے۔

۳۔علی ابن ابی طالبؑ پیغمبر اکرم ﷺ کی طرف سے امامت کے لئے منسوب ہوئے لیکن مسلمانوں نے ان کی صفات پہچاننے میں کوتاہی کی اور کافر ہوگئے۔(۱)

۴۔جارودیہ آخری امام کے بارے میں تین گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ایک گروہ نے محمد بن عبداللہ بن حسن نفس زکیہ کو آخری امام مانا ہے اور کہا ہے کہ ان کا انتقال نہیں ہوا بلکہ وہ قیام کریں گے۔دوسرا گروہ محمد بن قاسم صاحب طالقان کو امام سمجھتا ہے۔اور تیسرے گروہ نے یحییٰ بن عمر بن حسین بن زید بن علی کو اپنا امام مانا ہے۔(۲)

۲۔سلیمانیہ یا جریریہ

سلیمان ابن جریر کے تابعین کو اس نام سے یاد کیا جاتا ہے۔امامت کے سلسلہ میں ان کے عقائد اس طرح ہیں:

الف۔امام معین کرنے کا راستہ شوریٰ ہے۔

ب۔دو لوگوں کے انتخاب سے بھی امام ہوسکتا ہے۔

ج۔افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت جائز ہے۔

د۔ابوبکر و عمر کی امامت انتخاب امت کی بناء پر صحیح تھی۔ان کا کہنا ہے کہ:علی بن ابی طالبؑ کے ہوتے ہوئے ان دونوں کا انتخاب غلط تھا لیکن چونکہ خطا اجتہادی تھی لہٰذا اسکو فسق نہیں کہا جاسکتا۔

یہ لوگ عثمان کو ان کی بدعتوں کی بناء پر اور عائشہ،طلحہ اور زبیر کو مولائے کائناتؑ سے جنگ کی وجہ سے کافر سمجھتے ہیں اور اسی طریقہ سے تقیہ اور بداء کے عقیدے کی بھی شدید مخالفت کرتے ہیں۔

مفضول کی امامت کے جواز کے سلسلہ میں بعض معتزلی علماء بھی انہیں کے ہم عقیدہ ہیں جن کا کہنا ہے کہ توحید و خدا شناسی میں امامت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف حدود کے قیام،قضاوت،

---

(۱) فرق الشیعة، ص۶۷ و ۷۰.　　(۲) مقالات الاسلاميين ،ترجمہ ڈاکٹر محسن مؤيدی ،ص ۴۱.

یتیموں کی سرپرستی، دشمنوں سے جنگ اور اسلامی معاشرہ کی حفاظت کے لئے امامت کی ضرورت ہوتی ہے اور اسکے لئے حاکم کا افضل ہونا ضروری نہیں۔

بعض اہل سنت نے بھی اس عقیدہ کو قبول کیا ہے۔ یہاں تک کہ احکام دینی میں غیر مجتہد کی امامت کو صحیح سمجھا ہے لیکن شرط کی ہے کہ ہمیشہ ایسے حاکم کی راہنمائی کے لئے کوئی مجتہد اسکے ساتھ رہے۔(۱)

۳۔صالحیہ اورابتریہ

یہ لوگ حسن بن صالح بن حی وکثیر النویٰ ملقب بہ ابتر کے تابع تھے۔امام کے سلسلہ میں ان کے عقائد یہ ہیں:

۱۔علی بن ابی طالبؑ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دوسروں سے بہتر اور امامت کے لئے زیادہ مناسب تھے لیکن انھوں نے اپنی مرضی سے امامت دوسروں کے حوالے کردی لہٰذا ہم بھی ان کی رضا پر راضی ہیں۔

۲۔مفضول کی امامت افضل کے راضی ہوتے ہوئے صحیح ہے۔

۳۔عثمان کے بارے میں توقف کرنا چاہئے ان کی مدح یا مذمت میں کوئی بات نہیں کہنا چاہئے۔

۴۔اولاد فاطمہ زہراؑ میں جو شخص عالم، زاہد، شجاع ہو اور قیام کرے وہ امام ہوگا۔(۲)

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ زیدی فرقہ کے لوگ شیعہ کہے جاتے ہیں اور شیعہ ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ مسئلہ امامت میں نص کے قائل ہوں۔جبکہ سلیمانیہ اور صالحیہ امام کے انتخاب کے قائل ہیں جو اہل سنت کا عقیدہ ہے لہٰذا ان کو شیعہ نہیں کہنا چاہئے جیسا کہ شیخ طوسیؒ نے تلخیص الشافی میں ان کو شیعہ ماننے سے انکار کیا ہے۔(۳)

---

(۱) التبصیر فی الدین، ص۲۸ ؛ ملل ونحل، ج۱، ص۱۵۹ و۱۶۰ . (۲) ملل ونحل شهرستانی، ج۱، ص۱۶۱ .
(۳) تلخیص الشافی ، ج۲، ص۵۶ و۵۷.

اس سوال کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ اس نظریہ کو سلیمان بن جریر یا بعض لوگوں نے خلیفہ اول وثانی کی خلافت کی توجیہ کے لئے اختیار کیا ہے اور اسی لئے اسکے ساتھ مولائے کائنات علی بن ابی طالبؑ کو بہتر قرار دیا ہے۔لیکن یہ توجیہ قابل قبول نہیں ہے اس لئے کہ شوریٰ کا عقیدہ نص کے عقیدے کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا۔(۱)

دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان کو شیعہ کہنے کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے اموی اور عباسی خلفاء کی مخالفت کی ہے اور خلافت کو علیؑ اور فاطمہ علیہاالسلام کی اولاد کا حق سمجھا ہے ۔(۲)عبد القاہر بغدادی کے مطابق خوارج کی طرح یہ لوگ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے کے لئے ہمیشہ جہنم میں رہنے کے قائل نہیں ہیں ۔(۳) یہ دونوں فرقے زیدیوں کی تاریخ میں زیادہ عرصہ باقی نہیں رہ سکے اس لئے کہ ان کے بانیوں میں کوئی بھی شخص زیدی مذہب کے ائمہ میں سے نہیں تھا۔(۴)

سوالات

۱۔فرقہ جارودیہ کے رہبر کے بارے میں وضاحت کریں۔
۲۔امامت کے بارے میں جارودیہ کے عقائد تحریر کریں۔
۳۔سلیمانیہ فرقہ کا بانی کون تھا؟ امامت کے بارے اسکے عقائد تحریر کریں۔
۴۔سلیمانیہ،معتزلہ اور اہل سنت کے عقائد کس چیز میں مشابہ ہیں؟
۵۔صالحیہ کون لوگ ہیں؟ امامت کے بارے میں ان کا عقیدہ تحریر کریں۔
۶۔سلیمانیہ اور صالحیہ کے بارے میں نظریات تحریر کریں۔

---

(۱) دکتر احمد محمود صبحی، الزیدیة ،ص ۱۰۱ .
(۲) شیعه در اسلام ، علامه طباطبائی ،ص ۲۱ .
(۳) الفرق بین الفرق ،ص ۳۴.
(۴) الزیدیة ،ص ۱۰۶ .

ستر ہواں سبق:

علماءزیدیہ اوران کے کلامی نظریات

کلام زیدیہ عقل کی طرف مائل ہے یعنی دلائل عقلی کے ذریعہ اپنے اعتقادات کو ثابت کرتا ہے اوران کے نظریات عدلیہ(امامیہ،معتزلہ) سے ہماہنگ ہیں اور کلام عدلیہ کی اہم ترین اصل یہ ہے کہ وہ حسن وقبح عقلی کو معتبر مانتے ہیں۔

الف۔عقائد کلامی

ہم اس سے پہلے امامت کے سلسلہ میں زیدی عقائد سے واقف ہو چکے ہیں یہاں پر امیر حسین بن بدرالدین کے رسالہ العقد الثمین سے ان کے کچھ کلامی نظریات نقل کریں گے۔

۱۔زیدیہ:صفات خبریہ کے بارے میں تاویل کے قائل ہیں جیسے یَد کونعمت وقدرت وَجہ کو ذات اور اِستواء کوقدرت کے معنی میں بیان کرتے ہیں۔

۲۔خداوندعالم کی بصری رؤیت کومحال جانتے ہیں۔

۳۔عدل وحکمت الٰہی کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ پروردگار فعل قبیح کو انجام نہیں دیتا اور جو بر بنائے حکمت واجب ہوا سے ترک نہیں کرتا اور اسکے تمام افعال نیک ہیں اس لئے کہ قبیح کو انجام دینے کا سبب یا جہالت ہے یا حاجت جبکہ خداوند عالم نہ جاہل ہے اور نہ محتاج۔

۴۔خلق افعال واختیار: اس سلسلہ میں ان کا نظریہ تفویض کا ہے جو معتزلہ سے ہماہنگ ہے جبکہ امامیہ اس سلسلہ میں امر بین الامرین کے قائل ہیں۔ان لوگوں کا کہنا ہے کہ جب خدا بندوں کے افعال کا خالق ہے تو اپنے افعال کا ذمہ دار بندوں کو کیوں قرار دیتا ہے جو چیزیں اس کی قضاء وقدر سے انجام پاتی ہیں ان سے منع کیوں کرتا ہے اس کے علاوہ انسانوں کے افعال خود ان کے ارادہ سے انجام نہیں پاتے جیسا کہ قرآن کریم میں بھی ان افعال کی نسبت خدا کی طرف ہی دی گئی ہے، افعال ناروا سے پروردگار کا ارادہ متعلق نہیں ہوسکتا۔

۵۔تکلیف مالا یطاق قبیح ہے اور خدا فعل قبیح انجام نہیں دیتا۔

۶۔خدا ناروا افعال کا ارادہ نہیں کرتا اس لئے کہ فعل قبیح کا ارادہ بھی صحیح نہیں ہے۔

۷۔مرتکبین گناہان کبیرہ کو ہم نہ فاسق کہیں گے اور نہ مومن۔وہ اگر بغیر توبہ کے دنیا سے چلے جائیں تو ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔

یہ عقیدہ بھی معتزلہ سے مطابقت رکھتا ہے۔لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ زیدیہ اور معتزلہ ہم عقیدہ ہیں اور ان کو کوئی مستقل نام نہیں دیا جاسکتا۔البتہ متقدمین علماء زیدیہ نے متاخرین کے مقابلہ میں ائمہ اہل بیتؑ سے زیادہ استفادہ کیا ہے جیسا کہ احمد بن عیسیٰ بن زید مؤلف کتاب الامالی نے امام باقرؑ، امام صادقؑ اور باقی اہل بیتؑ سے بہت سی روایات نقل کی ہیں لیکن ابن المرتضیٰ نے البحر الزخار میں امیر محمد بن اسماعیل صنعانی نے کتاب سبل السلام میں، شوکانی نے نیل الاوطار میں ائمہ اہل بیت سے روایات نقل کرنے میں اقتصار سے کام لیا ہے۔ان کے روائی منابع بھی صحاح اور مسانید اہل سنت ہیں اور اجتہاد میں بھی کتاب وسنت کے بعد قیاس اور استحسان پر عمل کیا ہے گویا تاریخ اسلام میں ائمہ اہل بیتؑ سے فقہ کے بارے میں ایک بھی روایت نقل نہ ہوئی ہو۔(۱)

(۱) بحوث فی الملل والنحل، ج ۷، ص ۴۶۸.

ب۔علماء زیدیہ

۱۔احمد بن عیسیٰ بن زید (۱۵۷ھ سے ۲۴۳ھ تک) ان کی کتاب امـالـی ہے جو رأب الصدع کے نام سے تین جزء میں علامہ علی بن اسماعیل عبداللہ صنعانی کی تحقیق کے ساتھ بیروت سے ۱۴۱۰ھ میں چھپی ہے جس میں ۲۷۰۹/احادیث ہیں جو رسولؐ وآل رسولؐ سے منقول ہیں۔

۲۔القاسم الرسی (۱۶۹ھ سے ۲۴۶ھ تک) یہ یمن میں زیدی حکومت کے بانی یحیٰ ابن حسین کے جداعلی ہیں ان کی بہت سی تالیفات عقائد وفقہ میں موجود ہیں۔

۳۔الامام الہادی: یحیٰ بن حسین یہ الامام الہادی کے لقب سے مشہور اور یمن میں زیدی حکومت کے بانی ہیں ان کی بھی بہت سی کتابیں ہیں۔

۴۔الناصر للحق (۲۳۰ھ سے ۳۰۴ھ تک) طبرستان میں زیدی حکومت کے بانی ہیں۔

۵۔ابوالقاسم محمد بن یحیٰ (۲۷۸ھ سے ۳۱۳ھ تک) یہ امام الہادی کے بیٹے ہیں اور الامام المرتضٰی کے نام سے مشہور ہیں۔تفسیر اور فقہ میں ان کی کئی کتابیں ہیں۔

۶۔ابوالحسن احمد بن حسین بن ہارون (۳۳۳ھ سے ۴۱۱ھ تک) یہ پہلے شیعہ تھے بعد میں زیدی مذہب کی طرف مائل ہوگئے۔شیخ طوسیؒ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ فروع دین کے بارے میں وارد ہونے والی روایات صحیح طریقہ سے سمجھ نہیں سکے۔اگرچہ فروع میں اختلاف کی وجہ سے دلیلوں سے ثابت اصول سے روگردانی نہیں کی جاسکتی۔(۱)

۷۔محسن بن محمد بن کرامہ معروف بہ الحاکم الحبشی (۴۱۳ھ سے ۴۹۴ھ تک) یہ زمخشری کے استاد تھے۔ان کے آثار کی تعداد ۴۲/ ہے۔

---

(۱) التهذیب ، شیخ طوسی ،ج ۱ ، ص ۳ و ۲.

۸۔ابوسعید نشوان حمیدی (متوفی ۵۷۳ھ) یہ اپنے زمانہ میں لغت، نحو اور تاریخ میں کم نظیر تھے۔

۹۔عبداللہ بن حمزہ بن سلیمان (۵۶۱ھ سے ۶۱۴ھ تک) یہ حسن مثنیٰ کی اولاد میں سے تھے۔

۱۰۔المؤید باللہ یحییٰ بن حمزہ بن علی (۶۶۱ھ سے ۷۴۹ھ تک) یہ امام جوادؑ کی اولاد میں سے تھے اور علم کلام و بلاغت میں اپنے زمانہ کے مشہور علماء میں سے تھے۔

۱۱۔احمد بن یحییٰ بن المرتضی (۷۶۴ھ سے ۸۴۰ھ) یہ زیدی علماء میں ایک اہم ترین منصب کے مالک ہیں ان کی مشہور کتابیں اس طرح ہیں:

الف: البحر الزخار الجامع لمذاهب اهل الامصار

ب: کتاب الازهار فی فقه الائمه الاطهار، یہ کتاب زیدیوں کے نزدیک شیعوں کی عروة الوثقیٰ جیسی ہے۔

ج: طبقات المعتزلة، اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے مولف امامت کے علاوہ تمام مسائل میں معتزلہ کے ہم عقیدہ ہیں۔

۱۲۔المنصور باللہ قاسم بن محمد (متوفی ۱۰۲۹ھ) ان کی بعض تالیفات یہ ہیں:

الف: الاعتصام بحبل الله المتين، فقہ میں۔

ب: المرقاة، اصول فقہ میں۔

ج: الاساس لعقائد الاکیاس، اصول دین میں۔

سوالات

۱۔ زیدیہ کے کلام، عقائداوران کی بحث کا طریقہ کار بیان کریں۔
۲۔ صفات خبریہ اور رویت خدا کے بارے میں عقیدہ زیدیہ بیان کریں۔
۳۔ عدل، حکمت الٰہی اور خلق افعال کے بارے میں زیدیوں کے نظریات تحریر کریں۔
۴۔ مرتکبین کبائر اور شفاعت کے بارے میں زیدیوں کا نظریہ لکھیں۔
۵۔ زیدیوں کے کلامی عقائد کا خلاصہ کریں۔
٦۔ دوسری اور تیسری صدی ہجری کے دو علماء زیدیہ کے نام بتائیں۔
۷۔ چوتھی صدی سے گیارہویں صدی تک کے کسی ایک زیدی عالم کا نام تحریر کریں۔

اٹھارہواں سبق:

رہبران قیام وشہادت

اس درس میں زیدی مذہب کے ان رہبروں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو فطری اور عقیدتی اعتبار سے تو زیدیوں کے رہبر نہیں تھے لیکن قیام و جہاد کے اعتبار سے ان کی قیادت کرنے والے تھے۔

۱۔ جناب زید کا قیام اور شہادت

زید نے ہشام بن عبدالملک کے خلاف قیام کیا اور ایک پر جوش جنگ ہوئی۔ بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی غداری کی وجہ سے کوفہ کے گورنر یوسف بن عمر و ثقفی کے ذریعہ شہید ہوئے۔ جب شہادت کے وقت یہ محسوس کیا کہ اب زندہ نہ رہیں گے۔ تو ارشاد فرمایا کہ حمد وثنا ہے اس خدا کی جس نے میرے دین کو کامل کیا یقیناً مجھے پیغمبر اکرم ﷺ سے شرمندگی ہوتی اگر میں قیامت کے دن حوض کوثر پر وارد ہوتا اس حال میں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل نہ کیا ہو۔

زید کی شہادت ان کی پیشانی پر تیر لگنے سے ہوئی جو دماغ تک پہونچ گیا تھا اس حال میں ان کے بیٹے یحیٰ نے اپنے والد سے مخاطب ہو کر فرمایا: بابا جان آپ کو مبارک ہو کہ آپ پیغمبر اکرم ﷺ علی ؑ فاطمہ ؑ، حسن ؑ اور حسین ؑ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔ زید نے کہا ہاں بیٹا لیکن تمہارا کیا ارادہ ہے؟ یحیٰ نے کہا: خدا کی قسم میں بھی ان سے جنگ کروں گا چاہے کوئی میری مدد نہ کرے۔ زید

نے بیٹے کو شاباشی دی اور پھر اپنی پیشانی سے تیر نکالا اور اس دنیا سے کوچ کر گئے ۔ان کے جنازے کو ایک کھیت یا باغ میں دفن کر کے اس پر پانی جاری کر دیا گیا تا کہ اموی جاسوس اس سے باخبر نہ ہوسکیں لیکن پھر بھی یوسف بن عمرو کے جاسوسوں نے پتہ لگالیا اور آپ کے بدن کو نکال کر کناسہ میں سولی پر لٹکا دیا گیا۔ چار سال تک اسی طرح آپ کا بدن مبارک سولی پر لٹکا رہا۔ ہشام کی موت کے بعد اس کے بیٹے ولید نے یوسف بن عمرو کو حکم دیا کہ ان کے بدن کو جلا کر ان کی راکھ کو ہوا میں اڑا دیا جائے ۔(۱)

۲۔ یحییٰ بن زید کا قیام اور ان کی شہادت

اپنے والد کی شہادت کے بعد یحییٰ مدائن چلے گئے اور اسکے بعد ری پھر نیشاپور گئے اور آخر کار سرخس کی طرف روانہ ہوئے ۔ چھ مہینے وہاں قیام کیا یہاں تک کہ ہشام بن عبدالملک اس دنیا سے واصل جہنم ہو گیا اسکے بعد ولید نے نصر بن سیار کو یحییٰ کی گرفتاری کا حکم دیا اور بلخ میں ان کو گرفتار کر لیا گیا۔لیکن ہنگامہ کے خوف سے ولید نے ان کو آزاد کر دیا۔اسکے بعد یحییٰ جوز جان چلے گئے وہاں لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی۔نصر بن سیار نے سالم بن احوز کو آپ سے جنگ کے لئے بھیجا۔تین دن کی جنگ کے بعد یحییٰ کے تمام ساتھی قتل ہو گئے اور آخر کار یحییٰ بھی جن کی عمر ۱۸ سال تھی ۱۲۵ھ میں شہید ہو گئے ۔(۲)

ان کا سر کاٹ کر ان کی ماں کے پاس بھیج دیا گیا اور ان کے بدن کو سولی پر لٹکا دیا گیا۔ابو مسلم خراسانی کے قیام تک یہ بدن اسی طرح دار پہ لٹکا رہا پھر ابو مسلم نے آپ کے بدن کو کفن پہنا کر سپرد لحد کیا۔خراسان کے لوگوں نے یحییٰ کی شہادت کے بعد ۷ دن تک عزاداری کی، سیاہ لباس پہنے اور اپنے بچوں کے نام زید یا یحییٰ رکھنا شروع کر دیئے اور اس طرح خراسان امویوں کے مقابلہ میں علویوں کے قیام کا مرکز بن گیا۔(۳)

---

(۱) عمدۃالطالب ،ص ۲۵۵ و ۲۵۸ . (۲) عمدۃالطالب ،ص ۲۵۹ و ۲۶۰ . (۳) الزیدیۃ ،ص ۸۴.

۳۔ نفس زکیہ کا قیام

محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علیؑ نفس زکیہ کے نام سے مشہور تھے۔ انھوں نے ۱۰۰ھ میں ولادت پائی اور ۱۴۵ھ میں منصور عباسی کے حکم سے شہید ہوئے وہ بنی ہاشم کی ایک جانی پہچانی شخصیت تھے اور بہت سے علویوں اور عباسیوں نے بنی امیہ سے مقابلہ کرنے کے لئے ان کی بیعت کی تھی جن میں سب سے آگے منصور اور سفاح تھے۔ مختلف مذاہب کے علماء نے بھی امویوں کے خلاف محمد کی قیادت کو قبول کرلیا تھا۔ جن میں معتزلہ کی ایک جماعت کے علاوہ واصل بن عطاء اور عمرو ابن عبید سرفہرست تھے یہ لوگ امام جعفر صادقؑ کے پاس حاضر ہوئے اور بنی امیہ کے ذریعہ پیدا کی گئی صورتحال سے مقابلہ کے لئے محمد بن عبداللہ بن حسن کی قیادت کی پیش کش کی۔ (۱)

بنی عباس بھی خلافت پر قابض ہونے کے بعد ظلم وزیادتی کے اعتبار سے بنی امیہ کی روش پر قائم رہے اور محمد کے ساتھ کئے ہوئے اپنے وعدوں کو بھول گئے جسکی وجہ سے محمد نفس زکیہ نے اپنے قیام کا رخ بنی عباس کی طرف موڑ دیا۔ محمد نے منصور کے خلاف جہاد کرنے پر لوگوں کو اکسایا بہت سے لوگوں نے ان کی بیعت کی۔ ابوحنیفہ نے عراق میں اور مالک نے مدینہ میں ان کے قیام کی تعریف کی اور یہ اعلان کیا کہ منصور کے ذریعہ زبردستی لی گئی بیعت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

محمد نے مدینہ کو بنی عباس کے قبضہ سے آزاد کرلیا۔ مدینہ کے گورنر کو معزول کر کے قید میں ڈال دیا اور ایک خطبہ دیا جس میں بنی عباس کے مظالم کے خلاف جہاد پر اکسایا۔ منصور نے خود ان کے لئے اور ان کے بھائیوں، بیٹوں اور دیگر چاہنے والوں کے لئے امان نامہ بھیجا لیکن محمد چونکہ ان کی عہد شکنی سے واقف تھے لہٰذا اسکو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ اور حمید بن قحطبہ کو محمد سے جنگ کے لئے بھیجا۔ انھوں نے مدینہ کے چاروں طرف خندق کھدوا رکھی تھی تا کہ منصور کے حملہ سے

(۱) الزيدية، ص ۸۵.

محفوظ رہ سکیں اس سے خود ان کو نقصان ہوا اور وہ محاصرہ میں قید ہوگئے۔ غذائی اشیاء کی کمی واقع ہوگئی۔ محمد نے جب اس صورت حال کو دیکھا تو لوگوں سے اپنی بیعت اٹھالی چند لوگوں کے علاوہ سب نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا انھوں نے جب شہید ہونے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں دیکھا تو فوراً اپنے گھر گئے اور ایک صندوق جس میں ان کے چاہنے والوں سے متعلق اہم دستاویزات تھیں اسکو نذر آتش کر دیا اور عباسیوں کی اس پیش کش کو ماننے سے انکار کر دیا جس میں ایسی باتیں تھیں کہ ان دستاویزات کے مقابلہ میں ان کو آزاد کیا جا سکتا ہے اسی لئے آپ کا لقب نفس زکیہ پڑا۔(۱)

۴۔ ابراہیم بن عبداللہ کا قیام

ابراہیم بن عبداللہ اپنے بھائی کی طرح بنی ہاشم میں ایک قابل امتیاز شخصیت کے حامل تھے جس وقت محمد نے حجاز میں منصور کے خلاف قیام کیا تھا اسی وقت ابراہیم نے بصرہ میں قیام کیا۔ ان کا قیام اول رمضان ۱۴۵ ھ میں ہوا تھا جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی ان میں بہت سی اہم شخصیات تھیں۔ ابوحنیفہ نے ان کے قیام کی تائید کی اور انکے لئے چار ہزار درہم بھیجے۔

محمد کی شہادت کے بعد منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ کو ابراہیم کے مقابلہ کے لئے بھیجا ابراہیم بصرہ سے نکل آئے اور کوفہ سے نزدیک ''باخمری'' نامی جگہ پر دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا۔ پہلے عیسیٰ کی فوج کو شکست ہوگئی لیکن ابراہیم کے کہنے پر بھاگی ہوئی فوج کا پیچھا نہیں کیا گیا جس کی بناء پر عیسیٰ کی فوج والوں نے سوچا کہ شاید ابراہیم کے سپاہی بھاگ گئے ہیں لہٰذا انھوں نے مڑ کر حملہ کر دیا بہت سے لوگوں کو قتل کیا ایک تیر ابراہیم کی پیشانی پر بھی لگا اور ۴۲ سال کی عمر میں آپ کی شہادت ہوگئی۔ آپ کا سر تن سے جدا کر کے منصور کے پاس بھیج دیا گیا۔ بعض مورخین نے آپ کی تاریخ شہادت ۲۵/ ذیقعدہ اور بعض نے ذی الحجہ قرار دیا ہے۔(۲)

---

(۱) الزیدیه، ص ۱۹۱؛ مقالات الاسلامیه، ترجمه مویدی، ص ۴۶. (۲) عمدة الطالب، ص ۱۰۸ و ۱۱۰.

۵۔شہید فخ

آپ کا نام حسین تھا آپ علی بن حسن مثلث یعنی حسن بن حسن بن حسنؑ بن علیؑ کے بیٹے تھے۔ ہادی عباسی کے خلاف قیام کیا ان کے قیام کا آغاز مدینہ سے ہوا اور مدینہ پر قبضہ کے بعد مکہ کی طرف رخ کیا لیکن فخ نامی جگہ پر عباسیوں کے بڑے لشکر سے مقابلہ ہوا اور وہیں آپ کی شہادت ہوگئی ان کی تاریخ شہادت ۸ ذی الحجہ ۱۶۹ھ بیان کی گئی ہے اور بعض لوگوں نے ۱۷۰ھ بھی کہا ہے امام محمد تقیؑ سے مروی ہے کہ حادثہ کربلا کے بعد فخ سے دردناک واقعہ کوئی اور نہیں گذرا۔(۱)

مورخین نے لکھا ہے کہ ہادی نے حکم دیا کہ تمام اسیروں کو قتل کر دیا جائے اور ان کو بغداد کے دروازے پر لٹکا دیا جائے۔(۲)

۶۔یحیٰ بن عبداللہ کا قیام

یحیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی، شہید فخ کی شہادت کے بعد مکہ سے مازندران چلے گئے اور وہاں ہارون رشید کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ وہاں کے لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی جس سے ہارون رشید پریشان ہوگیا اور تدبیر سوچنے لگا آخرکار فضل بن یحیٰ کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ یہ ذمہ داری سونپی کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس ہنگامہ کا خاتمہ کرے فضل دھوکے اور فریب کے ذریعہ جھوٹا امان نامہ دے کر ان کو بغداد لے آیا۔ ہارون نے ان کو زندان میں ڈال دیا۔ یحیٰ چونکہ صاحب علم و فضیلت تھے لہذا ہارون ان کو علماء کی نشستوں میں بلاتا تھا اور پھر اسی زندان میں بھیج دیتا تھا آخرکار ۲ مہینے بعد ۱۷۵ھ میں اسی قید خانہ میں آپ کا انتقال ہوگیا۔(۳)

---

(۱) عمدة الطالب، ص ۱۸۳. (۲) الزيدية، ص ۹۴.

(۳) عمدة الطالب، ص ۱۵۱ ؛ الزيديه، ص ۹۵.

۷۔ابن طبا طبا کا قیام

آپ محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن مثنیٰ تھے۔انھوں نے مامون کی حکومت کے زمانے میں کوفہ میں قیام کیا ابوسرایہ نے بھی ان کی مدد کی ان لوگوں نے کوفہ پر قبضہ کرلیااور اسکے بعد واسط اور بصرے کو بھی فتح کرلیا۔

ان کے قیام کی خبر مکہ مدینہ اور یمن پہونچی تو وہاں بھی علویوں نے آپ کی حمایت میں قیام کیا لیکن چار مہینے کے بعد اچانک آپ کا قتل ہوگیا۔

۸۔محمد بن محمد بن زید کا قیام

انھوں نے بچپنے میں ہی زیدیوں کی امامت کا عہدہ سنبھالا لہٰذا ان کی فوج کی قیادت ابوسرایہ کے ہاتھوں میں رہی ۔انھوں نے کئی مرتبہ بنی عباس کی فوجوں کو شکست دی۔آخر کار ۲۰۰ھ میں شکست کھا گئے اور خراسان چلے گئے اور وہاں گرفتار کرلئے گئے ابوسرایہ کو قتل کردیا گیا اور محمد کو مامون کے پاس لے جایا گیا وہ چالیس دن تک قید میں رہے اور آخر کار ۲۰۲ھ میں ۲۰ سال کی عمر میں ان کو زہر دے دیا گیا۔(۱)

زیدیوں کی حکومت

بعض زیدی مجاہدین نے بعض اسلامی ممالک میں حکومتیں قائم کیں۔ جو اس طرح ہے:

۱۔مراکش میں زیدیوں کی حکومت

(۱) عمدۃالطالب ،ص ۳۰۰ ؛ الزیدیه ،ص ۹۶ ؛ بحوث فی الملل والنحل ،ج ۷ ،ص ۳۶۶.

عبداللہ بن حسن مثنیٰ کے چھ بیٹے تھے: محمد، ابراہیم، عیسیٰ، یحیٰ، ادریس اور سلیمان۔ محمد نفس زکیہ نے حجاز میں شہادت پائی، ابراہیم نے بصرے میں اور یحیٰ مازندران چلے گئے اور انھوں نے وہیں ہارون کے قید خانہ میں وفات پائی۔ ادریس مراکش چلے گئے اور ان کے بھائی سلیمان بھی انہیں سے ملحق ہو گئے۔

جب ادریس مراکش کی طرف چلے تو واضح بن منصور حاکم مصر نے آپ کو پناہ دی اور کچھ لوگوں کے ساتھ ان کو مراکش بھیجا۔ انھوں نے شہر ''ولبلہ'' میں قیام کیا۔ مراکش کے حکمراں اسحاق بن عبداللہ نے ان کا احترام کیا ادریس نے اپنی رہبری کا اعلان کیا وہاں کے بربریوں نے آپ کی رہبری کو تسلیم کر لیا جب ہارون کو ان کی اطلاع ہوئی تو طویل مسافت کی وجہ سے جنگ کے لئے تیار نہ ہوسکا۔

لہٰذا اس نے شماخ نامی ایک شخص کو بھیجا کہ وہ اپنے کو ادریس کا ساتھی ظاہر کر کے ان کی حمایت کرے اور آخر کار ان کو زہر دیدے چنانچہ ۱۷۵ھ میں ادریس کو زہر دیدیا گیا اسکے بعد ان کی حکومت کا تاج ان کی ایک کنیز کے سر پر رکھا گیا جو حاملہ تھی کچھ دنوں بعد ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بھی ادریس ہی رکھا گیا۔ بچے کے حد بلوغ تک پہونچنے سے پہلے مرشد نامی ایک شخص جو ادریس اول کے غلاموں میں سے تھا حکومت کی دیکھ بھال کرتا رہا وہ وہاں کے قبائل میں عزت واحترام کا مالک تھا جب ادریس ثانی حد بلوغ تک پہونچا تو اس نے حکومت کے امور سنبھال لئے یہاں تک کہ ۲۱۳ھ میں اسے بھی زہر دیدیا گیا۔ اسکے بارہ بیٹے تھے جن میں سب سے بڑے بیٹے کا نام محمد تھا وہ اپنے باپ کا جانشین ہوا اور اپنی حکومت اپنے بھائیوں میں تقسیم کر دی لیکن کچھ ہی دنوں میں اس کے بھائیوں میں اختلاف ہو گیا جس کے نتیجہ میں ادریسیوں کی حکومت کو زوال آنے لگا آخر کار ۳۲۳ھ میں عبدالرزاق خارجی صفری کی قیادت میں خارجیوں نے اس حکومت کا خاتمہ کر دیا۔(۱)

۲۔ زیدیوں کی حکومت یمن میں

---

(۱) الزیدیة، ص ۱۱۰ و ۱۱۳؛ الشیعة والتشیع ۱۳۷ و ۱۴۳.

یمن میں زیدیوں کی حکومت ۲۸۸ھ میں یحییٰ بن الحسین ملقب بالہادی الی الحق کے ذریعہ قائم ہوئی۔ ۲۴۵ھ میں ان کی ولادت ہوئی۔ سب سے پہلے حجاز میں ان کی بیعت کی گئی اور پھر صنعاء کے گورنر کی کوششوں سے وہاں پہونچے لیکن صنعا کے لوگوں نے ان کی مدد کرنے سے انکار کردیا اس لئے کہ انھوں نے برائیوں سے سختی کے ساتھ روکا اور زکاۃ کی ادائیگی ضروری کردی۔ وہ دوبارہ حجاز واپس آ گئے اور پھر ۲۸۸ھ میں یمنی قبیلوں کے ذریعہ صنعاء پہونچے وہاں ان کو زیدیوں کا رہبر قرار دیا گیا اور انھوں نے مختلف علاقوں میں اپنے نمائندے بھیجے لیکن کچھ یمنی قبیلوں نے ان کے ساتھ بغاوت کردی، ان کے ایک بیٹے اور یمن کے بعض قبائل میں سخت جنگ ہوئی جس میں وہ زخمی ہوگئے اور ۲۹۸ھ میں انھیں زہر دیدیا گیا۔ زید بن علی کے بعد زیدیوں میں سب سے بڑی شخصیت کے مالک تھے۔ وہ نہ صرف جنگ و جہاد میں ممتاز تھے بلکہ علم و فضل میں بھی ایک امتیازی شان کے مالک تھے۔ اسی لئے یمن میں مذہب زیدی ان کے نام سے مشہور ہوا۔ وہ غریبوں اور محتاجوں کے ساتھ مہربان تھے اور زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ابوبکر کی خلافت کو نہیں مانتے تھے اور فدک کو حضرت فاطمہ زہراؑ کا حق سمجھتے تھے۔ مولائے کائنات علی بن ابی طالبؑ کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی جانشین سمجھتے تھے۔ (۱)

عمدة المطالب کے مؤلف نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ یحییٰ بن حسین ایک جلیل القدر، شجاع، پرہیزگار، مصنف اور شاعر تھے۔ یمن میں ظہور کیا اور الہادی الی الحق کے لقب سے یاد کئے گئے جہاد کی قیادت کی وہ ریشمی لباس پہنتے تھے۔ فقہ میں بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں۔ ان کی فقہ ابوحنیفہ کی فقہ سے نزدیک تھی یمن میں ان کا ظہور معتضد عباسی کے زمانہ میں ہوا ۲۹۸ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ (۲) اور ان کے بعد ان کے بیٹے زیدیوں کے امام اور یمن کے حاکم ہوئے ۳۸۲ھ تک یمن میں زیدیوں کی حکومت ان کے بیٹوں اور پوتوں میں قائم رہی۔

---

(۱) الزیدیه، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۸۰، ۱۸۱.   (۲) عمدة الطالب، ص ۱۷۷.

۳۔ زیدیوں کی حکومت طبرستان میں

طبرستان میں زیدی حکومت کے بانی ابومحمد حسن بن علی تھے جو امام زین العابدینؑ کی نسل سے تھے ۲۳۰ھ میں ان کی ولادت ہوئی ۲۸۴ھ میں قیام کیا۔ الناصر لدین اللہ ملقب بناصر للحق کے نام سے مشہور ہوئے اسی لئے ان کی دعوت کو ناصریہ کہا جاتا ہے ان کو ناصر اطروش بھی کہا جاتا ہے۔(۱)

مؤلف عمدة المطالب نے ان کے بارے میں اس طرح سے لکھا ہے کہ "ابومحمد الحسن، الناصر الکبیر الاطروش، زیدیوں کے امام ہیں اور زیدیوں کا ناصری گروہ انھیں کی طرف منسوب ہے ۱۴سال دیلم کی سرزمین پر اسلام کی تبلیغ کی۔ ۳۰۴ھ میں ۹۹ سال کی عمر میں آمل میں ان کا انتقال ہوگیا۔(۲) ان کے بعد ان کے داماد حسین بن قاسم علوی نے حکومت کی ذمہ داری سنبھالی ۳۱۶ھ میں ان کا قتل ہوگیا۔ ۷۶/سال بعد دیلم سے علویوں کی حکومت کا خاتمہ ہوگیا۔(۳) قابل ذکر ہے کہ دیلم کی سرزمین دوسرے خلیفہ کے ذریعہ فتح ہوئی لیکن وہاں کے لوگ اسی طرح مجوسی رہے منصور اور مامون کے دور میں دوبارہ فتح ہوئی لیکن پھر بھی اکثریت نے دین مجوسی نہیں چھوڑا لیکن ناصر اطروش کی تقریر سے اسلام کی طرف مائل ہوئے اور پھر توحید کے علمبرداروں میں شمار ہوئے ناصر الاطروش، الہادی الی الحق ہی کی زمانہ میں تھے اور زیدیوں کے اعتبار سے ایک زمانہ میں دو علاقوں میں دو اماموں کا ہونا صحیح ہے۔

---

(۱) الزیدیه، ص ۱۹۰.　(۲) عمدة الطالب، ص ۳۰۸.

(۳) الشیعة والتشیع، ص ۱۴۷.

سوالات

۱۔ جناب زید اوران کے بیٹے یحییٰ کے قیام اور شہادت پر مختصر روشنی ڈالیں۔
۲۔ محمد نفس زکیہ اوران کے بیٹے ابراہیم کے قیام اور شہادت کے بارے میں مختصر تحریر کریں۔
۳۔ شہید فخ، یحییٰ بن عبداللہ، ابن طباطبا اور محمد بن محمد ابن زید کے قیام کے بارے میں مختصر تحریر کریں۔
۴۔ مراکش میں زیدی حکومت کے بارے میں مختصر وضاحت تحریر کریں۔
۵۔ یمن میں زیدی حکومت کے قیام اوراس کے خاتمہ پر روشنی ڈالیں۔
۶۔ طبرستان میں زیدی حکومت کے بارے میں مختصر وضاحت کریں۔

انیسواں سبق:

اثناعشری شیعہ (امامیہ)

اثناعشری شیعہ چند خصوصیات کے حامل ہیں:

۱۔امام کو نبی کی طرح معصوم ہونا چاہئے۔

۲۔ چونکہ عصمت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے خداوند عالم کے علاوہ کوئی اور واقف نہیں ہے لہٰذا امام کی تعیین بھی نبی کی طرح خداوند عالم ہی کی طرف سے ہونا چاہئے۔

۳۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جانشین بارہ ہیں جن کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بار بار پہچنوایا ہے۔ان میں مولائے کائنات علی بن ابی طالب ؑ اور ان کے بعد گیارہ معصوم امام ہیں جن میں سے نو امام، امام حسینؑ کی نسل سے ہیں اور ان میں آخری امام مہدی عج اللہ موعود ہیں جو اب بھی زندہ اور غائب ہیں۔ ایک وقت آئے گا جب اذن پروردگار سے پوری دنیا پر عدل و انصاف کی حکومت قائم کریں گے۔

اثناعشری شیعوں کو عام طور سے امامیہ بھی کہا جاتا ہے۔شیخ مفید نے اس سلسلہ میں کہا ہے :

فاما وصف الفریق من الشیعة بالامامیة فهو علم علی من دان بوجوب الامامة ووجودها فی کل زمان. واوجب النص الجلیّ والعصمة والکمال لکلّ امام.ثمّ حصر الامامة فی ولد الحسین بن علیؑ وساقها الی الرضا علی بن موسیؑ... (۱)

---

(۱) اوائل المقالات ،ص ۳۸.

''شیعوں کی ایک جماعت کو امامیہ کہا جاتا ہے جو ہر زمانے میں امام کے وجود کو ضروری سمجھتا ہے اور ہر امام کے لئے نص جلی، عصمت اور کمال کا قائل ہے وہ لوگ امامت کو اولاد امام حسینؑ سے مخصوص جانتے ہیں۔ امام رضاؑ اور ان کی اولاد کی امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔''

لفظ شیعہ بھی اگر بغیر قرینہ اور قید کے ذکر ہو تو اس سے مراد اثنا عشری شیعہ ہی ہوتے ہیں۔ علامہ کاشف الغطاء نے اس سلسلہ میں فرمایا :

یختص اسم الشیعة الیوم علی اطلاقه بالامامیة التی تمثل اکبر طائفة المسلمین بعد طائفة اهل السنة.(۱)

''لفظ شیعہ کا مطلق استعمال امامیہ سے مخصوص ہے جو اس دور میں اہل سنت کے بعد مسلمانوں کا سب سے بڑا فرقہ ہے۔''

اصول مذہب

شیعہ مذہب کے اصول پانچ ہیں:

۱۔توحید ۲۔عدل ۳۔نبوت ۴۔امامت ۵۔قیامت

توحید کے سلسلہ میں شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم وحدہ لاشریک ہے اور کوئی چیز اسکے مثل ونظیر نہیں ہوسکتی، کسی طرح کی کثرت ترکیبی اسکی ذات میں نہیں پائی جاسکتی لہٰذا اسکے صفات اسکی عین ذات ہیں (اسکو توحید ذاتی اور صفاتی کہا جاتا ہے)۔

اسی طرح سوائے اسکے نہ کوئی خالق ہے اور نہ اس دنیا کو چلانے والا (اسکو توحید در خالقیت و ربوبیت کہا جاتا ہے) لہٰذا اسکے علاوہ کوئی بھی لائق عبادت و پرستش نہیں ہے (اسکو توحید در عبادت کہتے ہیں)۔

نبوت کے سلسلہ میں ان کا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیاء بھیجے ہیں جن میں پہلے جناب آدمؑ ہیں اور آخری حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو سب کے

---

(۱) اصل الشیعة و اصولها، ص ۱۳۰.

سب خطا اور گناہ سے معصوم ہیں۔ان میں پانچ اولوالعزم پیغمبر ہیں: حضرت نوحؑ ،حضرت ابراہیم ؑ ،
حضرت موسیٰ ؑ ،حضرت عیسیٰ ؑ ،حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔

ہمارے پیغمبر ﷺ آخری پیغمبر ہیں،قرآن آخری کتاب اور اسلام آخری شریعت ہے جو انسانیت کی ہدایت کے لئے منتخب کی گئی ہے۔قیامت کے سلسلہ میں ان کا عقیدہ ہے کہ دنیاوی اور برزخی زندگی کے بعد ایک اور منزل ہے جس کا نام قیامت ہے۔وہاں سب کو محشور کیا جائے گا تا کہ اپنے اعمال کی جزاء یا سزا پا سکیں۔

عدل الٰہی کے سلسلہ میں شیعوں کا عقیدہ ہے کہ افعال حسن وقبح کے اعتبار سے دو طرح کے ہوتے ہیں:

کچھ حسن ہیں جیسے عدالت، وعدہ کی وفا وغیرہ....

کچھ قبیح ہیں جیسے ظلم، عہد شکنی وغیرہ....

خداوند عالم ہر طرح کے فعل قبیح سے منزہ ہے اس لئے کہ وہ عالم، غنی، قادر اور حکیم ہے اور جو غنی، قادر، عالم اور حکیم ہو اس سے کوئی ناپسندیدہ فعل صادر نہیں ہوسکتا۔

امامت کے سلسلہ میں ان کا عقیدہ اس درس کے آغاز میں بیان کیا گیا جس کی تفصیل علم کلام میں بیان ہوتی ہے۔

شیعہ مکتب کلامی کب وجود میں آیا؟

شیعوں کے پہلے امام معصوم حضرت علیؑ ہیں جو پیغمبر اسلام ﷺ کے اصحاب میں سب سے نمایاں فرد ہیں اور جنھوں نے توحید، قضاء وقدر، امر بین الامرین اور صفات الٰہی کے بارے میں بحث کی ہے۔جن میں سے بعض کا تذکرہ نہج البلاغہ میں موجود ہے۔

لہٰذا شیعہ مکتب کلامی اسلام میں سب سے قدیم مکتب کلامی ہے۔مولائے کائناتؑ کے بعد صحابہ

اورتابعین نےعلم کلام اور خاص طور پر امامت کے سلسلہ میں بحث وگفتگو کی ہے جوآپ ہی کے شاگرد تھے۔علامہ طباطبائی اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ شیعی علم کلام سب سے قدیم ہے جس کا آغاز پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فوراًبعد ہوااور جسکے اکثر متکلمین صحابہ جیسے سلمان فارسی، ابوذر، مقداد، اورعمرو بن حمق خزاعی وغیرہ ہیں یا پھر تابعین ہیں جیسے رشید، کمیل اور میثم وغیرہ جن کو بنی امیہ کے ہاتھوں شہید کردیا گیا۔امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں دوبارہ موقع ہاتھ آیا جب شیعی علم کلام میں بحث ومباحثہ اور تصنیف وتالیف وغیرہ جیسے امور انجام پائے۔(۱)

شیعی متکلمین کا ائمہ معصومینؑ بہت احترام کرتے تھے اور ان ذوات مقدسہ نے اس علم میں بہترین شاگردوں کی تربیت فرمائی۔امام جعفر صادقؑ کے شاگردوں میں کچھ افراد ایسے ہیں جن کو خود امامؑ نے متکلم قرار دیا ہے۔جیسے ہشام بن حکم، حمران بن اعین، ابوجعفر احول، معروف بہ مؤمنِ طاق، قیس بن ماصر وغیرہ...

اصول کافی میں ان لوگوں کا ایک مناظرہ بیان کیا گیا ہے جو امام جعفر صادقؑ کے سامنے وقوع پذیر ہوااور جس پر امام نے خوشی کا اظہار فرمایا۔(۲)

اس سلسلہ میں تالیفات بھی سب سے پہلے شیعی علم کلام میں انجام پائیں۔عیسیٰ بن روضہ پہلے تابعی ہیں جنھوں نے امامت کے سلسلہ میں کتاب تالیف کی۔(۳) ابن ندیم نے علی بن اسماعیل بن میثم تمار کو امامت کے سلسلہ میں پہلا متکلم قرار دیا ہے اور ان کی تالیفات میں **الامامۃ والاستحقاق** کو ذکر کیا ہے۔(۴) ہشام بن حکم چھٹے اور ساتویں امامؑ کے زمانہ میں اہم ترین متکلم تھے انھوں نے عقائد کے سلسلہ میں بہت سی کتابیں اور رسالے تالیف کئے ہیں جن میں سے **التوحید، الامامۃ، الجبرو القدر، الاستطاعۃ، الردّعلی اصحاب الاثنین** وغیرہ کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

....

(۱) المیزان، ج۵، ص۲۷۸.
(۲) الکافی، ج۱، کتاب الحجۃ، باب ۲۱، حدیث ۴.
(۳) رجال نجاشی، شمارۂ ۷۹۶.
(۴) الفہرست، ص۲۴۹.

سوالات

۱۔شیعہ اثنا عشری مکتب کلامی کی خصوصیات تحریر کیجئے۔
۲۔کلمہ شیعہ کے بارے میں شیخ مفید اور کاشف الغطاء کے اقوال تحریر کیجئے۔
۳۔اصول مذہب شیعہ کیا ہیں؟مختصر وضاحت کریں۔
۴۔علامہ طباطبائی نے شیعہ مکتب کلامی کی تاریخ کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟
۵۔امام جعفر صادقؑ کے بعض شاگردوں کے نام تحریر کیجئے۔
۶۔شیعہ مکتب کلامی میں تالیف کتاب کا آغاز کب ہوا؟ دلیل کے ساتھ تحریر کیجئے۔

بیسواں سبق:

عقائد کے سلسلہ میں شیعوں کی بحث کا انداز

شیعہ مذہب نے اصول عقائد اور اعتقادی بحثوں میں ائمہ اہل بیتؑ کا اتباع کیا ہے۔ قرآن وسنت کے واضح اعلان کے مطابق ائمہ اہل بیتؑ وحی کی باریکیوں سے واقف ہیں لہٰذا ان کا قول وعمل وحی الٰہی اور تعلیمات اسلامی کا سرچشمہ ہے۔ عقائد کے سلسلہ میں ان کا طریقہ، استدلال اور احتجاج پر مبنی ہے جس کی بنیاد عقل اور وحی الٰہی ہے۔ ان کے استدلال کی اہم ترین خصوصیت اعتدال ہے۔ مولائے کائناتؑ نے ایک خوبصورت عبارت میں فرمایا ہے:

﴿لم یطلع العقول علی تحدید صفته ولم یحجبها عن واجب معرفته﴾(۱)

''یعنی عقلوں کو اپنی صفت کی حقیقی معرفت سے آگاہ نہیں کیا لیکن ضرورت کی مقدار بھر ان سے پوشیدہ بھی نہیں رکھا۔''

قرآن مجید کے سلسلہ میں بھی ارشاد فرمایا:

﴿ینطق بعضه ببعض ویشهد بعضه علی بعض﴾(۲)

''قرآن کا بعض حصہ بعض حصہ کی ترجمانی کرتا ہے اور اس پر شاہد ہے۔''

(۱) نهج البلاغه، خطبه ۴۹۱. (۲) نهج البلاغه، خطبه ۱۳۳.

لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ ارشاد فرمایا کہ کلام الٰہی کو سمجھنے کے لئے ائمہ اہل بیتؑ سے مدد لینا چاہئے (۱) اس لئے کہ ان کے طریقہ میں نہ تشبیہ کا نام ونشان ہے اور نہ تعطیل کا نہ جبر کی گنجائش ہے اور نہ تفویض کی اور جہاں بھی افراط وتفریط کا تصور ہو ان کی روش درمیان کی روش ہوتی ہے ۔ جیسا کہ مولائے کائناتؑ فرماتے ہیں:

﴿الیمین والشمال مضلّة والطریق الوسطی هی الجادّة علیها باقی الکتاب وآثار النبوة﴾(۲)

''ادھر ادھر کی راہ گمراہ کن ہے صرف درمیانی راستہ صحیح ہے جس سے کتاب اور آثار نبوت باقی ہیں''

اسی خصوصیت کی بنیاد پر مذہب شیعہ دوسرے مذہب سے ممتاز ہوتا ہے ۔

دو دانشمندوں کا قول

علامہ طباطبائی اُن لوگوں کے نظریے کو رد کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''جنھوں نے شیعہ اور معتزلی طرز تفکر کو ایک جانا ۔ بعض لوگوں کا گمان ہے کہ کلام وعقائد میں شیعہ فکر معتزلی فکر جیسی ہے لیکن یہ گمان بے بنیاد ہے اس لئے کہ جو اصول ائمہ اہل بیتؑ کے ہیں اور جن پر شیعوں نے تکیہ کیا ہے وہ معتزلی ذوق سے ہماہنگ نہیں ہیں.'' (۳)

استاد شہید مرتضٰی مطہری دوسروں کے مقابلے میں شیعی طرز تفکر کے بارے میں فرماتے ہیں: ''شیعہ صرف حنبلی فکر کے مخالف نہیں ہیں کہ جس نے عقائد مذہبی میں استدلال کے استعمال کی اصلاً اجازت نہیں دی اور اسی طرح صرف اشعری فکر کے مخالف بھی نہیں ہیں کہ جس نے عقل کی اصالت سے انکار کر کے اسکو ظواہر الفاظ کا تابع قرار دیا ہے ۔ بلکہ معتزلی فکر کے بھی مخالف ہیں اس لئے کہ معتزلی فکر

---

(۱) نہج البلاغہ ،خطبہ ۸۷.
(۲) نہج البلاغہ ،خطبہ ۱۶ .
(۳) المیزان ،ج۵ ، ص ۲۷۹.

اگرچہ عقلی ہے لیکن اس میں جدل استعمال ہوا ہے نہ کہ برہان اسی لئے اکثر اسلامی فلاسفہ شیعہ ہیں۔(۱)

البتہ بعض اوقات شیعوں کے بعض نظریات اپنے زمانہ کے مذاہب کلامی کے زیر اثر ان سے مشابہ ہو گئے ہیں لیکن ان کی تعداد نہ ہو کے برابر ہے۔ شیعوں کی معتزلہ سے مشابہت بھی اسی قسم کی ہے۔ استاد مطہری اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ معارف اسلامی میں سب سے عمیق عقلی بحثوں کو مولائے کائنات علی بن ابی طالبؑ نے اپنے کلام میں پیش کیا ہے ان بحثوں کی ہلکی سی جھلک بھی معتزلی اور اشعری کے کلامی طرز تفکر میں محسوس نہیں کی جا سکتی اور اس سلسلہ میں بعض شیعہ علماء جو دوسرے مذاہب سے متاثر ہو گئے ہیں ان کا بھی مولائے کائنات کے کلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''(۲)

اخباری نظریہ پر تنقید

اہل سنت کے بارے میں بحث میں بیان کریں گے کہ اہل حدیث اور حنابلہ کی روش ظواہر کتاب وسنت کا اتباع ہے اور وہ لوگ ہر طرح کی عقلی اور فکری بحث اور تاویل کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ شیعوں میں بھی ایک جماعت ہے جن کو اخباری کہا جاتا ہے ان کی روش بھی وہی ہے جو حنابلہ اور اہل حدیث کی روش تھی یہ جماعت خاص طور پر دسویں اور گیارہویں صدی ہجری میں فعال تھی اور اسکے بعد بھی کم وبیش موجود رہی۔

ملاصدرا اسفار کے مقدمہ میں ان کے بارے میں اس طرح فرماتے ہیں:

ہم ایسی جماعت میں گرفتار ہیں جن کی آنکھیں حکمت کے انوار واسرار دیکھنے سے قاصر ہیں۔ یہ لوگ امور ربانی، معارف الٰہی، آیات سبحانی میں غور وفکر کو بدعت سمجھتے ہیں۔ اور عوامی عقائد کی مخالفت کو گمراہی شمار کرتے ہیں گویا یہ لوگ بھی حنابلہ کے اہل حدیث میں سے ہیں کہ جن کے لئے واجب، ممکن، قدیم اور حادث ہونے کے مسائل متشابہات میں سے ہیں اور ان کی فکر اجسام

....

(۱) آشنائی با علوم اسلامی، ج ۲، ص ۵۴.　　(۲) آشنائی با علوم اسلامی، ج ۲، ص ۵۴.

و مادیات سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔(۱)

اس طرز تفکر کے بعض حامی توحید تک کو ایک خالص تعبدی مسئلہ سمجھتے ہیں اور اسکو ثابت کرنے کے لئے عقل کو ناکافی شمار کرتے ہیں۔(۲)

اس انداز فکر کے حامی پیغمبر اکرم ﷺ کی طرف منسوب اس جملہ ''**علیکم بدین العجائز**'' سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس چیز کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے وہ وہی عوامی اور تعبد آمیز عقائد ہیں نہ کہ عقلی اور فکری بحثیں۔ لیکن اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی معتبر دلیل کے ذریعہ اس حدیث کی نسبت پیغمبر اکرم ﷺ کی طرف ثابت نہیں ہے۔ جیسا کہ مرزائے قمی نے قوانین الاصول کی دوسری جلد میں اصول دین میں تقلید جائز نہ ہونے کی بحث میں پیغمبر اکرم ﷺ کی طرف اس جملہ کی نسبت کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ جملہ سفیان ثوری کی طرف منسوب ہے جو تفویض کا طرف دار ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ جملہ جن لوگوں نے حدیث نبوی کے طور پر ذکر کیا ہے ان لوگوں نے ایک بڑھیا کا واقعہ بھی لکھا ہے جو چرخہ چلا رہی تھی۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تم نے کس طرح خدا کو پہنچانا اس نے اپنا ہاتھ روک لیا چرخہ بھی فوراً رک گیا اور اس نے چرخہ کے بغیر چلائے نہ چلنے کو وجود خدا کی دلیل قرار دیا ہے۔ لہٰذا پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: ''**علیکم بدین العجائز**''

اس روایت میں بڑھیا نے ارسطو کے مُحرِّک اول نامی برہان کو ایک انتہائی سادہ اور آسان صورت میں بیان کیا ہے اور پیغمبر اکرم ﷺ نے مسلمانوں سے مطالبہ کیا ہے کہ عقلی استدلالات سے دریغ نہ کریں کہ کم سے کم اس بڑھیا ہی جیسی فکر رکھیں۔

....

(۱) اسفار، ج ۱، ص ۵ و ۶. (۲) اصول فلسفه، ج ۵، ص ۱۱.

سوالات

۱۔ائمہ اہل بیتؑ کی تعلیمات کی روشنی میں علم کلام میں شیعہ امامیہ کے انداز بحث پر روشنی ڈالیں۔
۲۔معرفت خدا کے سلسلہ میں عقلی طرز تفکر کے بارے میں مولائے کائنات کے کلام پر روشنی ڈالیں۔
۳۔معتزلی اور شیعہ طرز تفکر میں فرق کے سلسلہ میں علامہ طباطبائی کا بیان تحریر کریں۔
۴۔شیعہ اور دوسرے مذاہب کے طرز تفکر میں کیا فرق ہے؟ شہید مطہری کا بیان تحریر کریں۔
۵۔شیعوں میں اخباری افراد کا طریقہ کیا ہے؟ اس سلسلہ میں ملا صدرا کا قول تحریر کریں۔
۶۔اخباریت پر **علیکم بدین العجائز** کے ذریعہ استدلال اور اسکا جواب تحریر کریں۔

اکیسواں سبق:

دوسری صدی سے پانچویں صدی تک کے مشہور شیعہ متکلم

شیعہ مذہب میں ائمہ معصومینؑ کے زمانہ سے لیکر آج تک بہت سے اہم متکلمین گذرے ہیں، جنکا تفصیلی تذکرہ ایک مستقل کتاب کی صورت میں ہوسکتا ہے یہاں پر مختصراشارہ مقصود ہے۔

۱۔ہشام بن الحکم (متوفی ۱۷۹ھ یا ۱۹۹ھ) یہ امام جعفر صادقؑ کے شاگرد اور امام موسیٰ کاظمؑ کے صحابی تھے یہ علم کلام میں ایک نمایاں شخصیت کے مالک تھے جن کی دوست ودشمن دونوں نے تعریف کی ہے۔شہرستانی نے ان کے بارے میں کہا ہے۔

هذا هشام بن الحكم صاحب غور في الاصول،لاينبغي ان يغفل عن الزاماته على المعتزلة.(۱)

''یہ ہشام ابن حکم اصول دین میں انتہائی دقیق شخصیت کے حامل ہیں اور معتزلہ کو خاموش کرنے میں ان کی عظمت سے غافل نہیں رہا جا سکتا۔''

احمد امین مصری نے ان کے بارے میں کہا ہے:

انه اكبر شخصية شيعية في علم الكلام...كان جدلاًقوى الحجة،

---

(۱) ملل ونحل ، شهرستانی ،طبع بيروت ،ج۱،ص۱۸۵ .

ناظر المعتزلةوناظروه، ونقلت له فی کتب الادب مناظرات کثیرة متفرقة یدل علی حضور بدیهته وقوة حجته.(۱)

''یہ شیعی کلام کی قد آور شخصیت تھے....یہ ایک مضبوط مناظر تھے معتزلہ سے بہت سے مناظرے کئے ادب کی کتابوں میں ان کے بہت سے مناظروں کا تذکرہ ہے جو ان کی حاضر جوابی اورقوت استدلال پر دلالت کرتے ہیں''

امام جعفر صادق ؑ نے ان کے بارے میں فرمایا:

﴿هشام بن الحکم رائد حقنا،وسائق قولنا،المؤید لصدقنا،والدامغ لباطل اعدائنا ، من تبعه اثره تبعنا،ومن خالفه والحد فیه فقد عاداناوالحد فینا﴾(۲)

''ہشام بن حکم ہمارے حق کے علم بردار ہمارے اقوال کے پاسبان ، ہماری تائید کرنے اور ہمارے دشمنوں کے باطل عقائد ونظریات کو کچلنے والے ہیں جس نے ان کے طریقہ کار پر عمل کیا اس نے ہمارا اتباع کیا اور جس نے ان کی مخالفت کی اور ان کا انکار کیا اس نے ہمارا انکار کیا اور ہم سے دشمنی رکھی''

انھوں نے مختلف فرق و مذاہب کے مشہور متکلمین سے مناظرہ کیا جیسے :عمرو بن عبید، ابواسحاق نظام، ابوہذیل علاف، ضرار بن عمرو، عبداللہ بن یزید اباضی، یحیٰی بن خالد برمکی، متکلم شامی، جاثلیق نصرانی، اور زیدیوں کے سردار سلیمان بن جریر۔ انھوں نے بہت سی کتابیں بھی اسکی مخالفت میں تحریر کیں جسکی وجہ سے ہمیشہ ان کی نگاہوں میں معتوب رہے احمد امین نے کہا ہے:

والجاحظ یشتد علیه فی المناقشة ویغضب فی نقده،غیرة منه علی المعتزلة.(۳)

---

(۱) ضحی الاسلام ،ج۳ ،ص۲۶۸ . (۲) فلاسفةالشیعه ، ص۶۳۴ . (۳) ضحی الاسلام ،ج۳ ،ص۲۶۸ .

''جاحظ نے ان پر شدید حملہ کیا ہے اور معتزلہ کی حمایت میں ان کی تنقید کرنے میں غم وغصہ کا اظہار کیا ہے۔''

مختلف موضوعات میں ان کے بہت سے کلامی آثار پائے جاتے ہیں۔جیسے: **الامامة ، الدلالات علی حدوث الاشیاء ، الرد علی الزنادقة ، الردعلی اصحاب الاثنین ، التوحید ، الردعلی من قال بامامة المفضول ، کتاب فی الجبروالقدر ، المعرفة ، الاستطاعة ، القدر** وغیرہ......(۱)

۲۔محمد بن علی بن نعمان معروف بہ ''مومن طاق''۔انھوں نے امام زین العابدینؑ ،امام محمد باقرؑ اورامام صادقؑ سے ملاقات کی،ان حضرات سے روایات نقل کیں،مناظرہ کرنے میں زبردست اور حاضر جواب تھےان کے مخالفین ان کوشیطان طاق کہتے تھےان کی کتابیں اس طرح ہیں: **الامامة ، المعرفة ، الردعلیٰ لمعتزله فی امامة ا لمفضول ، کتاب افعل لاتفعل ، الاحتجاج فی امامة امیر المومنینؑ، مجالسةمع ابی حنیفة و المرجئة** .(۲)

۳۔فضل بن شاذان نیشاپوری (متوفی ۲۶۱ھ)شیعی فقہاء ومتکلمین کے درمیان ایک قابل ذکرشخصیت کے مالک تھے۔آپ نے امام رضاؑ ،امام محمد تقیؑ ،اورامام علی نقیؑ سے روایات نقل کی ہیں،علم کلام میں بہت سی کتابیں تحریرفرمائیں ہیں،جو عام طور پر منحرف عقائد ومذاہب کی تردید کے سلسلہ میں ہیں ان میں سے بعض اس طرح ہیں: **الرد علی اهل التعطیل ، الردعلی الثنویة ، الردعلی الحشویة**... اسکےعلاوہ بہت سی دوسری کتابیں بھی دیگرکلامی موضوعات کے سلسلہ میں تالیف کی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں: **الوعید ، الاستطاعة ، التوحید فی کتب الله ، الامامة ، معرفةالهدی والضلال و**... (۳)

---

(۱) فهرست ،شیخ طوسی ،منشورات الرضی ،ص۱۷۵ .
(۲) فلاسفة الشیعه ، ص۵۰۷ .
(۳) اصول کافی ،ج ۱،کتاب الحجة ، باب ۱ ، روایت ۴.

۴۔حسن ابن موسیٰ نوبختی (متوفی ۳۱۰ھ) کتاب فرق الشیعة کے مؤلف ہیں اپنے زمانہ میں ایک اہم ترین متکلم کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے، علوم عقلی، خاص طور سے علم کلام میں آپ کی بہت سی تالیفات ہیں۔جن میں سے ایک الآراء و الدیانات ہے۔نجاشی نے جس کا تعارف ایک بڑی اور بہت سے علوم پر مشتمل کتاب کے عنوان سے کرایا ہے۔ان کی بعض دوسری کتابیں اس طرح ہیں: **الجامع فی الامة ، التوحید الکبیر ، التوحید الصغیر ، فی الاستطاعة ، التنزیه وذکر متشابه القرآن ، الرد علی المنزلة بین المنزلین فی الوعید ، الرد علی المجسمة ، الرد علی الغلاة** وغیرہ۔(۱)

ابن ندیم نے ان کے بارے میں کہا ہے:

انه متکلم فیلسوف، کان یجتمع الیه جماعة من النقلة لکتب الفلسفة ، مثل ابی عثمان الدمشقی ، واسحاق ، وثابت ، وغیرهم، وکانت المعتزلة تدعیه، و الشیعة تدعیه ، ولکنه الی حیّزالشیعة ، لانّ آل نوبخت معروفون بولایة علی وولده علیهم السلام فی الظاهر، وکان جمّاعة للکتب، قدنسخ بخطه شیئاً، وله تألیفات فی الکلام والفلسفة وغیرها. (۲)

''وہ متکلم اور فلسفی تھے ان کے پاس فلسفی کتاب کے مترجمین جیسے ابوعثمان دمشقی، اسحٰق، ثابت وغیرہ جمع ہوتے تھے معتزلہ اور شیعہ ان کو اپنا سمجھتے تھے اگر چہ وہ شیعہ تھے اس لئے کہ آل نو بخت علیؑ اور اولاد علیؑ کی ولایت کے سلسلہ میں مشہور ہیں وہ کتابوں کو جمع کرتے تھے بہت سی کتابوں کے نسخے اتارے فلسفہ اور کلام میں ان کی بہت سی تالیفات ہیں۔''

۵۔محمد بن علی بن الحسین معروف شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ) یہ شیعوں کی ایک اہم ترین شخصیت ہیں آپ کی زیادہ شہرت علم الحدیث میں ہے اور آپ کو صدوق المحدثین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

---

(۱) اصول کافی ، ج ۱ ، کتاب الحجة ، باب ۱ ، روایت ۴.　　(۲) الفهرست ، ص ۲۵۱ .

علم کلام میں بہت سی کتابیں تحریر فرمائی ہیں جن میں احادیث کو بنیاد قرار دیا گیا ہے یعنی یا متن حدیث کو نقل کیا گیا ہے، یا اسکے معنی کو، ان کی بعض کتابیں اس طرح ہیں: **التوحید ، اکمال الدین واتمام النعمة ، الاعتقادات ، علل الشرایع ، النبوة ، دلائل الائمة ومعجزاتهم ، اثبات الوصية ، اثبات النص علی الائمة.**

کتاب التوحید شیعی کلام کے اہم ترین منابع میں سے ہے جن میں توحید کے سلسلہ میں دقیق عقلی بحثیں ائمہ معصومین کی زبانی بیان کی گئی ہیں۔اس کتاب میں ٦٧ باب ہیں۔

٦۔ابواسحاق ابراہیم بن نوبخت۔ الیاقوت فی علم الکلام نامی کتاب کے مصنف ہیں جس کی شرح انوار الملکوت کے نام سے علامہ حلیؒ نے تحریر فرمائی ہے۔یہ کتاب شیعی علم کلام میں ایک قدیم اور جامع متن کی حیثیت رکھتی ہے۔جس میں شیعہ عقائد کو صحیح اور مخالفین کے نظریات کو باطل ثابت کیا گیا ہے اس میں تمام کلامی موضوعات بیان ہوئے ہیں۔ان کے سلسلہ میں اختلاف ہے کہ کس زمانہ میں تھے۔تاسیس الشیعه کے مؤلف نے ان کا نام دوسری صدی کے علماء میں شمار کیا ہے لیکن کتاب خاندان نوبختی میں مختلف قرائن سے ان کا تذکرہ چوتھی صدی میں ملتا ہے۔

٧۔ابوعبداللہ محمد بن نعمان معروف بہ شیخ مفید (٣٣٨ھ تا ٤١٣ھ) علماء کی زندگی پر قلم اٹھانے والے تمام قلم کاروں نے آپ کی علمی عظمت اور کلامی اہمیت کا اعتراف کیا ہے ابن ندیم نے ان کے سلسلہ میں کہا ہے:

ابن المعلم ، ابو عبدالله فی عصرنا انتهت رياسة متكلمی الشيعة اليه ، مقدم فی صناعة الكلام علی مذهب اصحابه ، دقيق الفطنة ، ماضی الخاطر ، شاهدته فرأيته بارعاً.(١)

''ابن معلم ،ابوعبداللہ جو اس دور میں شیعہ متکلمین کے سردار ہیں اور علم کلام میں اپنے مذہب کے تمام افراد پر انہیں سبقت حاصل ہے وہ باریک بین اور عقلمند ہیں میں نے ان کو دیکھا تو ان کو

---

(١) الفهرست ،ص ٢٥٢ .

ایک حیرت انگیز شخصیت کا مالک پایا۔''

ذہبی نے ان کی توصیف میں کہا ہے:

کانت له جلالة عظیمة وتقدّم فی العلم مع خشو ع وتعبّد وتألّه.

ابوحیان توحیدی نے ان کے بارے میں کہا ہے:

وأمّا ابن المعلّم فحسن اللسان والجدل ، صبور علی الخصم ، کثیر الحیلة، ضنین السر ، جمیل العلانیة.

''ابن معلم شیرین زبان تھے مناظر مخالفین کے مقابلہ میں صبر سے کام لینے والے مدبر ہوشیار پاک باطن اور خوش ظاہر انسان تھے۔''

خطیب بغدادی نے مناظرہ کے سلسلہ میں ان کی مہارت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے:

انہ لوأرادان یبرهن للخصم ان الاسطوانة من ذهب وهی من خشب لاستطا ع(۱)

''اگر وہ ثابت کرنے پر آ جائیں تو لکڑی کے ستون کو سونے کا ثابت کر سکتے ہیں۔''

شیخ طوسی نے ان کی تصانیف کے سلسلہ میں فرمایا ہے کہ: انھوں نے تقریباً ۲۰۰ کتابیں تحریر فرمائیں۔(۲) ان کی زیادہ تر تالیفات علم کلام کے سلسلہ میں ہیں جن میں سے سب سے مشہور: **اوائل المقالات فی المذاهب والمختارات** اوردوسری **تصحیح الاعتقادبصواب الانتقاد** ہے۔ پہلی کتاب میں مختلف اسلامی فرقوں کے عقائد و مذاہب کو نقل کرنے کے بعد خاص شیعہ عقائد کو بیان کیا گیا ہے لیکن دوسری کتاب کہ جس کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ یہ ایک تنقیدی کتاب ہے شیخ صدوقؒ کی کتاب الاعتقادات کی شرح میں تحریر کی گئی ہے۔

---

(۱) فلاسفة الشیعة ، ص ۵۱۲ (۲) الفهرست ،ص ۱۵۸ .

شیخ مفیدؒ کے لئے نسبتاً بہتر سیاسی ماحول فراہم ہوگیا تھا جس میں انھوں نے مذہب شیعہ کی تبیین وترویج کے مخالفوں کا جواب دیا اور درحقیقت شیعہ عقائد کو زندہ کیا۔جیسا کہ شیخ صدوقؒ عالمانہ تنقید سے عقلی استدلالات کومضبوط بنایا۔

سوالات

۱۔ہشام بن حکم کے بارے میں امام جعفرصادقؑ کا بیان تحریرکریں۔
۲۔ہشام بن حکم کی شخصیت کے بارے میں شہرستانی اوراحمدامین مصری کا بیان تحریرکریں۔
۳۔مومن طاق کون تھے؟ان کی دو کتابوں کا تذکرہ کریں۔
۴۔فضل بن شاذان اوران کی دو کتابوں کا تذکرہ کریں؟
۵۔الآراء والدیانات کس کی تالیف ہےان کے بارے میں ابن ندیم کا بیان تحریرکریں؟
۶۔شیخ صدوق اوران کے کلامی آثارکا تذکرہ کریں۔
۷۔الیاقوت فی علم الکلام کس کی تالیف ہے؟بیان کریں۔
۸۔شیخ مفید کی شخصیت اور مذہب شیعہ کوزندہ رکھنے میں ان کے کردار پرروشنی ڈالیں۔

بائیسواں سبق:

پانچویں صدی سے آٹھویں صدی تک مشہور شیعہ متکلمین

۸۔ابوالقاسم علی بن الحسین بن موسی الموسوی معروف بہ سید مرتضٰی، الملقب بعلم الہدیٰ (۳۵۳ھ سے ۴۳۶ھ تک) شیعوں میں ایک عظیم علمی شخصیت کے مالک تھے اور علم کلام میں ایک مقبول استاد کی حیثیت رکھتے تھے یہاں تک کہ خواجہ نصیرالدین طوسی جب اپنے درس میں آپ کا تذکرہ کرتے تھے تو آپ کے نام پر **صلوٰۃ اللہ علیہ** کہتے تھے اور پھر مخاطبین کی طرف متوجہ ہو کر کہتے تھے: **کیف لایصلی علی المرتضی**(۱)

علامہ حلیؒ نے ان کے آثار علمی کے سلسلہ میں کہا ہے کہ:

وبکتبه استفادت الامامية منذ زمنه رحمه الله الى زماننا. (۶۹۳ھ)

''ان کی کتابوں سے ان کے زمانے سے لیکر آج تک کے علماء فائدہ اٹھاتے رہے۔''

علامہ حلی نے آپ کو شیعوں کا رکن اور استاد قرار دیا گیا ہے۔(۲) ابوالعلاء معری نے سید مرتضٰی سے ملاقات کے بعد کہا ہے کہ اگر تم ان کے پاس جاسکتے تو تمام انسانوں کو ایک ذات میں پوری زمین کو ایک گھر میں اور سارے زمانہ کو ایک ساعت میں سمٹا ہوا محسوس کرتے۔

(۱) فلاسفة الشيعة، ص ۳۳۹.

(۲) رجال علامه، منشورات الرضی، ص ۹۵.

سید مرتضیٰؒ علم وحکمت کے دلدادہ تھے اسی لئے دینی علوم کی نشرواشاعت میں سرگرم رہے اور چونکہ مالی امکانات بھی بہتر تھے لہٰذا انھوں نے علم کی نشرواشاعت میں مؤثر اقدامات کئے اپنے طلاب کے لئے شہریہ معین کیا۔ شیخ طوسی کو بارہ دینار اور قاضی عبدالعزیز کو ۸ دینار دیتے تھے انھوں نے بہت سی کتابیں تحریر فرمائی ہیں جن میں سے: ۱۔الشافی امامت کے سلسلہ میں، قاضی عبدالجبار معتزلی کے المغنی کے جواب میں لکھی گئی ہے ۔۲۔انقاذالبشر من القضاء والقدر ،۳۔تنزیہ الانبیاء ۴۔الذخیرة فی اصول الدین

ان کے دوسرے اہم آثار میں مشہور کتاب غُرَرُالفوائد و دُرَرُالقلائد ہے جو الامالی کے نام سے مشہور ہے۔فقہ واصول میں بھی ان کی بہت سی کتابیں ہیں جن میں سب سے اہم دو کتابیں ہیں:
۱۔الانتصار فیماانفردت به الامامیة ۲۔الذریعةفی اصول الفقه.

جن اہم کلامی موضوعات کے بارے میں سید مرتضیٰؒ نے قلم اٹھایا ہے وہ عصمت وامامت، قضاء وقدر، حدوث عالم وغیرہ جیسے مسائل ہیں ۔جن سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے زمانہ میں ان موضوعات کے بارے میں زیادہ بحث کی جاتی تھی ۔(۱)

۹۔محمد بن حسن طوسی (متوفی ۴۶۰ھ): آپ شیخ طوسی یا شیخ الطائفہ کے نام سے مشہور ہیں اور مختلف اسلامی علوم میں کمال رکھنے کی وجہ سے بے مثال حیثیت رکھتے ہیں کلام، فقہ، حدیث، اصول فقہ، تفسیر، دعا اور آداب عبادت وغیرہ میں ان کی بہت اہم تالیفات ہیں۔

علم کلام میں ان کی کتاب اصول دین کے سلسلہ میں ہے جس میں توحید وعدالت کی بحثیں ہیں اور ایک دوسری کتاب علم کلام کا مقدمہ ہے جس کی شرح ریاضة العقول کے نام خود انھوں نے ہی کی ہے ان کی دیگر کتابیں: تلخیص الشافی ،امامت کے سلسلہ میں ۔ تمهیدالاصول، الغیبة ، الاقتصاد فی الاعتقاد وغیرہ ہیں ۔(۲)

---

(۱) فلاسفة الشیعه ،ص ۳۵۰. (۲) الفهرست شیخ طوسی .

۱۰۔سدید الدین حمصی رازی: محدث قمی نے آپ کو علامہ متبحر قرار دیا ہے اور علم کلام میں آپ کی کتاب التعلیق العراقی کا تذکرہ کیا ہے ان کا انتقال ۵۸۰ھ اور ۵۹۰ھ ہجری کے درمیان ہوا ہے۔(۱)

علامہ محسن امین نے ان کے بارے میں کہا ہے:

متکلم حاذق له مؤلفات فی علم الکلام فی غایة الجودة ونقل فخر الدین الرازی بعض احتجاجاته فی تفسیر آیة المباهلة.(۲)

''وہ ایک ماہر متکلم اور علم کلام پر بہت سی بہترین کتابوں کے مولف تھے فخر الدین رازی نے آیۂ مباہلہ کے سلسلہ میں ان کے بعض استدلالات ذکر کئے ہیں۔''

کتاب التعلیق العراقی، کتاب المنقذ من التقلید والمرشد الی التوحید نامی کتاب ۵۸۰ھ میں مکمل ہوئی۔ یہ کتاب حلّہ میں چند علماء کے سامنے املا کی گئی۔ جس کی تفصیل خود مؤلف نے کتاب کے مقدمہ میں بیان کی ہے۔

۱۱۔نصیر الدین محمد بن احمد ابن حسن طوسی (متوفی ۶۷۲ھ): تاسیس الشیعہ کے مؤلف نے ان کے بارے میں کہا ہے: **سلطان المحققین، استاد الحکماء والمتکلمین، نصیر الملة والدین، احد ارکان الدنیا والدین، ناموس المسلمین** طوس میں پیدا ہوئے۔ بچپنے میں علم مقالات سے دلچسپی پیدا ہوگئی۔ اس کے بعد علم کلام اور فلسفہ حاصل کیا اور اتنی ترقی کی کہ فلسفہ وحکمت نے اپنی مہار گویا آپ کے ہاتھوں میں دیدی اور ایسے علماء میں سے ہو گئے جن کے بارے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل﴾

''میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل جیسے ہیں۔''

---

(۱) سفینة البحار، ج ۱، ص ۳۴۰. (۲) اعیان الشیعه، ج ۱، ص ۱۳۶ و ج ۱۰، ص ۱۰۶.

انھوں نے کلمہ حق کی سر بلندی، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے رواج اور حدود الٰہی کے اجراء نیز اقامۂ جمعہ وجماعت میں ائمہ وانبیاء کی روش پر عمل کیا۔علامہ حلی نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

کان هذا الشیخ افضل اهل عصره فی العلوم العقلیةوله مصنفات کثیرة فی العلوم الحمیة و الشرعیة علی مذهب الاسلامیة، وکان اشرف من شاهدناه فی الاخلاق نور الله ضریحه قرأت علیه الهیات الشفا لابی علی بن سینا، بعض التذکرةفی الهیئة تصنیفه،ثم ادرکه الاجل المحتوم.(۱)

''یہ بزرگ اپنے زمانے میں علوم عقلی میں سب سے افضل تھےاوراس سلسلہ میں ان کی بہت سی تالیفات ہیں جو مذہب شیعہ کی حمایت میں لکھی گئی ہیں اور جن افراد سے میری ملاقات ہوئی وہ اخلاق میں سب سے بہتر تھے خدا ان کے مزار کونورانی کرے۔ میں نے ان سے ابوعلی سینا کی کتاب شفا کی الٰہیات کی بحث پڑھی اور کچھ علم ہیئت میں انھیں کی تصنیف **التذکرة فی الهیئة** کے بعض حصے پڑھے پھر ان کا انتقال ہوگیا''

محقق طوسی کی زندگی تین مرحلوں میں تقسیم ہوتی ہے:

۱۔ولادت سے اسماعیلیوں کی ملاقات تک۔اس دور میں آپ قم اور نیشاپور میں تحصیل علم و دانش میں مصروف رہے۔

۲۔ایران پر مغلوں کے حملہ سے ہلاکوخاں کی حکومت تک۔اس دور میں مغلوں کی قتل وغارت کی وجہ سے کہیں امان نہیں تھا۔لہٰذا خواجہ طوسی قہستان کے حاکم ناصر الدین عبدالرحیم بن ابی منصور کی دعوت پر اسکے پاس چلے گئے اور اپنے میزبان کے لئے کتاب اخلاق ناصری اور اس کے بیٹے معین الدین کے لئے رسالہ مفید تالیف کیا۔اسکے بعد اسماعیلیوں کے رہبر علاء الدین بن محمد کی درخواست پر قلعہ ''میمون دژ'' جو امن کی جگہ تھا وہاں مقیم ہوگئے اور ہلاکوخاں کے اسماعیلیوں کے

---

(۱) تأسیس الشیعة ، ص ۳۹۶.

شکست دینے تک وہیں قیام کیا۔اس دور میں آپ نے بہت سی کتابیں تالیف کیں۔جن میں سے کتاب روضة القلوب ، رسالة التولی والتبری ، تحریر المجسطی ،تحریر اقلیدس،روضة التسلیم ،مطلوب المؤمنین و شرح الاشارات وغیرہ کوذکر کیا جاسکتا ہے۔

بعض لوگوں نے اس قلعہ میں آپ کی حیات کوقید سے تعبیر کیا ہےجسکی تائیدشرح اشارات کے آخر میں موجود آپ کے اس شعر سے بھی ہوتی ہے:

به گرداگرد خود چند انکه بینم بلا،انگشتری ومن نگینم

''اپنے چاروں طرف جب نظر کرتا ہوں تو مصیبتیں انگوٹھی اور میں نگینہ دکھائی دیتا ہوں''

اوراسکے آخر میں گریہ وزاری کے ساتھ بارگاہ الہی سے دعا کی ہے کہ مجھے ایسے حالات سے نجات دے۔(۱)

۳۔یہ دوراسماعیلیوں کی شکست اور ہلاکوخاں کی حکومت اور آپ سے اسکی واقفیت سے شروع ہوتا ہے۔اس دور میں آپ نے اپنے حسن تدبیر سے ہلاکوخاں کے افکار وجذبات کومسخر کرلیا تھا اسکودین اسلام سے مشرف کیا اور نتیجۃً علماء ومومنین کے قتل سے بازرکھا، بلکہ حکومت کے تمام امکانات سے مذہب شیعہ کی ترویج وتبلیغ میں سہارالیا۔یہاں تک کہ ہلاکوخاں کی طرف سے آپکو اسلامی سرزمینوں کے ادارہ اوقاف کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔

انھوں نے اس موقع کوغنیمت جانا اور علماء ودانشمندوں کی حمایت کے ساتھ ساتھ،مراغہ میں ایک بہت بڑا رصدخانہ بنایا اسکے علاوہ چارلاکھ کتابوں کی لائبریری بھی قائم کی۔(۲)

علم کلام میں آپ کی کتابیں اس طرح ہیں:

۱۔تجرید العقائد:علم کلام کی سب سے مشہوراور جامع کتاب ہے جو ہمیشہ علماء کی توجہ کا مرکز رہی

(۱) شرح الاشارات، ج۳، ص ۴۲۰ و ۴۲۱. (۲) فلاسفة الشیعة، ص ۵۳۶. ۵۴۲.

ہے اسکی بہت سی شرحیں لکھی گئیں سب سے قدیم شرح کشف المراد کے نام سے علامہ حلی نے لکھی ہے۔ دوسری مشہور شرحوں میں شمس الدین محمود بن عبدالرحمٰن اصفہانی کی شرح ہے جو شرح قدیم کے نام سے مشہور ہے۔ اسکے بعد ملا علی قوشجی کی شرح ہے جو شرح جدید کے نام سے مشہور ہے۔ عبدالرزاق لاہیجی نے بھی شوارق الالھام کے نام سے اس کتاب کی شرح کی ہے۔

۲۔**قواعد العقائد**: اصول عقائد میں خلاصہ کے طور پر لکھی جانے والی ایک اہم کتاب ہے جس میں اور مختلف اسلامی عقائد کے بارے میں بحث کی گئی ہے اسکی بھی بہت سی شرحیں لکھی گئیں ہیں کشف الفوائد علامہ حلی، کشف المعاقد محمود بن علی بن محمود حمصی رازی، شرح القواعد سید رکن الدین ابی محمد حسن بن شرفشاہ، تجرید القواعد الکلامیة عبدالرزاق گیلانی۔

۳۔**فصول نصیریه**: یہ کتاب فارسی میں ہے جسکا عربی میں ترجمہ کیا گیا ہے اس پر بہت سی شرحیں لکھی گئیں ہیں جس میں سب سے معتبر علامہ حلی کے بیٹے فخر المحققین کی شرح ہے۔

۴۔**تلخیص المحصل یانقد المحصل**: یہ کتاب فخر الدین رازی کی المحصل نامی کتاب پر تنقید کے سلسلہ میں لکھی گئی ہے۔

۵۔**مصارع المصارع**: شہرستانی کی کتاب المصارعة کے جواب میں لکھی گئی ہے۔

۶۔ جبر و اختیار کے سلسلہ میں دو رسالہ: ایک عربی اور ایک فارسی میں۔

۷۔توحید خدا کے سلسلہ میں ایک رسالہ۔

۸۔امامت کے سلسلہ میں ایک رسالہ۔

۹۔**المقنعة فی اول الواجبات**۔

۱۰۔**اقل ما یجب الاعتقاد به**.

۱۲۔کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی: شارح معروف نہج البلاغہ۔ علماء شیعہ میں سے

تھے۔مختلف علوم وفنون اور معقول ومنقول میں استاد صاحب نظر اور تالیفات کے حامل تھے۔ان کے ہم عصر خواجہ نصیر الدین طوسی انکی تعظیم وتکریم کرتے تھے۔ان کی مشہور کلامی کتاب قواعد المرام فی علم الکلام ہے جو آٹھ قاعدوں کی بنیاد پر تحریر کی گئی ہے ان کے دوسرے علمی آثار:البحر الخضم فی الالٰھیات ، رسالة فی الوحی والالھام ، النجاة فی القیامة فی تحقیق امر الامامة وغیرہ ہیں۔(۱)

۱۳۔جمال الدین حسن بن یوسف بن علی بن مطہر مشہور بہ علامہ حلی: مشہور شیعی علماء کلام میں سے ہیں جو معقول ومنقول دونوں میں نادر روزگار اور عجوبہ تاریخ شمار ہوتے ہیں۔تاسیس الشیعه کے مولف نے ان کی توصیف میں بیان کیا ہے:

شیخ الشیعه ومحی الشریعه صنّف فی کلّ فنون العلم المعقول والمنقول ما یزید علی خمس مائةمجلد،لم یتفق فی الدنیا مثله لافی المتقدمین ولافی المتأخرین.(۲)

''شیعوں کے بزرگ شریعت کو زندہ کرنے والے تھے مختلف عقلی اور نقلی علوم میں پانچ سو جلدوں سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں ان کے جیسا دنیا میں نہ ان سے پہلے کوئی پیدا ہوا اور نہ ان کے بعد.''

ان کی علمی عظمت کے بارے میں اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ جب خواجہ نصیر الدین طوسی سے حلہ میں ان کے مشاہدات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: **رأیت خِرِّیتاً ماھراً وعالماًاذا جاھد فاق.**

''میں نے ایک تجربہ کار ماہر عالم دیکھا جو اگر کوشش کرے تو ضرور کامیاب ہوتا ہے.''

یہ جملہ محقق طوسی نے اپنے شاگرد علامہ حلی کے بارے میں فرمایا ہے جنھوں نے حلہ سے بغداد تک کے سفر میں ان کے ساتھ رہ کر ان سے بارہا علمی مشکل مسئلہ دریافت کئے۔(۳)علامہ حلی سے بہت سے شیعہ اور سنی علماء نے استفادہ کیا ہے جن میں سے بعض کے اسماء گرامی اسطرح ہیں۔

فخر المحققین علامہ کے بیٹے،سید عمید الدین،سید ضیاءالدین علامہ کے بھانجے،سید احمد بن ابراہیم بن

(۱) تاسیس الشیعة ،ص ۳۹۴ و ۳۹۵.　(۲) تاسیس الشیعة ،ص ۲۷۰.　(۳) اعیان الشیعة ،ج ۵ ،ص ۳۹۶.

زہرہ حلبی،قطب الدین رازی،شیخ رضی الدین مزیدی،شیخ زین الدین مطار آبادی،سید تاج الدین محمد بن قاسم،سید تاج الدین حسن،شیخ محمد بن علی جرجانی،شیخ تقی الدین آملی،سید صدر الدین دشتکی ، وغیرہ....(۱)

بعض لوگوں نے آپ کی تالیفات میں مبالغہ سے کام لیا ہے اورکل تعداد ایک ہزار بیان کی ہے **اعیان الشیعه** کے مصنف نے تالیفات کی تعداد ۱۰۰ سے زیادہ ذکر کی ہے جن میں سے بعض کے نام اس طرح ہیں: **۱ .نظم البراهین فی اصول الدین ۲ .معارج الفهم ۳.الابحاث المفیدة فی تحصیل العقیدة ۴.نهایة المرام فی علم الکلام ۵۔کشف الفوائد فی شرح قواعد العقائد ۶ .مناهج الیقین یا منهاج الیقین فی اصول الدین ۷.نهج المسترشدین فی اصول الدین ۸.کشف المراد فی شرح تجریدالاعتقاد ۹ .انوارالملکوت فی شرح الیاقوت ۱۰ .مقصد الواصلین یا مقاصد الواصلین فی معرفةاصول الدین ۱۱۔منهاج الهدایةومعراج الدرایة ۱۲ .کشف الحق ونهج الصدق ۱۳ .واجب الاعتقادفی الاصول والفروع ۱۴ .منهاج الکرامة فی اثبات الامامة ۱۵ .الالفین الفارق بین الصدق والمین ۱۶ .الرسالةالسعدیة فی الکلام ۱۷ .الباب الحادی عشر ۱۸ .استقصاء النظر فی القضاء والقدر ۱۹ .رسالة فی خلق الاعمال ۲۰ .رسالة تحقیق معنی الایمان.(۲)**

(۱) الالفین ، مقدمه.　　(۲) اعیان الشیعة ، ج ۵ ، ص ۴۰۴ و ۴۰۵.

سوالات

۱۔سید مرتضٰی کے بارے میں علامہ حلی اورابوالعلاء معری کا بیان تحریر کریں۔
۲۔اہم کلامی موضوعات میں سید مرتضٰی کے علمی آ ثار پر روشنی ڈالیں۔
۳۔شیخ طوسی کی شخصیت اوران کے علمی آ ثار کے بارے میں وضاحت کریں۔
۴۔کتاب المنقذ فی التقلید اوراس کے مؤلف کے بارے میں وضاحت کریں۔
۵۔خواجہ نصیرالدین کے بارے میں علامہ حلی کا بیان تحریر کریں۔
۶۔محقق طوسی کی زندگی کے مختلف ادوار کا تذکرہ کریں۔
۷۔محقق طوسی کے کلامی آ ثار تحریر کریں۔
۸۔ابن میثم بحرانی کون تھے؟علم کلام میں ان کی مشہور کتاب کا نام بتائیں۔
۹۔خواجہ نصیرالدین طوسی نے علامہ حلی کے بارے میں کیا کہا ہے؟
۱۰۔علامہ حلی کے پانچ شاگردوں اوران کی پانچ کتابوں کے نام تحریر کریں۔

تیسری فصل

اہل سنت کے فرقے

تیئیسواں سبق:

اہل سنت کے فرقے

اہل سنت کی اصطلاح

اس سلسلہ میں دوباتوں کاذکرکریں گےایک اہل سنت کے معانی اوراسکااستعمال،دوسرےان کی ابتدا۔

اصطلاح اہل سنت کا استعمال

اہل سنت مندرجہ ذیل معانی میں سے کسی ایک معنی میں استعمال ہوتا ہے:

الف: اصطلاح شیعہ کے مقابلہ میں۔

ب: اہل بدعت کے مقابلہ میں جوزیادہ ترکلمۃ الجماعت کے ساتھ ذکرکیا جاتا ہے۔

سنت کے یہ معنی اشاعرہ اور ماتریدیہ کے یہاں رائج ہیں اور وہ لوگ قدریہ،معتزلہ،خوارج بلکہ شیعوں کے مقابلہ میں بھی اپنے کواہل سنت اوران کواہل بدعت قرار دیتے ہیں۔(۱) بغدادی نے سنی ہونے کا معیاران چیزوں پرایمان کوقرار دیا ہے:

۱۔حدوث عالم

۲۔توحیدخالق اوراسکی صفات کمال وجمال

(۱) الفرق بين الفرق، ص ٦،٧، ١٣.

۳۔پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اسکی عمومیت اور خاتمیت

۴۔قرآن کریم شریعت اسلامی کی بنیاد ہے

۵۔اور کعبہ مسلمانوں کا قبلہ ہے

لہٰذا جو شخص مذکورہ بالا چیزوں پر ایمان رکھے اور دین میں ایسی بدعت نہ پھیلائے جو اس کو کافر بنادے وہ شخص ایک سنی موحد قرار پائے گا۔(۱)

واضح رہے کہ تمام اسلامی فرقے ان باتوں کے قائل ہیں اور اس اصطلاح کے دائرہ سے صرف وہی افراد خارج ہوں گے جو کافرانہ عقائد کے حامل ہوں۔

ج: ظواہر آیات وروایات پر عمل کرنے والوں اور متشابہات کے سلسلہ میں تاویل کا عقیدہ نہ رکھنے والوں کو اہل سنت کہا جائے گا لہٰذا جو لوگ متشابہات میں تاویل کے قائل ہوں انھیں اہل سنت نہیں کہا جاسکتا۔اس اعتبار سے صرف اہل حدیث اور حنابلہ کو دور قدیم میں اور سلفیہ کو دور جدید میں اہل سنت کہا جاسکے گا۔

جیسا کہ شیخ ابن رجب حنبلی نے کہا ہے کہ صحیح راستہ صرف سلفیہ کا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ آیات و روایات کی تفسیر اور اس سلسلہ میں مثالوں کا استعمال صحیح نہیں ہے اور ان کے معانی میں غور نہیں کرنا چاہئے قرآن وحدیث میں متکلمین کے کلمات جیسے مطالب نہیں ہوتے ہیں۔(۲)

عمرو بن عبدالمنعم ابن سلیم جو احمد بن حنبل کی کتاب اصول السنۃ کے محقق ہیں مذہب حنفی کے مشہور عالم شیخ محمد زاہد کوثری کو متعصب الحنفیہ اور ہالک جیسی صفات سے یاد کرتے ہیں۔(۳) اسی طرح ناصر الدین البانی شرح عقیدۃ الطحاویہ کے مقدمہ میں اسی نظریہ کے قائل ہیں۔(۴)

د: شیخین کی افضلیت کا اعتقاد اور عثمان وعلی بن ابی طالب علیہ السلام کی محبت رکھنے والوں کو اہل سنت کہا جاسکتا ہے۔(۵)

---

(۱) الفرق بين الفرق، ص ۳۱۸، ۳۲۲.
(۲) اصول السنة، طبع دار السلام، ص۴۳.

(۳) اصول السنة، طبع دار السلام، ص۷. (۴) شرح العقيدة الطحاويه، طبع كراچی، ص۵۰.
(۵) شرح العقائد النسفية، ص۱۰۸.

بہرحال آج کے دور میں ائمہ اربع کے مذاہب فقہی: حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور اسکے علاوہ دو مذہب کلامی ماتریدی اور اشعری نیز سلفیہ کو اہل سنت کہا جا سکتا ہے۔

اصطلاح اہل سنت کی ابتدا

اہل سنت کا استعمال کس زمانہ سے شروع ہوا اس سلسلہ میں چند اقوال ہیں:

۱۔بعض اہل حدیث اور اشاعرہ کے اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل سنت کی اصطلاح صحابہ کے زمانہ میں رائج تھی لیکن اس سلسلہ میں کسی بھی طرح کی دلیل حدیث یا تاریخ میں نہیں ہے۔

۲۔ابو حاتم رازی نے اس اصطلاح کے سب سے پہلے خلفاء عباسی کے زمانہ میں استعمال ہونے کی بات کہی تھی۔

۳۔اس اصطلاح کے استعمال کی ابتدا پہلی صدی کے آخر یا دوسری صدی کے آغاز میں ہوئی ہے جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز کے رسالہ میں اہل سنت کی اصطلاح کو استعمال کیا گیا ہے۔(۱)

لیکن ظاہراً اس رسالہ میں اہل سنت کا استعمال اس کے اصطلاحی معنی میں نہیں ہوا بلکہ اس سے مراد محدثین، ناقلین اور عاملین سنت ہیں۔جیسا کہ کہا گیا ہے:

وقد علمتم اهل السنة كانوا يقولون: الاعتصام بالسنة نجاة

''تمھیں معلوم ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ سنت سے وابستگی میں نجات ہے۔''

....

(۱) بحوث فی الملل والنحل، ج ۱، ص ۳۳۴.

سوالات

۱۔ اہل سنت کن کن معانی میں استعمال ہوتا ہے؟ وضاحت کیجئے۔
۲۔ اہل سنت کی ابتدا کب سے ہوئی؟ تینوں اقوال تحریر کریں۔

چوبیسواں سبق:

اہل الحدیث اور حنابلہ

گذشتہ درس میں یہ بیان کیا جاچکا کہ اکثر سلفیہ صفات الٰہی سے مربوط آیات اور احادیث میں تفویض کے قائل ہیں یعنی کتاب وسنت میں موجود صفات پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ان کو ظاہری معنی پر حمل کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اس لئے کہ اس سے تشبیہ لازم آتی ہے ان لوگوں کو معمولاً اہل حدیث کہا جاتا ہے احمد بن حنبل نے اس سلسلہ میں سعی بلیغ کی ہے اور احادیث کی روشنی میں اصول عقائد کی تدوین کی ہے۔ یہاں پر اس سلسلہ میں کچھ اور مطالب ذکر کرنا مناسب ہے:

ا۔ مالک بن انس سے جو مالکیہ کے امام ہیں عرش پر خداوند عالم کے استواء کے سلسلہ میں پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا:

الاستواء معلوم ، والكيفية مجهولة والايمان واجب ، والسؤال عنه بدعة .(۱)

''استواء معلوم ہے لیکن اسکی کیفیت کا علم نہیں ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اسکے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔''

اسی لئے اہل حدیث کے یہاں علم کلام مذموم سمجھا جاتا ہے۔

(۱) ملل ونحل، ج ۱، ص ۹۳.

۲۔محمد بن ادریس شافعی جوشافعیوں کے امام ہیں انھوں نےعلم کلام کے سلسلہ میں کہا ہے کہ اگر انسان شرک کے علاوہ کوئی اور گناہ کرنا چاہتا ہےتوعلم کلام میں مشغول ہو جائے۔ میں نے متکلمین سے ایسی باتیں سنی ہیں جوکوئی مسلمان نہیں کرسکتا۔(۱)

۳۔احمد بن حنبل نے بھی قدر الٰہی اوراس سلسلہ میں وارد ہونے والی روایات پر ایمان کوواجب قرار دیا ہےاوراس سلسلہ میں کسی طرح کے سوال کو جائز نہ سمجھتے ہوئے اس بات کی تاکید کی ہے کہ ان مسائل میں کسی سے مناظرہ نہیں کرنا چاہئیے اور نہ علم جدل کوسیکھنا چاہئے۔(۲)

غور وفکراور تحقیق

علم کلام اور متکلمین کی مذمت میں اہل حدیث سے بہت سے اقوال نقل ہوئے ہیں(۳) جنکا سبب اہل کلام کے اقوال ونظریات میں تضاد کا پایاجانا ہے یہ بات اکثر اوقات سیدھے سادھے ذہنوں کے لئے شک وتردید کا سبب بنتی ہےجس طرح فکری اورفلسفی نظریات میں اختلاف کا پایا جانا انکارحقیقت کا سبب بنتا ہےلیکن اسکی وجہ سے بحث ومباحثہ کا راستہ بالکل بند کر دیا جائے یہ عقل مندی نہیں ہےاور خداوند عالم کی ان ہدایات سےٹکرانا ہےجن میں اس نے قرآن کریم اورتخلیق کائنات میں غور وفکر کی دعوت دی ہے:

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوابِّ عِنْدَ اللهِ الصُمُّ الْبُکْمُ الذِینَ لا یَعْقِلُونَ ﴾(۴)

''بیشک بدترین زمین پر چلنے والے وہ گونگے اور بہرے افراد ہیں جوعقل سے کام نہیں لیتے''

﴿ اَفَلایَتَدبَّرُونَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰی قُلُوبٍ اَقْفٰالُھٰا﴾(۵)

''کیاوہ لوگ قرآن میں غورنہیں کرتے یاان کے دلوں پرتالےلگ گئے ہیں''

(۱) اصول السنة، ص ۵۱، ۵۲.   (۲) اصول السنة، ص ۳۸، ۵۱.   (۳) اصول السنة، ص ۵۰ و ۵۶.
(۴) سورۂ انفال، آیت ۲۲.   (۵) سورۂ محمد، آیت ۲۴.

اگر حقیقت میں صفات الٰہی سے مربوط آیات کو سمجھانا مقصود نہیں تھا تو یہ سوال پیدا ہوگا کہ پھر ان آیات کے نزول کا کیا مقصد ہے جو چیز کسی بھی طرح قابل فہم نہ ہو اس پر ایمان کا کیا فائدہ جبکہ قرآن مجید عربی میں نازل ہوا ہے تاکہ مخاطبین اسکے معانی اور مقاصد کو سمجھ سکیں۔ یہ صحیح ہے کہ قرآن کریم میں متشابہ آیات بھی پائی جاتیں ہیں لیکن اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ قابل فہم نہیں ہیں قرآن کریم میں غور وفکر اور متشابہات کو محکمات کی طرف پلٹانا متشابہات کو سمجھنے کا سب سے بہتر طریقہ ہے دین میں جدل کو مطلقاً مذموم قرار دینا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے جبکہ قرآن کریم میں خدانے اپنے حبیب کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوعِظَةِالْحَسَنَةِوَجَادِلْهُمْ بِالَّتِی هِیَ أَحْسَن...﴾(۱)

''اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بہترین موعظہ کے ذریعہ بلاؤ اور ان سے اس طرح مناظرہ کرو جو سب سے بہتر ہو۔''

بغیر غور وفکر، استدلال اور جدال احسن کے مخالفین کے اعتراضات اور ان کے شبہات کے مقابلہ میں کس طرح دینی عقائد کی حفاظت ممکن ہے اسی لئے ابوالحسن اشعری نے اہل حدیث کے اس طریقہ کار کو چھوڑ دیا اور ایک نئی روش کو رائج کیا جو درحقیقت وہی کلامی روش تھی جس کو اہل سنت نے قبول کیا ہے لیکن گذشتہ روش بالکل ختم نہ ہوسکی بلکہ کچھ لوگ اسکا اتباع کرتے رہے اور اسی لئے وقتاً فوقتاً حنابلہ اور اشاعرہ میں نزاع قائم رہا۔(۲)

فخر الدین رازی جو خود اشعری مذہب ہیں، ابن خزیمہ کی لکھی ہوئی کتاب التوحید جو حنابلہ کی ایک معتبر کتاب ہے کو کتاب الشرک سے یاد کرتے ہیں اور ابن خزیمہ کو مضطرب الکلام قلیل الفہم اور ناقص العقل جانتے ہیں۔(۳)

(۱) سورۂ نحل ،آیت ۱۲۵.
(۲) تبیین کذب المفتری ، ابن عساکر، ص ۳۱۰ ،۳۱۸.
(۳) التفسیر الکبیر ،ج ۲۷ ، ص ۱۵ .

سوالات

۱۔اہل حدیث کون لوگ ہیں؟ حنابلہ سے ان کی کیا نسبت ہے؟
۲۔استواء کے بارے میں مالک بن انس کا قول تحریر کریں۔
۳۔علم کلام کے بارے میں شافعی اور احمد بن حنبل کا نظریہ تحریر کریں۔
۴۔کلامی بحثوں کے مخالفین کے نظریات تحریر کرکے ان کی تنقید کریں۔
۵۔اہل حدیث کی روش کا کیا انجام ہوا اور اس کا حنابلہ اور اشاعرہ سے کیا ربط تھا؟

پچیسواں سبق:

مذہب سلفیہ

ا۔ابن تیمیہ وسلفیہ

گذشتہ درس میں بیان ہو چکا ہے کہ مذہب اشعری کے ظاہر ہونے کے بعد اہل حدیث اور حنبلی مذہب کی رونق کم ہوگئی لیکن اس کے باوجود یہ مذاہب مکمل طور پر ختم نہیں ہوئے اور آٹھویں صدی ہجری میں ایک حنبلی عالم احمد بن تیمیہ حرّانی (متوفی ۷۲۸ھ) کے ذریعہ دوبارہ اسکی ترویج وتبلیغ شروع ہوئی۔(۱)اس کا کہنا تھا کہ صفات خداوندی کے بارے میں وارد ہونے والی روایات جو تجسیم وتشبیہ کو ثابت کرتی ہیں ان کو اپنی حالت پر باقی رہنا چاہئے اور اشاعرہ کی طرح ان کی تاویل سے پرہیز کرنا چاہیئے اسکے علاوہ اس نے کچھ اور عقائد کا بھی اضافہ کیا جن کو عقائد سلف قرار دیا۔جیسے:

ا۔پیغمبر اکرم ﷺ کی زیارت کے لئے جانا بدعت اور شرک ہے۔

۲۔پیغمبر اکرم ﷺ،ان کے اہل بیت اور اولیاء الٰہی سے توسل اور ان کے آثار سے متبرک ہونا توحید کے منافی ہے۔

۳۔بہت سی روایات جو فضائل اہل بیت کے سلسلہ میں کتب صحاح ومسانید حتی مسند احمد ابن حنبل میں وارد ہوئی ہیں سب نا قابل قبول ہیں۔

....

(۱) الخطط المقريزية ، ج۲، ص۳۹۰.

لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے حنبلیہ کے بجائے بنی امیہ اور معاویہ کے دور کی عثمانی روش کو زندہ کیا اور دوسری طرف سے وہابی مذہب کی ترویج وتبلیغ کے لئے میدان فراہم کیا۔

۲۔علماء کے ذریعہ ابن تیمیہ کی مخالفت

علماء اسلام نے مختلف ممالک میں ابن تیمیہ کے نظریات کی مخالفت کی خاص طور پر قبر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے سلسلہ میں ان لوگوں نے سخت موقف اختیار کیا یہاں تک کہ ابن تیمیہ کو کافر قرار دیا۔

بعض لوگوں نے مطالبہ کیا کہ علماء کے سامنے اپنے نظریات سے توبہ کرلے ورنہ قید میں ڈال دیا جائے گا۔

اس سلسلہ میں ابوعبداللہ محمد بن عثمان ذہبی نے ابن تیمیہ کو ایک نصیحت آمیز خط لکھا اور اس سے مطالبہ کیا کہ اپنے عقائد کو ترک کردے ان کے خط کے بعض جملے اس طرح ہیں:

''خوش نصیب ہے وہ شخص جو اپنے عیوب کی طرف متوجہ ہو اور دوسروں کے عیوب پر انگلی اٹھانے سے بچا رہے اور بدنصیب ہے وہ شخص جس کی توجہ دوسروں کے عیوب پر ہو اور اپنے عیوب سے غافل رہے۔تم کب تک اپنے نظریات کی خودستائی میں مبتلا رہ کر گذشتہ علماء کی مذمت کرتے رہوگے جبکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: اپنے مردوں کا خیر کے ساتھ تذکرہ کرو۔اے کاش کم سے کم صحیحین بخاری اور مسلم کی احادیث ہی تیرے ہاتھ سے سلامت رہ گئی ہوتیں۔تو ہمیشہ ان کی تضعیف یا تاویل یا انکار کرتا رہتا ہے، کیا ابھی بھی توبہ کا وقت نہیں ہوا جبکہ تو عمر کی ۷۰ویں دہائی میں ہے اور موت نزدیک ہے، مجھے امید نہیں ہے کہ تو میری نصیحت کو قبول کرے گا۔بلکہ ممکن ہے کہ اس

ایک ورق کی رد میں چند جلد کتابیں لکھ دے۔ جب تیری اہمیت میرے نزدیک جو تمہارا دوست ہوں اتنی ہے تو تیرے دشمنوں کی نظر میں تیری کیا اوقات ہوگی۔ خدا کی قسم ان کے درمیان صالح، عاقل، فاضل افراد پائے جاتے ہیں جس طرح تمہارے دوستوں کے درمیان جاہل اور تباہی کے شکار افراد موجود ہیں۔" (۱)

۳۔ محمد بن عبدالوہاب اور مذہب وہابیت کی بنیاد

ابن تیمیہ کے عقائد و نظریات صدیوں فراموشی کا شکار رہے یہاں تک کہ بارہویں صدی ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نجدی (متوفی ۱۲۰۶ھ) نے ظہور کیا اور اسکے عقائد کی ترویج شروع کی خاص طور پر اسکی ساری کوشش ابن تیمیہ کے نظریات کی حمایت تھی۔ شروع میں اس نے صفات الٰہی سے مربوط مسائل کی طرف توجہ نہیں دی لیکن بعد میں جب اسکی بات پر کان دھرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا اور آل سعود نے ان کے عقائد کی ترویج شروع کردی تو دوبارہ صفات الٰہی سے مربوط احادیث کی تاویل نہ کرنے کا مسئلہ توجہ کا مرکز بن گیا۔

استعماری طاقتوں کے ذریعہ عثمانی خلافت کے خاتمہ اور اسکی سرزمینوں کے تجزیہ کے بعد حجاز کی سرزمین پر آل سعود کی حکومت قائم ہوگئی اور وہ لوگ جو شروع سے وہابی عقائد کے طرفدار تھے اسکی ترویج میں مزید کوشاں ہوگئے۔

حقیقت میں وہابی مذہب اسی سلفی روش کے مطابق ایک طرف وہابی علماء کی کوششوں سے آگے بڑھا تو دوسری طرف سے اسے آل سعود کی سیاسی اور اقتصادی حمایت بھی حاصل رہی جسکی وجہ سے حجاز کے علاوہ پوری دنیا میں اسکے حامیوں کی تعداد میں اضافہ ہوا، ان کا خشک اور سخت انداز جس کو وہ سلفیہ کا نام دیتے ہیں، صدر اسلام کے خوارج کی یاد دلاتا ہے جو تمام اسلامی فرقوں کو کافر و مشرک سمجھتے تھے اور

صرف خودکو مسلمان جانتے تھے۔

....

(۱) الغدیر، ج۵، ص۸۷، ۸۹.

۴۔استاد بوطی اور سلفیہ کی تنقید

استاد محمد سعید رمضان بوطی نے السلفیة مرحلة زمنية مبارکة لامذهب اسلامی نام کی کتاب تحریر کی ہے۔

ان کے بعض تنقیدی جملہ اس طرح ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ:کلمہ سلف سے سلفیہ نام کی نئی اصطلاح بنا کر اسکو اسلامی فکر و مذہب کی علامت قرار دینا اور اسکو ایک مستقل اسلامی فرقہ سمجھنا غلط ہے اور اسکو بدعت قرار دینا بھی بے جا نہیں ہے۔اگر سلف کی سیرت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان لوگوں نے ایک دوسرے کے نظریات پر تنقید کی ہے اور بغیر سوچے سمجھے تعبداً قبول کرنے سے پرہیز کیا ہے۔لہٰذا کس طرح ممکن ہے ان کے اقوال و اعمال کو بغیر چون و چرا حق وحقانیت کی دلیل قرار دیدیا جائے،ان کے اقوال وافعال میں جو اختلاف اور تضاد پایا جاتا ہے اس کو دیکھتے ہوئے اگر سلفیہ کی طرح ان سب کو حجت شرعی شمار کیا جائے تو اسکا لازمہ یہ ہوگا کہ امور متعارض اور متناقض کو حق قرار دیا جائے جو کسی بھی طرح صحیح نہیں ہے۔سلفیہ سے مراد شروع میں ایک دوسرے معنی تھے سلفیہ سے مراد اسلامی اور دینی اقدار کی طرف بازگشت کولیا جاتا تھا تا کہ مغرب کے مادی افکار سے دور رہیں لیکن افسوس کہ وہابیوں نے اسکو اپنے اصلی معنی سے الگ کر کے اپنی مرضی کے مطابق ایک نئے معنی تلاش کر لئے اور صرف اور صرف اپنے کو مسلمان سمجھنے لگے۔ان کی نظر میں سلفی وہ نہیں ہے جو قرآن،حدیث اور احکام اسلامی کا قائل ہو،اس پر عمل پیرا ہو اور اسلام کے دشمنوں سے جہاد کرتا ہو۔بلکہ ان کی نظر میں سلفی وہ شخص ہے جو ان کے وہابی مذہب کا تابع ہو ورنہ اسکے اوپر شرک و بدعت کا الزام لگایا جاسکتا ہے۔

سوالات

۱۔ابن تیمیہ کون تھااوراس کے عقائد کیا تھے؟

۲۔علماءاسلام کاابن تیمیہ کے ساتھ کیا برتاؤ تھا؟

۳۔محمد بن عبدالوہاب کون تھا؟اوراس نے کیا کیا؟

۴۔مذہب وہابیت کی ترویج میں آل سعود کا کیا کردار تھا؟

۵۔سلفیہ پراستاد بوطی کی تنقید تحریر کیجئے۔

چھبیسواں سبق:

مذہب اشعری کا رہبر

اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں ابوالحسن اشعری نے اہل حدیث کے عقائد کی حمایت اور معتزلی عقائد کے خلاف آواز بلند کی اور اسکے اس مکتب کو اسلامی دنیا میں قابل توجہ شہرت حاصل ہوئی۔

۱۔ابوالحسن اشعری کی شخصیت اور علمی آثار

ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری نے ۲۶۰ھ ہجری میں اس دنیا میں آنکھیں کھولیں اور ۳۲۴ھ یا ۳۳۰ھ میں انتقال کیا۔اسکے والد اہل حدیث کے حامیوں میں سے تھے لہٰذا اسکی تربیت میں بھی اہل حدیث کے عقائد رچ بس گئے اسکے باوجود جوانی کے ایام میں معتزلی مذہب کی طرف رجحان پیدا کیا اور ۴۰ سال تک اسی پر باقی رہا۔لیکن پھر دوبارہ اہل حدیث کے عقائد کی طرف پلٹ گیا۔اشعری

کے چاہنے والوں نے اسکے زہد وعبادت کے بارے میں مبالغہ سے کام لیا ہے (۱) اسکے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک صاحب استعداد مفکر اور ایک محنتی محقق تھا خطابت ومناظرہ میں بھی اسے

(۱) بحوث فی الملل والنحل ، ج۲، ص ۱۶ ۱،۷ ۱.

مہارت حاصل تھی ابوعلی جبائی کے ساتھ اسکا مناظرہ، اور بصرہ کی جامع مسجد میں جمعہ کے دن اسکی تقاریر کو اسکی کامیابی میں بڑا دخل ہے ۔ اسکے علاوہ تصنیف وتالیف کا کام بھی انجام دیا ہے ابن عساکر نے ۳۲۰ھ تک کی اسکی کتابوں کی تعداد ۹۸ ذکر کی ہے ان میں سے مشہور کتابیں جو ابھی تک باقی ہیں اس طرح ہیں:

۱۔ **مقالات الاسلامیین**: یہ اسکی سب سے مشہور تالیف اور علم ملل ونحل کے مشہور مصادر میں سے ہے۔

۲۔ **استحسان الخوض فی علم الکلام**: یہ کتاب جیسا کہ اسکے نام سے واضح ہے، اہل حدیث اور ظاہر پرستوں کی مخالفت میں لکھی گئی جو اسلامی استدلالات کو بدعت اور حرام سمجھتے تھے۔

۳۔ **اللّمع فی الردّعلی اهل الزیغ والبدع**.

۴۔ **الابانة عن اصول الدیانة**: ان دو کتابوں میں بہت فرق ہے: **اللمع** میں عقلی استدلالات سے استفادہ کیا گیا ہے جبکہ **الابانة** میں نقلی استدلال کو اختیار کیا گیا ہے۔ دوسرے **الابانة** میں حنابلہ اور اہل حدیث کے نظریات کی حمایت ہے جبکہ **اللمع** میں خود اشعری عقائد کی بحث ہے۔

۲۔ اشعری کے اعتزال سے الگ ہونے کے اسباب

اس سلسلہ میں بہت سے نظریات ہیں ۔ شہرستانی کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوعلی جبائی جو اشعری کے استاد تھے ان سے مناظرہ اور ان کا جواب نہ دے پانا اشعری کے اعتزال سے الگ ہونے

کا سبب بنا۔جیسا کہ شہرستانی نے کہا ہے کہ:معتزلہ اور سلف ہر زمانہ میں صفات الٰہی کے بارے میں اختلاف کا شکار رہے۔سلف جو صفاتیہ کے نام سے مشہور تھے معتزلہ کی مخالفت میں کلامی روش سے استفادہ نہیں کرتے تھے بلکہ صرف امتناعی باتوں پر اکتفا کر کے ظواہر کتاب وسنت سے وابستہ رہتے تھے۔یہاں تک کہ ابوالحسن اشعری اور اسکے استاد ابوعلی جبائی میں حسن وقبح کے بعض مسائل میں مناظرہ ہوا جس میں جبائی کو شکست ہوئی اور اشعری اس سے الگ ہوگیا اس نے روش سلف کو اختیار کیا اور کلامی روش کے ذریعہ ان کے مذہب کا دفاع کرنے لگا۔(۱)

ہانری کوربن نے اس سلسلہ میں دو باتیں بیان کی ہیں:

۱۔معتزلہ کی فکری روش جو عقل کی مطلق حمایت کرتی ہے دین کے خاتمہ کا سبب بن سکتی ہے اس لئے کہ عقل بغیر کسی قید وشرط کے ایمان کی جانشین بن جائے گی اور پھر ایمان کا کوئی فائدہ نہیں رہے گا۔

۲۔قرآن کی نظر میں غیب پر ایمان دین کی بنیاد ہے جو عقلی دلائل کے دائرے سے باہر ہے۔لہٰذا عقل پر بھروسہ غیب پر ایمان کے ساتھ ہماہنگ نہیں ہوسکتا جبکہ اشعری مذہب میں عقلی دلیل کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے خاص طور پر ظواہر کا اتباع کرنے والوں کے برخلاف جو لوگ عقلی دلیلوں پر عمل کرنے کو بدعت اور کفر شمار کرتے ہیں لیکن اسکے باوجود ایمان اور دینی مسلم عقائد کے مقابلہ میں عقل کو مطلقاً حجت نہیں سمجھا جاسکتا۔(۲)

جبکہ یہ دونوں وجہیں معتزلی انداز فکر میں صحیح نہیں ہیں اس لئے کہ وہ لوگ عقل کو ظواہر پر مقدم کرتے ہیں نہ کہ دین کے مسلم عقائد پر۔نیز وہ لوگ عقل کو حجت لازم جانتے ہیں نہ کہ حجت کافی ان کی بنیادی اور اصلی دلیل اصل حسن وقبح ہے اور ان کا دعویٰ اس سلسلہ میں ایجاب جزئی ہے نہ کہ کلی۔

کوربن کی دوسری دلیل میں ایمان بالغیب کو حقیقت کی معرفت سے مشتبہ کر دیا گیا ہے جبکہ غیب پر ایمان خود عقل کی بنیادوں پر قائم ہے ہاں اسکا کچھ حصہ اور اسکی مکمل معرفت شرعی طریقوں پر موقوف ہے اسی بنیاد پر خالص توحیدی معارف کے سلسلہ میں عام عقل محدود کہی جاسکتی ہے لہٰذا کچھ معارف

میں عقل کو مستقل سمجھنا صحیح ہے جبکہ اسکی محدودیت اوراسکی وحی کی ہدایتوں سے نیاز مندی کا بھی قائل رہا جائے اوراس بات کے ہانری کربن سے مخفی رہ جانے پر تعجب ہے۔

....

(۱) ملل ونحل ،شهرستانی ،ج ۱ ،ص ۳۲.   (۲) تاریخ فلسفۂ اسلامی ،ص ۱۵۸.

۳۔دوسری وجہ جواس سلسلہ میں بیان کی گئی ہے کہ اشعری نے اہل حدیث کے عقائد کی اصلاح کے لئے معتزلہ کی مخالفت کی ہے اس لئے کہ یہ عقائد اس زمانے میں مسلمانوں کی افکار پر غالب تھے جن کی بناء پر ان میں بعض گمراہ کن نظریات جیسے تجسیم وتشبیہ اور جبر کے عقائد پائے جاتے تھے اوران کی اصلاح معتزلہ سے الگ ہونے کے اعلان اوراہل حدیث کے عقائد کی طرفداری کے بغیر ممکن نہیں تھی۔(۱)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اشعری کو خود مذہب اعتزال سے کوئی اختلاف نہیں تھا بلکہ اسکا الگ ہونا صرف ایک کلامی حربہ تھا جسکو اس نے مسلمانوں کی مصلحت کے لئے اختیار کیا تھا تا کہ ان کو تجسیم و تشبیہ سے نجات دلا سکے۔

لیکن یہ وجہ بھی قابل قبول نہیں ہے اس لئے کہ مجسمہ اور مشبہہ صرف بعض اہل حدیث ہی تھے جن کو حشویہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ان کے عقائد خود اہل حدیث کو بھی قبول نہیں تھے۔جیسا کہ ابن خزیمہ نے کہا ہے:

انّـانثبت لله مااثبته الله لنفسه ونقر بذلک بألسنتنا ونصدق بذلک بقلوبنا من غير ان نشبّه وجه خالقنا بوجه أحد المخلوقين ، وعزّ ربّنا عن ان نشبهه بالمخلوقين. (۲)

''ہم خدا کے لئے اسی چیز کو ثابت کرتے ہیں جس کو خود اس نے ثابت کیا ہے اوراپنی زبانوں سے اسی کا اقراراوراپنے دلوں سے اسی کا اعتراف کرتے ہیں بغیر اسکے کہ اس کو کسی مخلوق سے تشبیہ دیں ہمارا پروردگار اس بات سے بلند ہے کہ اسے مخلوق سے تشبیہ دی جائے۔''

دوسری بات جیسا کہ اشعری کے آثار کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حقیقت میں معتزلی عقائد کا مخالف تھا نہ کہ صرف ظاہری طور پر۔

....

(۱) بحوث فی الملل والنحل ،ج ۲ ،ص۲۳. (۲) التوحید واثبات صفات الرب ،ص ۱۱.

۴۔کتاب " تاریخ فلسفہ در جہان اسلامی' کے مولف نے کہا ہے کہ شاید اشعری کے الگ ہونے کی وجہ وہ شگاف تھا جو اسلامی معاشرہ میں پیدا ہوگیا تھا اور جسکی بنیاد پر یہ ڈر تھا کہ کہیں دین کا خاتمہ نہ ہوجائے اور اشعری جو ایک دیندار اور متقی شخص تھا یہ نہیں چاہتا تھا معتزلی عقائد کی بناء پر دین خدا اور سنت رسول اکرم ﷺ ختم ہوجائے اس لئے کہ معتزلیوں نے عقل کے اتباع کی بناء پر ایسے عقائد کو رائج کرر کھا تھا جو حقیقی اسلام کے لئے قابل قبول نہیں تھے۔

دوسری طرف اشعری محدثین اور مشبہہ کو بھی قابل قبول نہیں سمجھتا تھا جو صرف ظاہر نص پر توجہ رکھتے تھے اور دین کو جمود کی طرف لے جارہے تھے اشعری کا مقصد تھا کہ عقل اور ظاہر کا راستہ اختیار کیا جائے جس میں اسلام کی نجات اور مسلمانوں کی خوشنودی ہو۔(۱)

تحقیق و بررسی

اس جگہ پر دو باتوں کو الگ الگ تصور کرنا چاہئیے۔ایک یہ کہ اشعری کے معتزلہ سے الگ ہونے کی وجہ کیا تھی۔دوسرے یہ کہ کیوں اس نے ایک نئے مکتب کی بنیاد رکھی۔

پہلے سوال کے جواب کے لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اشعری مختلف کلامی مسائل میں معتزلی نظریات کا مخالف تھا جیسا کہ قاعدہ اصلح کے بارے میں اپنے استاد کے ساتھ اس کا مناظرہ مشہور ہے۔

دوسرے سوال کا جواب واضح نہیں ہے۔لیکن پھر بھی اتنا کہا جاسکتا ہے کہ معتزلی عقائد کی مخالفت اور اہل حدیث کے عقائد کی کوتاہی اس بات کا سبب بنی کہ وہ ایک نئے مکتب کی بنیاد رکھتا۔

لیکن اس سلسلہ میں کیا اسکو کامیابی نصیب ہوئی اس کے بارے میں فیصلہ آئندہ درس میں بیان کیا جائے گا۔

شاید اسکی یہی اصلاح طلبی کی تمنا تھی جس کی وجہ سے وہ اہل سنت کے فقہی مذاہب کی طرف توجہ

(۱) تاریخ فلسفه در جهان اسلامی ،ج ۱ ، ص ۱۴۶ و ۱۴۷ .

نہیں دے سکا جیسا کہ بعض لوگوں نے اس کو شافعی قرار دیا ہے اور بعض نے مالکی یا حنبلی گویا وہ اس فکر میں تھا کہ اہل سنت کے تمام مذاہب کی طرفداری کرے۔

جیسا کہ ابن عساکر نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ مختلف مذاہب کے بارے میں اس کا کہنا تھا کہ سب مجتہد ہیں اور سب حق پر ہیں اصول میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے ان کا اختلاف صرف فروع دین میں ہے۔(۱)

سوالات

۱۔ابوالحسن اشعری کی مختصر سوانح حیات لکھیں۔

۲۔اشعری کے علمی آثار پر روشنی ڈالیں۔

۳۔معتزلہ سے اشعری کے الگ ہونے کے بارے میں شہرستانی کا کلام تحریر کریں۔

۴۔معتزلہ سے اشعری کی علیحدگی کے بارے میں ہانری کوربن کے کلام پر محققانہ نظر ڈالیں۔

۵۔معتزلہ سے علیحدگی کے بارے میں تیسری دلیل مع تنقید بیان کریں۔

۶۔تاریخ فلسفہ در جہان اسلام کے کلام کی وضاحت کریں۔

۷۔معتزلہ سے اشعری کی علیحدگی کے بارے میں آخری نظریہ بیان کریں۔

---

(۱) تاریخ فلسفه در جهان اسلام، ج ۱، ص ۱۴۶، ۱۴۷.

ستائیسواں سبق:

اشعری کی کلامی روش اور جدت پسندی

اشعری کی کلامی روش

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ عقل گرائی اور ظاہر گرائی کے درمیان موجود تضاد کو ختم کرنے کے لئے اشعری نے ایک نیا طریقۂ کار اپنایا اسی لئے وہ دونوں گروہوں کا موافق ومخالف قرار پایا۔ اس نے عقلی استدلال کو پسندیدہ قرار دیا اور اس سلسلہ میں **استحسان الخوض فی علم الکلام** نامی رسالہ لکھا جبکہ اہل حدیث عقلی استدلال کو بدعت اور حرام جانتے تھے۔

دوسری طرف عقل اور ظواہر کے ٹکراؤ کی صورت میں ظواہر کو مقدم کیا۔ جسکی بناء پر صفات ذات اور صفات خبریہ میں معتزلی عقائد کی مخالفت کی۔ حسن وقبح عقلی کو بھی قبول نہیں کیا۔ جس سے اہل حدیث کے ساتھ ہماہنگی رکھی۔

اشعری کے جدید عقائد

الف: خداوند عالم کے ازلی صفات

علم، قدرت، حیات، ارادہ اور اس جیسی صفات سے متصف ہونے میں متکلمین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ یہ صفات قرآن مجید کی بہت سی آیات میں وارد ہوئے ہیں لیکن بحث یہ ہے کہ یہ صفات خداوند عالم کے لئے کس طرح قابل تصور ہیں؟ آیا عین ذات ہیں یا زائد برذات؟ اکثر معتزلہ عین ذات جانتے ہیں اور بعض اہل حدیث (مشبہہ) زائد برذات تصور کرتے ہیں اشعری نے بھی زائد برذات ہونے کے نظریہ کو منتخب کیا ہے لیکن اس میں ایک حاشیہ لگا دیا ہے کہ یہ صفات ازلی ہیں نہ عین ذات ہیں اور نہ غیر ذات، بلکہ حقیقت میں قائم بالذات ہیں۔ جیسا کہ شہرستانی نے کہا ہے:

قال ابوالحسن: الباری تعالی عالم بعلم ، قادر بقدرۃ ، حی بحیاۃ ، مرید بارادۃ ، ...قال: وھذہ الصفات ازلیۃ قائمۃ بذاتہ تعالی، لایقال: ھی ھو، و لا ھی غیرہ، لا ھو، و لا، لا غیرہ.

''اشعری نے کہا ہے کہ خداوند عالم، علم کے ذریعہ عالم، قدرت کے ذریعہ قادر، حیات کے ذریعہ حی اور ارادہ کے ذریعہ مرید ہے۔ یہ صفات ازلی اور قائم بہ ذات اللہ ہیں ان کو نہ عین ذات کہا جاسکتا ہے اور نہ غیر ذات۔''(۱)

اس کے اس حاشیہ کے سلسلہ میں دو باتیں قابل ذکر ہیں:

۱۔ یہ بات اشعری کی ایجاد کردہ نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے عبداللہ بن کلاب کے ذریعہ اسکا تذکرہ ہو چکا ہے جیسا کہ اشعری نے خود مقالات الاسلامیین میں اسکا تذکرہ کیا ہے۔

۲۔ اشعری کا مقصد تعدد قدماء کے مشہور اعتراض کا جواب دینا تھا اسی لئے اس نے ایک درمیانی راستہ انتخاب کیا تا کہ تعدد قدماء کا اعتراض اس کے اوپر وارد نہ ہوسکے اگر چہ اسکا یہ جواب

تعدد قدماء کے اشکال کو برطرف کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔اس لئے کہ تعدد قدماء کے اعتراض کی بنیاد صفات کا ذات سے مغایر ہونا ہے جیسا کہ ابن خلدون نے اس اعتراض کو پیش کرنے کے بعد اسکے جواب میں کہا:

(۱) ملل ونحل شهرستانی ،ج ۱، ص ۹۵.

وھو مردود بان الصفات لیست عین الذات ولاغیرھا؛ ''یہ نظریہ قابل قبول نہیں ہے اس لئے کہ صفات عین ذات ہیں غیر ذات نہیں.''

اسی وجہ سے اشعری نے درمیان کا راستہ منتخب کیا تا کہ اس پر یہ اعتراض نہ کیا جا سکے۔(۱)

لیکن درحقیقت مذکورہ اعتراض کے مقابلہ میں یہ جواب قابل قبول نہیں ہے اس لئے کہ اگر صفات ازلی کی حقیقت ہے اور وہ عین ذات نہیں ہیں تو اپنے وجود میں یا ذات سے بے نیاز ہیں یا اسکے محتاج اگر بے نیاز ہوں تو تعدد قدماء کا اعتراض صحیح ہوگا ورنہ ایک دوسرے اعتراض کا سامنا ہوگا کہ جس کے پاس خود صفات نہ ہوں وہ دوسروں کو ان صفات سے کیسے متصف کر سکتا ہے؟

ب۔صفات خبریہ

قرآن کریم میں خداوند عالم کے لئے بعض صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے جیسے: ید،وجہ،مجیء، استواء برعرش وغیرہ...ان صفات کو صفات خبریہ کہتے ہیں۔معتزلہ ان صفات کے سلسلہ میں تاویل کے قائل ہیں جبکہ بعض اہل حدیث ظواہر سے وابستہ ہیں اشعری نے درمیان کا راستہ منتخب کیا یعنی معتزلہ کی تاویل کو قبول نہ کر کے پروردگار کو ان صفات کا واقعی حامل قرار دیا ہے لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ ان کی کیفیت میں بحث کرنا صحیح نہیں ہے اگر چہ اس بات کو بھی اشعری سے پہلے اہل حدیث اور حنابلہ بیان کر چکے تھے اس روش کو تاویل کے مقابلہ میں تفویض کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے جیسا کہ شیخ محمد بن عبدہ نے بیان کیا ہے کہ سلف تفویض کی بنیاد پر تنزیہ کا دفاع کرتے تھے اور خلف تاویل

کی بنیاد پر۔(۲)

ج۔کلام الٰہی کا حادث یا قدیم ہونا

اہل حدیث اور حنابلہ کا اصرار ہے کہ قرآن قدیم ہے اور اس کے حادث ہونے کا عقیدہ کفر ہے

....

(۱) مقدمۂ ابن خلدون، ص ۴۶۴. (۲) المنار، ج ۱، ص ۲۵۲.

جیسا کہ احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ قرآن کلام الٰہی ہے اور مخلوق نہیں ہے جو اس کے مخلوق ہونے کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے اور اگر کوئی توقف کا قائل ہو تو وہ اس سے بھی بدتر ہے۔(۱) اسکے مقابلہ میں معتزلہ قرآن کے حادث ہونے پر اصرار کرتے ہیں اور ان کے اس اصرار کے نتیجہ میں تاریخ میں بہت تلخ واقعات رونما ہوئے ہیں۔

تاریخ کے اس دور کو مِـحْـنَة (رنج والم) کے نام سے شہرت حاصل ہے۔ابوالحسن اشعری نے اس سلسلہ میں اہل حدیث کی تائید کی ہے وہ کلام الٰہی کے لئے دو مراتب کا قائل ہے:

۱۔کلام نفسی

۲۔کلام لفظی

اور اس کا کہنا ہے کہ جو قدیم ہے وہ کلام نفسی ہے۔شہرستانی نے اشعری کے نظریہ کو اس طرح بیان کیا ہے جو عبارتیں اور الفاظ فرشتوں کے ذریعہ پیغمبروں پر نازل ہوتے ہیں وہ کلام الٰہی کی دلیلیں اور نشانیاں ہیں اور یہ دلیل اور نشانیاں مخلوق و حادث ہیں جبکہ مدلول قدیم اور ازلی ہے۔قرأت اور مقروء، تلاوت اور متلو کے درمیان فرق ذکر اور مذکور جیسا ہے کہ ذکر حادث ہے اور مذکور قدیم۔اشعری نے اس فکر کے ذریعہ حشویہ کی مخالفت کی ہے جو لوگ حروف اور کلمات کو بھی قدیم جانتے تھے اشعری کی نظر میں حقیقت کلام قائم بنفسہ ہے اور عبارات والفاظ اسکی دلیل ہیں۔

لہٰذا اشعری کی نظر میں متکلم وہ ہے جس کے ذریعہ صفت کلام قائم ہو اور معتزلہ کی نظر میں متکلم وہ ہے جو کلام کو ایجاد کرے۔لہٰذا کلام کا اطلاق لفظ اور عبارات پر یا مجازی ہوگا یا مشترک لفظی۔(۲)

د۔خلق افعال وکسب

معتزلہ اور ظاہر پسند کے درمیان اختلافی مسائل میں سے مسئلہ قدر یا خلق افعال ہے۔

معتزلہ نے پروردگار کی عدل وحکمت کی تائید میں قدر کا عقیدہ اختیار کیا اور انسان کے افعال

(۱) كتاب السنة، ص ۴۹. (۲) الملل والنحل، شهرستانی، ج ۱، ص ۶۱.

اختیاری کو قدر الٰہی کے دائرے سے باہر شمار کیا۔اس کے مقابل میں ظاہر پسندوں نے ارادہ اور قدر الٰہی کی عمومیت نیز اصل توحید در خالقیت کی تائید میں انسان سے ہر قسم کی خالقیت کی نفی کر دی اور انسان کے اعمال چاہے نیکیاں ہوں یا برائیاں سب کو مخلوق خدا شمار کیا ہے۔

شیخ اشعری نے اعتزال سے کنارہ کشی کے وقت اس عقیدہ کی تائید کی اور کہا:

ان اعمال العباد مخلوقة لله مقدورته.

''بندوں کے افعال خدا کی مخلوق اور اسکے معین کئے ہوئے ہیں''

لیکن جبر کے غلط نتائج اور انسان کے اختیار کی توجیہ کے لئے کسب کا نظریہ منتخب کیا جو اس سے پہلے حسین نجار اور ضرار بن عمرو پیش کر چکے تھے۔

کسب کی تفسیر کے سلسلہ میں علماء اشعری کے نظریات میں اختلاف ہے۔لیکن سب سے مشہور نظریہ یہ ہے کہ کسب سے مراد فعل کے وجود کا انسان کے ارادہ اور اسکی قدرت سے ہماہنگ ہونا ہے بغیر اسکے کہ انسان کے ارادہ یا اسکی قدرت کو اس امر کے موجود ہونے میں ذرہ برابر دخل ہو جیسا کہ قوشجی نے کہا ہے:

والمراد بكسبه اياه مقارنته لقدرته وارادته من غير ان يكون هناك منه تأثيراو مدخل فی وجوده سوی کونه محلاًله.(۱)

''کسب سے مراد یہ ہے کہ انسان کے افعال اسکے ارادہ اور قدرت سے انجام پاتے ہیں لیکن ارادہ اور

قدرت کا فعل میں کوئی دخل نہیں ہوتا سوائے اسکے کہ فعل اس سے سرزد ہوتا ہے۔''

کسب کے نظریے کی نہ صرف یہ کہ اشاعرہ نے تنقید کی ہے بلکہ خود اشعری علماء نے بھی اسکو غلط جانا ہے۔(۲)

---

(۱) شرح تجرید، قوشجی، ص ۴۴۵.　(۲) قضاء وقدر، عبدالکریم خطیب، ص ۱۸۵.

احمد امین مصری نے اس نظریہ کو جبر کا دوسرا رخ قرار دیا ہے اور کہا ہے:

وهو. كما ترى. لايقدم في الموضوع ولايؤخر، فهو شكل جديد في التعبير عن الجبر (۱)

''اس کا باطل ہونا واضح ہے اور یہ جبر کی ایک نئی شکل ہے۔''

سوالات

۱۔علم کلام میں اشعری کی روش بیان کریں۔
۲۔خداوند عالم کے صفات ازلی کے بارے میں اشعری نظریہ تحریر کریں۔
۳۔صفات خبریہ کے بارے میں اشعری روش بیان کریں۔
۴۔کلام الٰہی کے بارے میں اشعری نظریہ تحریر کیجئے۔
۵۔قدر الٰہی اور خلق افعال میں خود اشعری کا کیا نظریہ ہے؟

۶۔مذہب اشاعرہ میں نظریہ کسب کی سب سے مشہور تفسیر بیان کریں۔

(۱) ضحی الاسلام ،احمد امین ،ج۳ ،ص۵۷.

اٹھائیسواں سبق:

مذہب اشعری میں تغیر وتبدیلی

۱۔اشعریوں کے خلاف ردعمل

جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے چوتھی صدی کے شروع میں اشعری نے معتزلی مذہب سے الگ ہوکر اپنے عقائد کی نشر واشاعت شروع کی اوران کی زندگی کے آخری ایام تک ان کے پیروں کی تعداد میں قابل ذکر اضافہ ہوگیا لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اشعری کی زندگی ہی میں اس کے مذہب کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ لہٰذا سب سے پہلے معتزلیوں نے جو اچانک اپنے درمیان سے اشعری کے نکل جانے سے پریشان تھے اس کی مخالفت کی آواز بلند کی اسکے علاوہ ظاہر پسندوں اور حنبلیوں نے بھی اشعری کے نظریات کو شک وتردید کی نگاہوں سے دیکھا اوران لوگوں کا کہنا تھا کے آخر یہ کون ہے جو معتزلہ کی مخالفت کے باوجود ظواہر دینی کو بے کم وکاست قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔اسی طرح جس زمانہ میں اشعری بصرہ اور

بغداد میں دینی عقائد کی اصلاح میں مصروف تھا، سمرقند میں ابومنصور ماتریدی نے اشعری جیسے نظریات کے ساتھ قیام کیا۔اس کے شاگرد اشعری کے مذہب کو ایک ناقص اور ناکام اصلاح سمجھتے تھے اور اسے ابن الوقت قرار دیتے تھے جبکہ ماتریدی عقائد کو حقیقی سنی مذہب کا زندہ کرنے والا جانتے تھے۔

۲۔سیاسی تبدیلی اور اشعری مذہب کا رواج

پانچویں صدی کے نصف تک سلجوقیوں کے قیام سے پہلے پہلے اشعری مذہب کو زیادہ اہمیت حاصل نہ ہوسکی اس لئے کہ اس سے ایک صدی پہلے آل بویہ حکومت کر چکے تھے لہٰذا عقلی رجحان رکھنے والوں کے لئے مناسب ماحول موجود تھا۔

سلجوقیوں کے حکومت حاصل کرتے ہی حالات اشعریوں کے حق میں بدل گئے اور اہل سنت میں اشعری مذہب کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہوگئی اس لئے کہ سلجوقی وزیر نظام الملک کے حکم سے یہ طے پایا کہ بغداد اور نیشاپور کے مدرسوں میں اشعری مذہب کے مطابق تعلیم دی جائے اسکے بعد سے اشعری مذہب کو قانونی حیثیت حاصل ہوگئی اور اشاعرہ نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر دوسرے کلامی مذاہب کی مخالفت شروع کردی جو صرف کلامی مخالفت تک محدود نہ رہکر سیاسی صورت بھی اختیار کرگئی۔

ہانری کاربن کا کہنا ہے کہ باطنیوں اور فلسفیوں سے غزالی کی دشمنی کا مقصد قاہرہ کی فاطمی حکومت سے دشمنی تھا اس لئے کہ قاہرہ کی حکومت فلسفیوں کا دفاع کرتی تھی اور باطنیوں کے اصول عقائد سے فائدہ اٹھاتی تھی۔

''تاریخ فلسفہ در جہان اسلامی'' کتاب کے مؤلفین نے بھی غزالی کی مخالفت کو سیاسی قرار دیا ہے ان کا کہنا ہے کہ اسلام کے لئے باطنیوں کا خطرہ زندیقیوں اور مجوسیوں سے زیادہ سخت نہیں تھا اور اگر کچھ خطرہ تھا بھی تو وہ اسلام سے زیادہ ان کی حکومت اور خلافت کو تھا۔لہٰذا غزالی کا محاذ ایک سیاسی محاذ تھا مذہبی نہیں۔

۳۔اشعریوں میں عقلی رجحان والے

تاریخ کے اس دور میں جب اہل سنت کی دنیا میں اشعری مذہب کو قانونی حیثیت حاصل تھی اور عقل رجحان والوں کا ستارہ بظاہر ڈوب چکا تھا لیکن پھر بھی مکمل طور پر اسکا خاتمہ نہیں ہوا تھا اور صدیوں بعد تک معتزلی افراد مناسب موقعوں پر اپنے عقائد کا دفاع کرتے رہے بلکہ خود اشعری متکلمین میں بھی بعض ایسے افراد دکھائی دیتے ہیں جو عقلی نظریات کی قدر کرتے تھے یا اشعری نظریات کی مخالفت کرتے تھے۔

الف۔خیالی اور عبدالحکیم

''تاریخ فلسفہ در جہان اسلام'' کے مؤلفین نے کہا ہے کہ بہت جلد ہی اشعری عقائد میں تبدیلی شروع ہوگئی یعنی اشعری عقل کی طرف مائل ہونے لگے۔ یہاں تک کہ عقل کو نقل پر ترجیح دینے لگے۔ جیسا کہ خیالی اور عبدالحکیم نے عقائد نسفی کے حاشیہ پر کہا ہے کہ اگر کسی جگہ پر نص کسی ایسی چیز کو بیان کر رہی ہو جو عقل کے معیار پر پوری نہ اترتی ہو تو نص کی تاویل کرنا چاہئیے عقل کو نقل پر اس لئے فوقیت حاصل ہے کہ عقل اصل ہے اور نقل فرع۔ نقل صانع کے اثبات اور اسکی عالم و قادر ہونے پر موقوف ہے لہٰذا نقل کے ذریعہ عقل کو باطل سمجھنا فرع کے ذریعہ اصل کو باطل کرنا ہے اور یہ عقل و نقل دونوں کو باطل قرار دینا ہے۔(۱)

ب۔شیخ محمد عبدہ

متاخرین اشاعرہ میں بھی بہت سے افراد ہیں جو عقل کی طرف مائل ہیں جن میں سے ایک شیخ محمد عبدہ ہیں جو اشعری مذہب کے تابع ہونے کے باوجود اشاعرہ اور معتزلہ کے درمیان اہم ترین اختلافی مسائل میں اشاعرہ کی کھل کر مخالفت کرتے ہیں۔حسن و قبح عقلی جو اشاعرہ اور معتزلہ کے درمیان اہم ترین اختلافی مسئلہ ہے اسکے بارے میں شیخ محمد عبدہ کا کہنا ہے کہ قرآن مجید کی آیت:

﴿يَأمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾(۲)

''وہ معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکرات سے منع کرتے ہیں.''

''میں معروف سے مراد وہ ہے جسکو سالم عقلیں اچھا سمجھیں اور فطرت و مصلحت کے ساتھ

....

(۱) تاریخ فلسفہ در جہان اسلام ،ج۲ ،ص۱۵۴، ۱۵۵.   (۲) سورۂ اعراف ، آیت ۱۵۶.

ہماہنگی کی بنیاد پر پاکیزہ قلوب اسکو پسند کریں۔اور منکر وہ ہے جو اس کے برخلاف ہو یعنی سالم عقلیں اسکا انکار کریں اور پاکیزہ قلوب اس سے نفرت کریں۔معروف و منکر کی تفسیر اس انداز میں بیان کرنا کہ معروف وہ ہے جس کا شریعت حکم دے اور منکر وہ ہے جس سے شریعت روکے یہ تفسیر ایسی ہے جیسے پانی کی تفسیر پانی سے کی جائے۔البتہ ہماری اس بات کا مطلب حسن وقبح عقلی کے سلسلہ میں نہ معتزلہ کی مکمل حمایت ہے اور نہ اشاعرہ کی مخالفت ہم جزئی طور پر دونوں کے موافق ومخالف ہیں ۔ہم نہ عقل کی اس قدرت سے انکار کرتے ہیں کہ وہ حسن افعال کو درک کرسکتی ہے جیسا کہ اشاعرہ اس بات کا انکار کرتے ہیں۔اور نہ خداوند عالم کے لئے کسی چیز کو واجب جانتے ہیں جیسا کہ معتزلہ کا عقیدہ ہے.''(۱)

''عقل'' کے ذریعہ حسن وقبح کا ادراک کرنے کا عقیدہ اشاعرہ کی کھلی ہوئی مخالفت ہے اور جو لوگ مسئلہ وجوب علی اللہ کے مخالف ہیں انھوں نے وجوب کی صحیح تفسیر نہیں کی ہے۔جیسا کہ محقق طوسی کا کہنا ہے کہ ان لوگوں نے وجوب کلامی کو وجوب فقہی سے مشتبہ کردیا ہے۔(۲)

ج۔شیخ شلتوت

ان کا شمار بھی عصر حاضر کے عقل گرایان میں ہوتا ہے۔یہ جبر کے سلسلہ میں اشعری کے نظریۂ کسب کو کافی نہیں سمجھتے ہیں اور اس سلسلہ میں اپنا نظریہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میری نظر میں خداوند عالم نے انسان کے اندر قدرت وارادہ کو بیکار نہیں پیدا کیا بلکہ ان دونوں کو جزاء اور سزا کا معیار قرار دیا ہے جب انسان خیر یا شر کو منتخب کرتا ہے تو خداوند عالم اسکو قہری طور پر اس چیز کو جاری رکھنے سے نہیں

روکتا جبکہ انسان کی قدرت واختیار ہمیشہ خداوند عالم کے قبضۂ قدرت میں ہے اگر وہ چاہے تو جذبۂ خیر کو اس سے سلب کر لے تا کہ انسان مجسم برائی کی شکل اختیار کر لے یا جذبۂ شر کو اس سے چھین لے تا کہ انسان نیکیوں کا پیکر بن جائے ۔لیکن حکمت الٰہی کا تقاضا وہی تھا جو انسان کی ذات میں نظر آتا ہے(۱) کہ اس کی ذات فجور اور تقویٰ دونوں کا مجموعہ ہے۔

(۱) المنار، ج۹، ص۲۲۷. (۲) تلخیص المحصل، ص۳۴۲.

سوالات

۱۔اشعریوں کے خلاف سب سے پہلا ردعمل تحریر کریں۔

۲۔سیاسی تبدیلی اور اشعری مذہب کے رائج ہونے پر روشنی ڈالیں۔

۳۔تاریخ فلسفہ در جہان اسلامی کے مؤلفین نے مذہب اشعری کے فکری نشیب وفراز کے بارے میں کیا کہا ہے؟

۴۔شیخ محمد عبدہ کی عقل گرائی کی وضاحت کریں۔

۵۔شیخ شلتوت کون تھے؟ اشعری نظریۂ کسب اور مسئلۂ اختیار کے بارے میں ان کا نظریہ تحریر کریں۔

(۱) بحوث فی الملل والنحل، ج۲، ص۱۵۳.

انتیسواں سبق:

مشہور اشعری متکلمین

یہاں پر بعض مشہور اشعری متکلمین کا مختصر تذکرہ کرنا مناسب ہے:

۱۔قاضی ابوبکر باقلانی (متوفی ۴۰۳ھ): بصرہ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں انتقال کیا ابن خلدون نے ان کے بارے میں کہا ہے:

''وہ اشعری علم کلام کے رہبر قرار پائے اور اسکی ترمیم وتہذیب کا کام انجام دیا اور ان عقلی مقدمات کی بنیاد رکھی جن پر کلامی دلیلیں قائم ہوسکتی ہیں۔لیکن فلسفی علوم سے مشابہت کی بنیاد پر ان کے یہ مقدمات اشعری متکلمین کی توجہات کا مرکز نہیں بن سکے۔''(۱)

ان کے لئے بہت سی تالیفات کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن ان میں جو طبع ہوئی ہیں اور موجود ہیں ان

کے نام یہ ہیں: اعجاز القرآن ، تمھید الأوائل وتلخیص الدلائل ، الانصاف فی اسباب الخلاف.

۲۔ابواسحاق اسفرائینی (متوفی ۴۱۸ھ): یہ اشاعرہ کے قابل توجہ افراد میں سے تھے متاخرین میں استاد کے لقب سے مشہور ہیں۔قاضی عبدالجبار معتزلی کے ہم عصر تھے ان کی بحث وگفتگو آپ کے ساتھ جو صاحب بن عباد کے سامنے ہوئی کافی مشہور ہے۔ان کے مطبوعہ اور مشہور

---

(۱) مقدمۂ ابن خلدون ،ص ۴۶۵.

آثار میں التبصیر فی الدین ہے۔

۳۔عبدالملک جوینی معروف بہ امام الحرمین (متوفی ۴۷۸ھ): یہ نیشاپور میں پیدا ہوئے وہیں تحصیل علم میں مصروف ہوئے فقہ شافعی اور کلام اشعری میں صاحب نظر تھے ابن اثیر نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ: ۴۵۶ھ میں طغرل بیگ کے وزیر کی اشاعرہ سے دشمنی کی بناء پر انھوں نے خراسان کو چھوڑ دیا اور چار سال مکہ اور مدینہ میں دینی تعلیم وتربیت میں بسر کئے اسی لئے امام الحرمین کے نام سے مشہور ہوئے۔پھر عہد نظام الملک میں دوبارہ نیشاپور واپس آئے اور مدرسہ نظامیہ میں تدریس میں مشغول ہوگئے۔انھوں نے مسئلہ جبر میں اشعری کی مخالفت کی اور نظریہ اختیار کو اسباب اور علل طولی کی بنیاد پر تحلیل کیا۔شہرستانی کا کہنا ہے کہ انھوں نے اس نظریہ کو حکماء الٰہی سے حاصل کر کے کلام کے لباس میں پیش کیا۔(۱)

ان کی دو کتابیں مشہور ہیں: الشامل فی اصول الدین اور الارشاد فی اصول الدین.

ابن خلدون نے جوینی اور ان کی دونوں کتابوں کے بارے میں کہا ہے :

''قاضی ابوبکر باقلانی کے بعد امام الحرمین کا ظہور ہوا انھوں نے کتاب الشامل کو اشعری کے طور پر املا کیا اور اس میں تفصیل سے گفتگو کی اور اسکے بعد الارشاد کو اس کے خلاصہ کے طور پر لکھا لوگوں نے ان کو اپنے عقائد میں رہبر تسلیم کیا''(۲)

۴۔امام محمد غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) وہ ۴۵۰ھ میں طوس کے اطراف میں پیدا ہوئے۔

تعلیم کے لئے نیشاپور کا سفر کیا۔امام الحرمین کی شاگردی اختیار کی ۔اسکے بعد نظام الملک سے رابطہ پیدا کیا اور ۴۸۴ھ میں بغداد کی دانشگاہ نظامیہ میں استاد کے طور پر ان کا تقرر ہوا۔۳۶ سال کی عمر میں فکری انتشار کا شکار ہوگئے اور درس و تدریس نیز اہل وعیال کو چھوڑ کر تقریباً دس سال تنہا اسلامی ممالک کی سیر وسیاحت میں مصروف رہے اکثر اوقات تامل وتفکر اور روحانی ریاضت میں مصروف

(۱) الملل والنحل، ج ۱، ص ۹۹. (۲) مقدمۂ ابن خلدون، ص ۴۶۵.

رہتے تھے۔اس مدت میں کئی مشہور کتابیں تالیف کیں ۔خاص طور پر احیاء علوم الدین ۔ ۴۹۹ھ میں اس حالت کو چھوڑ کر دوبارہ نیشاپور واپس آئے اور وہاں مدرسہ نظامیہ میں تدریس میں مشغول ہو گئے ۔(۱)

لیکن دو سال بعد اسکو بھی چھوڑ دیا اور طوس میں گوشہ نشینی اختیار کر لی اور ۵۰۵ھ میں اپنے ہی وطن میں انتقال کیا۔غزالی نے علم کلام کے ساتھ متضاد رویہ اختیار کیا ہے ایک جگہ اس میں مشغولیت کو اسکی آفات کی بناء پر حرام قرار دیا ہے سوائے دو قسم کے افراد کے ایک وہ جو خود شبہہ میں مبتلا ہوں اور ان کا شبہہ موعظہ ونصیحت اور اخبار منقول کے ذریعہ دور نہ ہوتا ہو اور دوسرے جو خود تو شبہہ میں مبتلا نہ ہو لیکن دوسروں کو شبہات سے بچانا چاہتے ہوں ۔دوسری جگہ پر غزالی نے علم کلام کی تعریف وتمجید کی ہے اور کہا ہے کہ:

’’علم توحید سب سے اشرف اور اکمل علم ہے اسکا حاصل کرنا ضروری ہے اور حدیث طلب العلم کے ضمن میں اسکا سیکھنا سب پر واجب ہے۔‘‘(۲)

ان دونوں نظریات کو جمع کرنے کے لئے علماء نے کہا ہے کہ غزالی کی پہلی تعریف سے مراد علماء کلام کا وہ درس ہے جو جدلی دلائل پر مشتمل ہونے کے باوجود حقیقت میں معارف توحیدی تک پہونچانے سے عاجز ہے جبکہ دوسرے نظریہ سے مراد اصل کلام ہے۔

۵۔فخر الدین رازی (متوفی ٦٠٦ھ):اشعری متکلمین میں شہرت کے مالک ہیں جن کی فکر نے اشعری مذہب میں کافی تبدیلی پیدا کی ۔یہ عقلی ونقلی علوم کے مختلف شعبوں جیسے فلسفہ،کلام،منطق ، اخلاق ،اصول فقہ،فقہ،ریاضیات،نجوم،طب وغیرہ سب کے عالم تھے۔ان کے کلامی آ ثار کی تعداد دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ قابل توجہ ہے جو اس علم سے ان کی زیادہ دلچسپی کی علامت ہے۔

....

(١) تاریخ فلسفه اسلامی ، ص ٢۴٢،٢۴۴.   (٢) تاریخ فلسفه در جهان اسلامی ،ج۴ ،ص ١۵۴.

ان کے بعض مشہور کلامی آ ثار اس طرح ہیں: ١ .الاربعین فی الاصول الدین ٢ .اساس التقدیس (تاسیس التقدیس) ٣. شرح اسماء الله الحسنی ۴.محصل افکار المتقدمین والمتاخرین ،محقق طوسی نے اس پر تنقید لکھی ہے جو نقد المحصل یا تخلیص المحصل کے نام سے مشہور ہے۔۵.المطالب العالیه، یہ علم کلام کی سب سے تفصیلی کتاب ہے۔

فخر الدین رازی اصول ومبانی میں اشعری مذہب کے تابع تھے لیکن اپنے استدلالات میں منطق وفلسفہ سے بہت فائدہ اٹھاتے تھے اسی وجہ سے ان کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ انھوں اشعری کلام میں ایک انقلاب بر پا کیا اور اسے مضبوط بنایا۔

٦۔عبدالکریم شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ): ۴٧٩ھ میں خراسان کے شہر،شہرستان میں پیدا ہوئے اور کچھ اسلامی مما لک کا سفر کرنے کے بعد اپنے وطن میں انتقال کیا۔کتاب الملل والنحل تالیف کی جو علم ملل ونحل کی سب سے مشہور کتاب ہے۔اشعری کلام میں صاحب نظر تھے اور اس سلسلہ میں: نهایة الاقدام فی علم الکلام نامی کتاب تالیف کی۔

٧۔عضدالدین ایجی (متوفی ٧۵٦ھ یا ٧۵٧ھ): شیراز کے اطراف میں واقع ایج نامی شہر میں پیدا ہوئے اور کرمان میں انتقال کیا۔مشہور اشعری متکلمین میں سے تھے۔ان کی مشہور کتابیں: ١ .المواقف فی علم الکلام ٢ .شرح مختصر الاصول ۔میر سید شریف جرجانی نے ان کی

کتاب مـــــواقف پرایک تفصیلی شرح لکھی ہے جومشہوراور معتبر کلامی متون میں شمار ہوتی ہے۔ایجی اشعری ہونے کے باوجود بعض مسائل میں اشعری دلائل پرتنقید کرتے تھے جیسا کہ انھوں نے صفات الٰہی کے سلسلہ میں صفات کے زائد ہونے پر اشاعرہ کی تینوں دلیلوں کا انکار کیا ہے اگر چہ اسکی نفی کرنے والوں کی دلیلوں کوبھی قبول نہیں کیا ہے۔(۱)

---

(۱) شرح المواقف ، ج ۸ ،ص ۴۵ ، ۴۶ .

۸۔سعدالدین تفتازانی (متوفی ۷۹۱ھ یا ۷۹۳ھ):تفتازان کے دیہات میں پیدا ہوئے اور سمرقند میں انتقال کیا۔پوری زندگی تعلیم وتدریس وتالیف میں گذاری خاص طور پر منطق ،ادبیات، اورکلام میں عظیم درجات پرفائز ہوئے۔ان کی مشہور کتاب شـرح المقاصد ہے جوکلام اشعری میں جامع ہونے کے اعتبار سے جرجانی کی شرح مواقف کی رقیب کہی جاسکتی ہے۔دوسری مشہور کتاب شرح العقائد النسفیه ہے۔انکے مشہور اساتذہ قاضی عضدالدین ایجی اورقطب الدین رازی تھے۔

۹۔میر سید شریف جرجانی (متوفی ۸۱۶ھ):استرآباد کے نزدیک تاکو نامی دیہات میں پیدا ہوئے اورشیراز میں انتقال کیا۔مشہوراشعری متکلمین میں سے ہیں اوردقت نظر کے اعتبار سے تفتازانی پرفوقیت رکھتے تھے ان کی شرح بھی جوانھوں نے ایجی کی الــمـواقف پرتحریر کی مشہور متن کلامی ہے۔قطب الدین رازی کے شاگردوں نیز محقق دوانی کے استادوں میں سے تھے جودونوں شیعہ متکلم ہیں۔شہید ثالثؒ نے ان کوشیعہ متکلمین میں شمار کیا ہے۔

۱۰۔علاء الدین قوشچی (متوفی ۸۷۹ھ):ریاضیات، ہیئت اورکلام میں صاحب نظر تھے۔ تـجـریـدالاعتقـاد پران کی شرح مشہور ہے۔یہ کتاب بھی اشعری عقائدونظریات کے مصادر میں شمار ہوتی ہے اس کتاب میں شیعوں اوراشعریوں کے بعض اختلافی مسائل میں مصنف کے نظریہ کی تنقید کی گئی ہے اگرچہ اکثرنظریات کی صرف تشریح پرہی اکتفا کیا ہے۔

سوالات

۱۔قاضی ابوبکر باقلانی کون تھےان کے بارے میں ابن خلدون نے کیا کہا ہے؟
۲۔''استاذ'' کس اشعری متکلم کالقب ہے؟ قاضی عبدالجبار معتزلہ کے ساتھ ان کی گفتگو بیان کریں۔
۳۔امام الحرمین اور مسئلہ جبر واختیار میں ان کے نظریہ کے بارے میں لکھیں اور ان کے سلسلہ میں ابن خلدون کا کلام نقل کریں۔
۴۔غزالی کے حالات زندگی علم کلام میں ان کے نظریہ کے ساتھ تحریر کریں
۵۔فخر الدین رازی اور علم کلام میں ان کے کردار پر روشنی ڈالیں
۶۔شہرستانی اور ایجی کون تھے؟ ان کے کلامی آثار تحریر کریں۔
۷۔تفتازانی کے دو کلامی آثار اور علم کلام میں ان کے اساتید بیان کریں۔
۸۔میر سید شریف گرگانی اور قاضی قوشجی کی شخصیت اور ان کے کلامی آثار پر روشنی ڈالیں۔

تیسواں سبق:

ماتریدی مذہب کے بانی

اسلامی فرقوں کے جارحانہ رویہ خاص طور پہ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں اہل حدیث اور معتزلہ کے درمیان اختلاف اور اموی وعباسی خلفاء کی حمایت کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ اسلامی اتحاد کو نقصان پہنچا بلکہ اسلامی عقائد کو بھی خطرات کا سامنا کرنا پڑا لہٰذا تاریخ کے اس دور میں ایک اصلاحی تحریک کی شدید ضرورت محسوس کی جاتی رہی اور تاریخ اسلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ معصومین ؑ ہمیشہ اس اصلاحی تحریک میں کوشاں رہتے تھے۔ اسکی بہترین دلیل حدوث وقدم قرآن کے سلسلہ میں ان کی مدبرانہ اور حکیمانہ روش ہے جیسا کہ امام رضاؑ نے بغداد میں اپنے ایک شیعہ کے نام خط میں تحریر کیا کہ: ''ہم قرآن کے سلسلہ میں جدال کو بدعت سمجھتے ہیں اور اس سلسلہ میں سائل

اور مجیب دونوں شریک ہیں خدا کے علاوہ کوئی خالق نہیں ہے اور جو کچھ ہے سب اسی کا پیدا کیا ہوا ہے لہٰذا قرآن جو کلام الٰہی ہے اس پر اپنی طرف سے کوئی نام نہ تھوپو ورنہ گمراہوں میں سے ہو جاؤ گے۔''(۱)

لیکن بدقسمتی سے امت اسلامی خاندان رسالت سے جدا ہو کر ان کی حیات بخش تعلیم سے محرومی کا شکار ہوگئی اس زمانہ میں دنیائے تسنن میں اصلاح طلبی کی اس تحریک میں تین شخصیتوں نے

(۱) توحید صدوق، باب القرآن ما ھو، روایت ۴، ص ۲۲۴.

حصہ لیا۔ ابوالحسن اشعری (متوفی ۳۳۰ھ) عراق میں۔ ابومنصور ماتریدی (متوفی ۳۳۳ھ) سمرقند میں۔ ابوجعفر طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) مصر میں۔ شروع کی دونوں شخصیتوں نے الگ سے اپنے کلامی مکتب کی بنیاد رکھی جو ان کے نام سے مشہور ہوا۔ اور آخری شخصیت یعنی طحاوی نے زیادہ تر ابوحنیفہ کے کلامی نظریات کو بیان کیا۔ گذشتہ درس میں اشعری کے حالات بیان ہوئے یہاں پر ماتریدی مذہب کے بارے میں مختصر تذکرہ مقصود ہے۔

ماتریدی کی شخصیت اور علمی آثار

اس مذہب کے بانی ابومنصور ماتریدی ہیں جس کا پورا نام محمد بن محمد بن محمود ماتریدی سمرقندی ہے۔ ان کا سلسلۂ نسب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور صحابی ابوایوب انصاری تک پہونچتا ہے۔ ان کے پیروان کو الشیخ، الفقیہ، علم الھدی، امام الھدی اور امام المتکلمین جیسے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ ان کی تاریخ وفات ۳۳۳ھ بیان کی گئی ہے اور تاریخ ولادت کے بارے میں ۲۳۸ھ یا ۲۴۸ھ بیان کیا گیا ہے۔

تفسیر، کلام، اصول فقہ اور دوسرے علوم میں ان کی تصانیف خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ ان میں سے بعض کے نام اس طرح ہیں:

ان کی طبع شدہ کتابیں: ۱۔التوحید: یہ کتاب ماتریدیہ کے اولین مراجع میں شمار ہوتی ہے جو ہمیشہ اس مذہب کے اساتذہ وتلامذہ کی توجہ کا مرکز رہی ہے ۔۲۔تاویلات اهل السنة: اس کتاب میں آیات کی تفسیر ہے جس میں ماتریدی نے اپنے اصولی اور فقہی نظریات کے ساتھ اپنے امام ابوحنیفہ کے نظریات سے بھی استفادہ کیا ہے لہٰذا یہ کتاب اعتقادی اور فقہی کتاب کہی جا سکتی ہے ۔۳۔پند نامہ: یہ کتاب حکمت،موعظہ،اوراخلاق کے بارے میں لکھی گئی ہے۔کتاب ''تاریخ فلسفہ دراسلام'' کے مؤلف ماتریدی کی علمی عظمت کے بارے میں لکھتے ہیں: ماتریدی اور دوسرے بزرگ اشعری علماء جیسے عبدالقاہر بغدادی،امام الحرمین وغیرہ نے جو دلائل و برہان حدوث عالم،وجود خدا،توحیداورذات وصفات نیز عقل کی اہمیت اور وحی ونبوت کی ضرورت پر قائم کئے ہیں ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا اثر اہل سنت کے متکلمین پر کتنا زیادہ تھا۔شیخ محمد عبدہ جو عصر حاضر میں نئے سرے سے اصلاحی کوشش کرنے والوں میں سرفہرست ہیں انھوں نے ماتریدی ہی کا اتباع کیا ہے جیسا کہ العقائد العضدية پر ان کی تعلیقات سے ظاہر ہوتا ہے۔(۱)

ماتریدی کے اساتذہ وتلامذہ

الف۔اساتذہ: ماتریدی نے سامانی حکومت کے دور اقتدار میں پرورش پائی جنھوں نے اپنے دربار میں مختلف قسم کے علماء اور افاضل کو جمع کر رکھا تھا اور ایران کو ایک پرسکون علمی معاشرہ میں تبدیل کر دیا تھا۔اسی سرزمین پر ماتریدی نے اس زمانہ کے چار مشہور علماء سے مختلف اسلامی علوم میں کسب فیض کیا:

۱۔ابوبکر احمد بن اسحاق جوزجانی

۲۔ابونصر احمد بن عباس معروف بہ فقیہ سمرقندی

۳۔نصیر بن یحییٰ بلخی (متوفی ۲۶۸ھ)

۴۔محمد بن مقاتل رازی قاضی ری (متوفی ۲۴۸ھ)

ب۔شاگرد:

۱۔ابوالقاسم اسحاق بن محمد بن اسماعیل مشہور بہ حکیم سمرقندی

۲۔امام ابواللیث بخاری

۳۔امام ابومحمد عبدالکریم بن موسی بزودی

....

(۱) تاریخ فلسفہ در اسلام، ج ۱، ص ۳۸۲، ۳۸۳.

۴۔امام ابوالحسن علی بن سعید الرستغفنی (۱)

ماتریدی کی نظر میں معرفت کے منابع

ماتریدی نے کتاب توحید کے آغاز میں عقیدہ وایمان کے سلسلہ میں تقلید کو غلط جانا ہے اور کہا ہے کہ مختلف اسلامی فرقے اپنے کوحق اور دوسروں کو باطل سمجھتے ہیں اور اپنے کو سلف کا تابع قرار دیتے ہیں جبکہ اتباع سلف کو حقانیت کی دلیل نہیں قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ کسی عقیدہ کے ماننے والوں کی کثرت اسے حق بنا سکتی ہے کسی عقیدہ کی حقانیت صرف برہان عقلی سے ثابت ہوسکتی ہے اس طرح کہ اہل نظر کو مطمئن کر سکے۔(۲) اوراس کے بعد ماتریدی کے ذریعہ بیان کئے گئے تینوں منابع معرفت کو ذکر کیا ہے۔۱۔مشاہدہ حسی ۲۔دوسروں کا خبر دینا ۳۔غور وفکر

الف۔معرفت حسی: مشاہدہ کے ذریعہ سے حاصل ہونے والی معرفت کو معرفت حسی کہتے ہیں جسکا انکار کرنے والا ہٹ دھرم اور حیوانات سے بھی پست طبیعت ہے اور ایسے افراد سے بحث ومناظرہ میں دوطریقوں سے نپٹا جاسکتا ہے: یا یہ کہ ان سے پوچھا جائے کہ کیا تمہیں خود اپنے انکار کا علم ہے؟ اگر کہیں نہیں تو ان کے انکار کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور اگر کہیں ہاں تو اسکا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے انکار کی واقعیت اور حقیقت کا اعتراف کیا ہے لہٰذا اس اعتراف سے ان کے انکار مطلق کی اصل باطل ہوجائے گی۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ ان کی پٹائی کردی جائے اس طرح ان کو درد کا احساس ہوگا اور ادراک حسی کی اہمیت ان کی سمجھ میں آ جائے گی۔

ب۔معرفت نقلی: دوسروں کے ذریعہ حاصل ہونے والی خبریں دوطرح ہوتی ہیں: ۱۔خبر واحد ۲۔خبر متواتر۔جوشخص دونوں کا انکار کرے اسکو سوفسطائی قرار دیا جائے گا اس لئے کہ وہ اس انکار

(۱) بحوث فی الملل و النحل ؛ مقدمۂ کتاب التوحید ،ص ۵. (۲) کتاب التوحید ،ص ۳ .

سے اپنے افکار کا بھی انکار کر رہا ہے اس لئے کہ اسکا انکار بھی ایک خبر ہے۔اسکے علاوہ ایسے شخص کے لئے ہر طرح کے علم کا راستہ بند ہو جائے گا اور اسکو خود اپنے نام یا دوسری اشیاء کے نام کا علم بھی حاصل نہیں ہو پائے گا۔

لہٰذا خبر کا قبول کرنا عقل کی روشنی میں ایک فطری امر ہے اور انبیاء الٰہی کی خبریں ضروریات عقلی میں سے ہیں لہٰذا ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا البتہ چونکہ وہ خبریں غیر معصوم افراد کے ذریعہ ہم تک پہونچتی ہیں لہٰذا نقل کرنے والوں کے سلسلہ میں تامل سے کام لینا چاہئیے۔اگر تواتر کی حد تک ہوں تو قبول کر لینا ضروری ہے اور اگر متواتر نہ ہونے کے باوجود ان کے صحیح ہونے کا احتمال ہو تب بھی عمل کرنا چاہئیے۔

ج۔غور وفکر: ماتریدی نے کچھ موارد کا تذکرہ کیا ہے جن میں انسان فکری اور نظری معرفت کا محتاج ہے اور اسکے بعد اس معرفت کے ضروری ہونے پر استدلال کیا ہے:

۱۔ایسے امور جن کا حسی ادراک ممکن نہ ہو.

۲۔جن خبروں میں کذب وخطا کا احتمال ہو.

۳۔معجزات اور سحر میں فرق پیدا کرنا.

۴۔فکر ونظر کے عقیدہ کی مخالفت کرنے والوں کو باطل قرار دینا.

۵۔ پروردگار کی حکمت و مصلحت کو سمجھنا.

۶۔ زندگی کی امور کی تدبیر کرنا اور مصالح و مفاسد کو تشخیص دینا.

اس کے علاوہ فطری طور پر انسان کا غور و فکر کی طرف مائل ہونا بھی غور و فکر کے حجت ہونے کی دلیل ہے۔ قرآن کریم میں بھی غور و فکر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے:

﴿اَفَلا یَنْظُرُونَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ﴾(۱)

(۱) سورۂ غاشیہ ،آیت ۱۷.

''کیا یہ لوگ اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ اسے کیسے پیدا کیا گیا''

﴿وَفِی اَنْفُسِکُمْ اَفَلا تُبْصِرُونَ﴾(۱)

''جو تمہارے نفسوں میں (نشانیاں) کیا تم انھیں نہیں دیکھتے''

﴿اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلافِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ لآیاتٍ لِقَوْمٍ یَعْقِلُونَ﴾(۲)

''زمین و آسمان کی خلقت اور شب و روز کے پے در پے آنے میں صاحبان عقل کے لئے نشانیاں ہیں''

اصل میں انسان کی حقیقت میں دو پہلو پائے جاتے ہیں: ۱۔ خواہشات و جذبات ۲۔ عقل جسکو عقل پسند کرتی ہے وہ خواہشات کی پسند نہیں ہوتا اور جسکو عقل برا سمجھتی ہے ضروری نہیں کہ خواہشات بھی اسے برا سمجھیں لہٰذا اس ٹکراؤ کی صورت میں غور و فکر کے ذریعہ نیک و بد کی تشخیص دینا چاہئے۔(۳)

سوالات

۱۔ ماتریدی کا نام و نسب اور مطبوعہ آثار تحریر کیجئے۔

۲۔ ماتریدی کی علمی شخصیت کے بارے میں کتاب فلسفہ در تاریخ اسلام کا نظریہ تحریر کیجئے۔
۳۔ ماتریدی کے استاذہ و تلامذہ کا تذکرہ کیجئے۔
۴۔ عقائد میں تقلید سلف کے اتباع اور عقیدہ کی حقانیت کے معیار کے بارے میں ماتریدی کا نظریہ لکھیں۔
۵۔ معرفت حسی کے بارے میں ماتریدی کا نظریہ تحریر کریں۔
۶۔ معرفت نقلی کے بارے میں ماتریدی نظریہ تحریر کریں۔
۷۔ معرفت عقلی کی ضرورت کے بارے میں ماتریدی کا استدلال تحریر کریں۔

---

(۱) سورۂ ذاریات ،آیت ۲۱. (۲) سورۂ بقرہ ،آیت ۱۶۴. (۳) کتاب التوحید ،ص ۹ و ۱۱.

اکتیسواں سبق:

علم کلام میں ماتریدی روش

علم کلام میں ماتریدی کی روش کے بارے میں علماء کے درمیان اس بات پر بحث ہے کہ کیا یہ روش اشعری کی روش کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے یا دونوں میں کوئی فرق ہے؟ اس سلسلہ میں دو نظریہ پائے جاتے ہیں:

۱۔ نظریۂ مطابقت

جس طرح اشعری نے معتزلہ کی مخالفت اور اہل حدیث کی موافقت میں آواز بلند کی تھی بالکل

اسی طرح ماتریدی نے بھی یہ آواز اٹھائی تھی لہٰذا مقصد کی طرح دونوں کی روش بھی بالکل ایک ہے۔

۲۔ نظریۂ تفاوت

بعض محققین کا کہنا ہے کہ ان دونوں کی روش الگ الگ ہے۔ ماتریدی کی روش زیادہ عقلی ہے اوراسکو معتزلہ کی اور اشعریہ کی روش کے درمیان کا راستہ قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ اشعریہ کی روش معتزلہ اور اہل حدیث کی روش کا درمیانی راستہ ہے۔

ابوزہرہ کا کہنا ہے کہ ماتریدیہ کی روش میں عقل کا زیادہ اعتبار ہے برخلاف اشاعرہ کے۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اشاعرہ، معتزلہ اور اہل فقہ وحدیث کی درمیانی روش پر گامزن ہیں جبکہ ماتریدیہ معتزلہ اور اشاعرہ کی درمیانی روش پر۔(۱)

آقای جعفر سبحانی ماتریدی کو اشعریوں سے جدا سمجھتے ہوئے ماتریدیہ کی مندرجہ ذیل صفات کا ذکر کرتے ہیں:

الف: ماتریدیہ کے یہاں عقل کا زیادہ اعتبار ہے۔

ب: ماتریدی روش اشاعرہ کے مقابلہ میں تشبیہ وتجسیم سے دور اور تنزیہ سے نزدیک ہے۔

ج: معتزلی نظریات کی شدید تنقید کے باوجود ان کی روش اشاعرہ کے مقابلہ میں معتزلہ سے قریب ہے۔(۲)

تحقیق اور اظہار نظر

تین مسئلے یک دوسرے سے بالکل الگ ہیں:

۱۔ معتزلہ اور دوسرے فرقوں کی مخالفت میں ماتریدی کا اشاعرہ سے مقایسہ کرنا۔

۲۔ ماتریدی کی کلامی روش کا اشعری اور معتزلی روش سے مقایسہ کرنا۔

۳۔ کلامی نظریات میں ان دونوں کا دوسرے فرقوں کے ساتھ مقایسہ کرنا۔

اس سلسلہ میں صحیح بات یہ کہی جاسکتی ہے کہ ان دونوں کا مقصد ایک ہونے کے باوجود ان کی روش بالکل ایک جیسی نہیں ہے ماتریدی مذہب میں عقل گرائی ظاہر گرائی پر غالب ہے لہٰذا یہ روش معتزلہ سے نزدیک ہے اسی وجہ سے ان کے یہاں تنزیہ کا نظریہ تشبیہ پر مقدم ہے لیکن اس کے باوجود بہت سے کلامی نظریات میں اشعریوں کے موافق ہیں اگر چہ تفسیر وتبیین میں مکمل اتفاق نہیں ہے۔

....

(۱) تاریخ المذاهب الاسلامية ، ج ۱ ،ص ۱۱۹ . (۲) بحوث فی الملل والنحل ،ج۳ ،ص ۲۴.

ماتریدی اور حسن وقبح عقلی

اصل حسن وقبح عقلی عدلیہ (امامیہ اور معتزلہ) کے کلام میں ایک اہم اصل ہے۔ شیخ اشعری اور دیگر متکلمین نے اسکی شدید مخالفت کی ہے لیکن ماتریدی کی کتاب التـــوحیـــد سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماتریدی فی الجملہ اصل حسن وقبح کو قبول کرتے ہیں اگر چہ وجوب علی اللہ کے قائل نہیں ہیں لیکن وجوب اصلح کے سلسلہ میں مخالفت کے باوجود عدلیہ کے مخالف نہیں کہے جاسکتے اس لئے کہ خود عدلیہ میں اس مسئلہ پر اتفاق نہیں ہے۔

ماتریدی نے معرفت کے لئے غور وفکر کی ضرورت پر دلیل میں حسن وقبح کی تشخیص کو ذکر کیا ہے(۱) جس کا مطلب یہ ہے کہ اسکی نظر میں عقل افعال کے حسن وقبح اور ان کے مصالح ومفاسد کو درک کرسکتی ہے۔

اسی طرح معرفت دینی کے لئے عقل کی اہمیت کے سلسلہ میں ان کا کہنا ہے کہ: عقل اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ دنیا کی خلقت حکیمانہ ہے اور اس میں عبث کا گذر نہیں ہے اس لئے کہ مخالف حکمت کا

م عقل کی نظر میں قبیح ہے اور خلقت کا مقصد بقاء ہے فناء نہیں اگر انسانی وجود میں پائی جانے والی مختلف خواہشات کو کنٹرول نہ کیا جائے تو انسان فنا ہو جائے گا لہٰذا ضروری ہے کہ کوئی امام عادل ہو جو معاشرہ میں اختلافات کم کرکے انس ومحبت کی فضا ہموار کرے۔(۲)

یہ بات حقیقت میں وہی برہان لطف ہے جسکی بنیاد پر عدلیہ متکلمین ایک الٰہی رہبر کے وجود کو واجب جانتے ہیں لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ماتریدی کی عبارت میں حسن وقبح عقلی کا قاعدہ نیز قاعدہ لطف ہے۔

یہاں تک کہ وجوب علی اللہ کی اصطلاح بھی اشارۃً ذکر ہوئی ہے اور اس قسم کی عبارتیں ماتریدی کے کلام میں کثیر تعداد میں پائی جاتی ہیں۔

....

(۱) کتاب التوحید ،ص ۱۰.　　　　(۲) کتاب التوحید ،ص ۴ و ۵.

ماتریدی کے علاوہ پیروان ابوحنیفہ کے اکثر متکلمین کا بھی یہی نظریہ ہے جیسا کہ تفتازانی نے کہا ہے کہ:بعض اہل سنت یعنی حنفی حسن وقبح عقلی کے سلسلہ میں معتزلہ کے موافق ہیں جیسے معرفت کردگار کے سلسلہ میں سب سے پہلا فریضہ غور وفکر ہے۔پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق واجب اور ان کی تکذیب حرام ہے تاکہ تسلسل ختم ہو سکے۔شرک حرام ہے خداوند عالم کی طرف غلط کاموں کی نسبت دینا حرام ہے اور یہ کہ جو چیز پسندیدہ ہے وہ واجب ہے اور جو ناپسند ہے وہ حرام ہے۔لیکن حنفی وجوب یا حرمت علی اللہ کے قائل نہیں ہیں اور ان کا کہنا ہے حسن وقبح اور بندوں کے افعال کا خالق پروردگار ہے عقل صرف ان میں سے کچھ امور کی معرفت کا ذریعہ ہے اور ایجاب صرف پروردگار کا حق ہے۔(۱)

حسن وقبح کے سلسلہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ حکیم وعلیم وقدیر فاعل سے انجام پانے والے افعال حسن وقبح کی جہتوں کو بیان کرتے ہیں اور عقل ان میں سے بعض کو درک کرتی ہے اس بات کو حنفی اور ماتریدی سب مانتے ہیں صرف وجوب علی اللہ کی غلط تفسیر کی بنیاد پر ان میں اختلاف ہے یعنی کلمہ وجوب سے فقہی اور اخلاقی اصطلاح مراد لیتے ہیں جبکہ عدلیہ ان معنی کا انکار نہیں کرتے اس لئے

کہ اسکی بازگشت پروردگار کے صفات کمال کی طرف ہوتی ہے۔جس کے نتیجہ میں یہ حکم لگایا جاتا ہے کہ خداوند عالم سے صرف افعال حسن ہی سرزد ہوتے ہیں اوروہ افعال قبیح سے منزہ ہے اس سلسلہ میں عقل کا کردار صرف اس موضوع کا صحیح ادراک ہے۔(۲)

(۱) شرح المقاصد ،ج۴ ،ص۲۹۳. (۲) تلخیص المحصل ،ص۳۴۲.

سوالات

۱۔اشعری اور ماتریدی روش میں مقایسہ کے سلسلہ میں دونوں نظریہ بیان کیجئے۔
۲۔بحث کی تینوں جہتوں کو الگ کر کے ماتریدی اوراشعری روش میں مقایسہ اوراسکا تجزیہ کریں۔
۳۔حسن وقبح عقلی پر دلالت کے سلسلہ میں ماتریدی کا کلام ذکر کیجئے۔
۴۔ماتریدی کی نظر میں حسن وقبح عقلی کے بارے میں تفتازانی کاقول تحریر کریں۔
۵۔حسن وقبح کے بارے میں بنیادی نکتہ تحریر کریں نیز''وجوب علی اللہ'' کی اصطلاح کا مطلب بیان کریں۔

بتیسواں سبق:

عدلیہ واشعریہ
سے
ماتریدی نظریات کا مقایسہ

۱۔خداوند عالم کی صفات

گذشتہ درس میں حسن وقبح عقلی کے سلسلہ میں ماتریدی نظریہ سے آ گاہ ہوئے اور اس نظریہ کا عدلیہ اور اشاعرہ سے مقایسہ کیا۔ یہاں پر بعض دوسرے کلامی نظریات میں اسی طرح کا مقایسہ کریں گے۔

عدلیہ اور اشعریہ نے صفات الٰہی کو دو قسموں پر تقسیم کیا ہے: ا۔ ذاتی، ۲۔ فعلی

وہ صفات جن کے ذات سے انتزاع ہونے اور ان کو ذات پر حمل کرنے میں صرف ذات کا لحاظ کرنا ہی کافی ہوتا ہے ان کو ذاتی کہا جاتا ہے جیسے حیات، قدرت وغیرہ اور جن صفات میں ذات کے علاوہ فعل کا تصور بھی ضروری ہوتا ہے ان کو صفات فعل کہا جاتا ہے جیسے خلق، جود، کرم وغیرہ۔

ماتریدی اس تقسیم کو نہیں مانتے اور اس بنیاد پر صفات فعلی کو بھی صفات ازلی اور قدیم قرار دیتے ہیں

ماتریدیہ کی نظر میں صفت تکوین جو حقیقت میں صفات فعل کا مبدأ ہے۔ وہ ان سات مشہور صفات کے علاوہ (حیات، علم، قدرت، سمع، بصر، ارادہ، کلام) ہے اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ اگر تکوین ازلی ہے تو مُکَوِّن بھی ازلی ہوگا۔(۱) تو جواب دیتے ہیں کہ تکوین ازلی الٰہی ایک مخصوص وقت میں اشیاء کے پیدا ہونے کا سبب ہے لہٰذا صفت تکوین قدیم ہے لیکن اسکا نتیجہ حادث ہے جس طرح علم وقدرت صفات قدیم ہیں لیکن معلوم ومقدور حادث ہیں۔(۲)

اس سلسلہ میں ایک دوسری بحث ہوتی ہے جس طرح صفات کے مفاہیم ذات سے الگ ہیں اور مفاہیم آپس میں بھی ایک دوسرے سے الگ ہیں اگر ایسا ہے تو کیا اسی طرح مصداق اور عینی واقعیت میں بھی ایک دوسرے کے مغایر ہیں یا ان کی حقیقت اور ذات کی حقیقت ایک ہے امامیہ اور معتزلہ صفات زائد بر ذات کی نفی کرتے ہیں اگر چہ اصل اتصاف کو قبول کرتے ہیں۔ اشاعرہ صفات ذاتی کو بھی زائد بر ذات جانتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں تعدد قدماء کے اشکال کا اس طرح جواب دیتے ہیں کہ یہ صفات نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات (لا ھی ھو و لا ھی غیرہ)

ماتریدی نے کتاب التوحید کی تین فصلوں میں صفات الٰہی کے بارے میں بحث کی ہے لیکن

عینیت یا زیادتی صفات کی بحث نہیں چھیڑی ہے۔

خلاصۃً یہ کہا جاسکتا ہے کہ صفات زائد کے اثبات یا انکار میں ماتریدی کا نظریہ واضح نہیں ہے سوائے ایک اشارے کے جیسا کہ کلام الٰہی کے بارے میں اس نے کہا ہے:

لیس ھو اللہ ولا غیرہ فیکون وقفاً عن علم وھو حق علی ما ثبت فی العلم والقدرۃ.(۳)

''کلام نہ خدا ہے اور نہ غیر خدا، یہ توقف علم کی صورت میں ہے اور یہ حق ہے۔علم وقدرت کے بارے میں بھی ایسا ہی ہے۔''

بہرحال ماتریدی کے تابعین میں صفات زائد کا قول مشہور ہے جیسا کہ کتاب عقائد نسفیہ میں آیا ہے:

(۱) شرح المواقف، ج ۸، ص ۱۱۳. (۲) کتاب التوحید، ص ۴۷. (۳) کتاب التوحید، ص ۵۹.

ولہ صفات ازلیۃ قائمۃ بذاتہ وھی لا ھو ولا غیرہ وھی العلم والقدرۃ والحیاۃ و...(۱)

''خداوند عالم کے کچھ ازلی صفات ہیں جو نہ خدا ہیں اور نہ غیر خدا ہیں وہ صفات علم قدرت اور حیات وغیرہ ہیں۔''

۲۔کلام الٰہی

ماتریدی بھی اشاعرہ کی طرح کلام الٰہی کو دو مرتبوں کا حامل قرار دیتے ہیں ایک لفظی اور حادث دوسرا نفسانی اور قدیم۔البتہ یہ نظریہ واضح طور پر ماتریدی کے اقوال میں موجود نہیں ہے لیکن اسکے تابعین کے یہاں یہ قول رائج ہے۔ابومعین نسفی نے اپنی کتاب تبصرہ الادلۃ میں کہا ہے کلام الٰہی خداوند عالم کی ازلی صفت ہے جو حروف یا آواز نہیں بلکہ ایسی صفت ہے جو اسکی ذات سے قائم ہے اور یہ صفت ہی وہ شئی ہے جسکے ذریعہ سے خداوند عالم کلام اور امرونہی کرتا ہے اور یہ عبارتیں اس صفت ذاتی پر دلالت کرتی

ہیں۔امام بیاضی نے اپنی کتاب اشارۃ الکلام میں ماتریدی کی عبارت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے: **ویتکلم لا ککلامنا.**

اور یہ قول معتزلہ کی رد میں ہے جو کلام نفسانی کا انکار کرتے ہیں اسی طرح حشویہ کی رد میں بھی ہے جو کلام خدا کو الفاظ میں منحصر جاننے کے باوجود قدیم جانتے ہیں نیز کرامیہ کے عقیدہ کو بھی باطل کرتا ہے جو کلام کو لفظ میں منحصر جاننے کے بعد حادث مانتے ہوئے ذات خدا کے ذریعہ اسکے قیام کی بات کرتے ہیں۔(۲)

---

(۱) العقائد النسفیة، عمر النسفی، ص ۱۲. (۲) مقدمۂ کتاب التوحید، ص ۱۱ و ۱۲.

۳۔ رؤیت خدا

ماتریدی بھی اشاعرہ کی طرح رویت خدا کو ممکن سمجھتے ہیں اس سلسلہ میں ان کے الفاظ یہ ہیں:

القول فی رؤیت الرب عزوجل عندنا لازم وحق من غیر ادراک ولاتفسیر.

''خدا کی رویت کا قول بغیر اسکے حقیقت کا ادراک کئے اور بغیر اسکی تفسیر کے جائز ہے۔''

اور جب کیفیت کے بارے میں ان سے سوال ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ رویت خدا بغیر کیفیت کے ہوگی اس لئے کہ کیفیت صورت والی شیٔ میں ہوتی ہے اور خدا کی رویت ہوگی لیکن بغیر صفت قیام وقعود، اتصال وانفصال، نور وظلمت وغیرہ جیسی صفات کے۔(۱) ماتریدی اس سلسلہ میں صرف نقلی دلیل پر اکتفا کرتے ہیں جبکہ اشاعرہ عقلی استدلال بھی پیش کرتے ہیں۔(۲) امامیہ اور معتزلہ خدا کی بصری رویت کو محال جانتے ہیں اور اس سلسلہ میں متعدد دلیلیں بیان کرتے ہیں ہم صرف ایک دلیل کو ذکر کررہے ہیں: خدا کی رویت کے سلسلہ میں آیا مرئی کل ہے یا جزء اگر کل ہوتو وجود خدا محدود ہوجائے گا اور اگر جزء ہوتو اسکا مرکب ہونا لازم آئے گا اور یہ دونوں باتیں خدا کے لئے محال ہیں۔

واضح رہے کہ شرح المقاصد کے مولف نے تمام دلیلوں پر اعتراض کیا ہے لیکن اس دلیل پر

کوئی اعتراض نہیں کیا۔(۳)

۴۔خلق اعمال وکسب

معتزلہ انسان کے افعال اختیاری کو انسان کی مخلوق سمجھتے ہیں اور تفویض کے قائل ہیں اور اشاعرہ انسان کے افعال کا خالق بھی خدا ہی کو مانتے ہیں اور جبر سے بچنے کے لئے کسب کا نظریہ پیش کرتے ہیں لیکن شیعہ ائمہ اہل بیت کی ہدایات کی روشنی میں امر بین الامرین کے قائل ہیں ماتریدیوں نے اس سلسلہ میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور ان کی گفتگو کا محور مندرجہ ذیل چار عنوانات ہیں:

(۱) کتاب التوحید، ص۷۷ و۸۵۔ (۲) شرح المواقف، ج ۸، ص ۱۲۹۔ (۳) شرح المقاصد، ج۴، ص ۱۹۶۔

۱۔عقیدۂ جبر کورد کرنا

۲۔معتزلی نظریہ کو باطل کرنا

۳۔انسان کے افعال کو خدا کی مخلوق ثابت کرنا

۴۔انسان کے اپنے افعال کے خود فاعل ہونے کو ثابت کرنا

وہ عقلی ونقلی دلائل کی روشنی میں اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ انسان اللہ کی مخلوق ہے اور اپنے افعال کا خالق ہے لہٰذا ان دونوں کے درمیان جمع کے نتیجہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسان کے افعال خدا کی مخلوق ہیں جو خود ان کے ذریعہ کسب ہوتے ہیں۔

ماتریدی نے خلق افعال پر مندرجہ ذیل آیات سے دلیل قائم کی ہے:

﴿وَاَسِرُّوا قَوْلَكُمْ اَوِاجْهَرُوا بِهِ اِنَّهُ عَلِيمٌ بِذٰاتِ الصُّدُورِ،اَلاٰيَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَاللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾(۱)

''تم اپنی باتوں کو آہستہ کہو یا بلند آواز سے خدا تو سینوں کے رازوں کو بھی جانتا ہے اور کیا پیدا

کرنے والانہیں جانتا کہ وہ لطیف بھی ہے اور خبیر بھی،،

اس کا مفہوم یہ ہے کہ خدا انسانوں کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے اس لئے کہ وہ ان کا خالق ہے:

﴿هُوَ الَّذِی یُسَیِّرُکُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ﴾(۲)

''وہ خدا ہے جو تمھیں خشکی اور سمندر میں سیر کراتا ہے،،

اسکا مطلب یہ ہے کہ بر و بحر میں انسانوں کی رفتار و گفتار کا خالق خداوند عالم ہے:

﴿وَمِنْ آیاتِهِ مَنامُکُمْ بِاللَّیْلِ وَالنَّهارِ وَابْتِغاؤُکُمْ مِنْ فَضْلِهِ﴾(۳)

یعنی راتوں میں انسانوں کا سونا اور دن میں طلب رزق کرنا خدا کی نشانیاں ہیں اور ان چیزوں

....

(۱) سورۂ ملک ،آیت ۱۳ (۱) سورۂ یونس ،آیت ۲۲. (۲) سورۂ روم ،آیت ۲۳.

کا صفات کمال الٰہی کی نشانی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ انسانوں کے افعال خدا کی مخلوق ہیں۔

اسی طرح اس نے انسان کے اپنے افعال کے فاعل ہونے پر مندرجہ ذیل آیات سے دلیل قائم کی ہے:

﴿وَافْعَلُوا الْخَیْرَ﴾(۱)''نیک کام کرو،،

﴿اِعْمَلُوا ماشِئْتُمْ﴾(۲)''جو چاہو کرو،،

﴿یُرِیهِمُ اللهُ اَعْمالَهُمْ حَسَراتٍ﴾(۳)''خدا ان سب کے اعمال کو اسی طرح حسرت بنا کر پیش کرے گا،،

﴿جَزاءً بِما کانُوا یَعْمَلُونَ﴾(۴)''یہ ان کے اعمال کی جزا ہے،،

﴿فَمَن یَّعْمَلْ مِثْقالَ ذَرَّةٍ﴾(۵)''جو ایک ذرہ بھی عمل کرے گا،،

اسکے علاوہ بہت سی دوسری آیات ہیں جو خود انسان کے اپنے افعال کا فاعل ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔(۶)

مزید یہ کہ خداوند عالم کے اوامر اور نواہی خود اس دعویٰ کی بہترین دلیل ہیں اس لئے کہ اگر انسان فاعل نہ ہوتو اس کوامر یا نہی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اسی طرح جزا وسزا بھی انسان کے فاعل ہونے پر دلالت کرتی ہے البتہ ان افعال کی نسبت خدا کی طرف اس وجہ سے ہے کہ خدا کی مخلوق ہیں اور انسان کی طرف اس وجہ سے ہے کہ انسان فاعل اور کاسِب ہے۔

ماتریدی نظریات میں کسب کی وضاحت نہیں کی گئی ہے لیکن ان کے ذریعہ انسان کو اپنے افعال کا فاعل حقیقی قرار دینے سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ وہ فعل کے انجام پانے میں انسانی قدرت کے اثر انداز ہونے کے قائل ہیں ورنہ فعل کی نسبت ان کی طرف مجازی ہوتی اور اس طرح ایک فعل میں دو قدرتیں کارفرماں

(۱) سورۂ حج ،آیت ۷۷. (۲) سورۂ فصلت ،آیت ۴۰. (۳) سورۂ بقرہ ،آیت ۱۶۷ .
(۴) سورۂ واقعہ ،آیت ۲۴ . (۵) سورۂ زلزلہ ،آیت ۷. (۶) کتاب التوحید ،ص ۲۲۵ و ۲۵۶ .

نظر آتی ہیں ایک خدا کی قدرت جو اصل خالق ہے اور دوسری انسان کی قدرت جو اسکا فاعل اور کاسب ہے اس طرح ایک اشکال پیش آتا ہے کہ فعل ایک ہوا اور فاعل دو جسکا جواب یہ ہے کہ یہ دو قدرتیں ایک دوسرے کے عرض میں نہیں ہیں بلکہ طول میں ہیں قدرت خدا کامل اور مستقل ہے اور قدرت انسان ناقص اور غیر مستقل اور یہ وہی ائمہ اہل بیت کا بتایا ہوا طریقہ امر بین الامرین ہے جسکو اشارة المرام میں بیاضی نے قبول کیا ہے اور امام محمد باقرؑ کے اس قول ﴿**لا جبر و لا تفویض بل امر بین الامرین**﴾ کے تذکرہ کہ افعال حقیقت میں انسان کے اپنے ہیں اور ان کا خالق خدا ہے میں ابوحنیفہ کا کلام ذکر کیا ہے جس میں انھوں نے کہا ہے: **کسبهم علی الحقیقة و الله خالقها. ابوحنیفہ** کا یہ قول بھی اسی نظریہ کو بیان کرتا ہے۔(۱)

امام بزودی نے بھی کتاب اصول الدین میں اسی نظریہ کی تائید کی ہے اور اس نظریہ کو جبریہ، جہمیہ ،معتزلہ اور اشاعرہ سب کی مخالفت شمار کیا۔(۲)

ماتریدی کا نظریہ خلق افعال میں امامیہ کے نظریہ امر بین الامرین سے ہماہنگ ہے۔

(۱) بحوث فی الملل والنحل ، ج۳ ، ص۴۸.

(۲) بحوث فی الملل والنحل ، ج۳ ، ص۴۸ ؛ اصول دین ، ص ۴۹ ، ۱۰۴ و ۱۰۵ .

سوالات

۱۔خداوند عالم کے صفات ازلی اور فعلی کے بارے میں عدلیہ ماتریدیہ اور اشاعرہ کا نظریہ تحریر کریں۔

۲۔صفات کے عین ذات یا زائد بر ذات ہونے کے بارے میں ماتریدی نظریہ تحریر کریں۔

۳۔کلام الٰہی کے بارے میں ماتریدی نظریہ تحریر کریں۔

۴۔رویت الٰہی کے بارے میں ماتریدی نظریہ تحریر کریں اور اس پر تنقید کریں۔

۵۔مذہب ماتریدیہ میں نظریہ کسب کی تفسیر بیان کریں۔

تینتیسواں سبق:

ماتریدی کے کلامی عقائد

گذشتہ درس میں علم کلام کے بعض اہم مسائل میں ماتریدی کے بعض نظریات کا تذکرہ ہوا اور اس درس میں پہلے ماتریدی کے تین مشہور کلامی نظریات کے بارے میں بحث کریں گے۔ اسکے بعد اس سوال پر بحث کریں گے کہ ماتریدی کو اشعری جیسی شہرت کیوں حاصل نہیں ہوئی؟

۱۔حقیقت ایمان

اس سلسلہ میں مختلف اقوال نقل کئے گئے ہیں جن میں سے بعض کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ کرّامیہ،شہادتین کے اقرار کو ایمان کہتے ہیں جہم بن صفوان اور ابوالحسن اشعری نے بھی اپنی طرف منسوب دو اقوال میں سے ایک قول میں اور بعض امامیہ نے معرفت خدا کو ایمان جانا ہے قدماء معتزلہ احکام الٰہی پر عمل کو بھی ایمان کا رکن سمجھتے ہیں۔اہل حدیث اعتقاد قلبی،اقرار زبانی اور اعمال کے مجموعہ کو ایمان جانتے ہیں۔محقق طوسی اور علامہ حلی نے تصدیق قلبی اور اقرار زبانی سے ایمان کی تفسیر کی ہے اور بہت سے شیعہ اور اشعری متکلمین نے ایمان کو صرف تصدیق قلبی قرار دیا ہے(۱) ماتریدی نے بھی اس کو قبول کیا ہے اور اسکے لئے عقلی و نقلی استدلالات پیش کئے ہیں۔(۲)

....

(۱) ارشاد الطالبین ، فاضل مقداد ، ص۴۳۸۔۴۴۲. (۲) کتاب التوحید ، ص ۳۷۳ و ۳۸۰.

۲۔گناہان کبیرہ انجام دینے والوں کا حکم

ماتریدی نے اس مسئلہ میں پہلے اسلامی فرقوں کے اختلافات کی طرف اشارہ کیا ہے مثلاً کہا ہے کہ ایک گروہ (خوارج)ان کو کافر و مشرک سمجھتا ہے اور دوسرا (حسن بصری اور ان کے تابعین) منافق کچھ لوگوں (امامیہ، مرجئہ اور اشاعرہ) کا کہنا ہے کہ وہ لوگ مومن لیکن فاسق ہیں۔جبکہ کچھ (معتزلہ) کہتے ہیں کہ ان کو مومن کا نام دینا مناسب نہیں ہے البتہ کافر بھی نہیں کہا جاسکتا۔خود ماتریدی کا نظریہ اس کے ایمان کی تفسیر کے مطابق ہے یعنی چونکہ ماتریدی کے یہاں ایمان میں اعمال کی شرط نہیں ہے لہٰذا گناہ کبیرہ انجام دینے والے کو مومن کہا جاسکتا ہے لیکن جو اعمال کے سلسلہ میں گناہگار رہا اور اگر توبہ نہ کرے وہ آخرت میں عذاب میں مبتلا ہو گا لیکن ہمیشہ کے لئے نہیں۔

۳۔متشابہات میں تفویض

متشابہات کے سلسلہ میں ماتریدی تفویض کی روش پر عمل کرتے ہیں یعنی متشابہات کے معنی پر یقین رکھتے ہیں اسکے ظاہری مدلول پر توجہ نہیں کرتے جیسا کہ تشبیہ کا رجحان رکھنے والوں کا عقیدہ ہے اوراسی طرح آیات کی تفسیر وتاویل بھی نہیں کرتے جیسا کہ معتزلہ کا طریقہ ہے مثلاً آیہ: ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی﴾ (۱) کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ خدا نے فرمایا ہے: ﴿لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ﴾ (۲) یعنی اس نے اپنے سے ہر چیز کی تشبیہ کی نفی کی ہے۔ لہٰذا اس آیت کی تفسیر میں ہمارے اوپر ضروری ہے کہ جیسا قرآن میں آیا ہے اس پر عقیدہ رکھیں اور اسکی تاویل نہ کریں۔ اس لئے کہ شاید کوئی دوسری چیز مراد لی گئی ہو اور یہ عقیدہ اس جیسی تمام متشابہ آیات میں ضروری ہے یعنی تشبیہ کی نفی کرنے کے بعد کسی خاص معنی کی طرف نسبت دیئے بغیر اس بات پر ایمان رکھنا کہ اس لفظ سے جو

---

(۱) سورۂ طه، آیت ۵. (۲) سورۂ شوری، آیت ۱۱.

مقصود پروردگار ہے وہی ہمارا عقیدہ ہے۔(۱)

اس طرح ماتریدی اشاعرہ کے ہم عقیدہ نظر آتے ہیں جیسا کہ اشاعرہ کا عقیدہ ہے کہ: (۲) وجہ رب سے مراد یہ ہے کہ خدا کا وجہ بغیر کیفیت کے ہے۔ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

﴿وَیَبْقیٰ وَجْهُ رَبِّکَ ذُوالْجَلاٰلِ وَالاِکْراٰمِ﴾ (۳)

اسی طرح خدا کا ہاتھ ہے لیکن بغیر کیفیت کے۔ جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿خلقت بیدی﴾ (۴)

بغیر کیفیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے وجہ اور ید کی خصوصیت سے ہم آگاہ نہیں ہیں اور انسان کے وجہ اور ید کی خصوصیت کو اسکی طرف نسبت دینا صحیح نہیں ہے البتہ یہ اس کی تاویل بھی نہیں کرتے اسی کا نام تفویض ہے اس کے باوجود ان دونوں مذاہب کے ماننے والوں میں تفویض کے سلسلہ میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ تاویل کے قائل ہیں جیسے ید سے مراد قدرت ہے اور وجہ سے مراد ذات وغیرہ ہے اور تمام صفات خبریہ اور متشابہات کے سلسلہ میں ان لوگوں کا یہی عقیدہ ہے مثلاً انھوں

نے استواء سے مراد غلبہ اور تسلط کو لیا ہے۔

صاحب مواقف نے کہا ہے کہ: اکثر اصحاب نے استواء کی تفسیر استیلا، غلبہ اور تسلط سے کی ہے جبکہ شیخ اشعری نے اپنے دو قولوں میں سے ایک قول میں استواء کو ایک الگ صفت قرار دیا ہے۔ لیکن اس پر دلیل قائم نہیں ہو سکی اور اسکو ثابت کرنے کے لئے ظواہر پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ استیلاء کا استعمال اس سے مانع ہے۔ اسی طرح وجہ کو بھی الگ صفت تسلیم کیا ہے جبکہ صحیح قول یہ ہے کہ استواء استیلاء کے ہی معنی میں ہے اور وجہ لغت میں ایک مخصوص عضو میں استعمال ہوتا ہے جو پروردگار کے لئے صحیح نہیں ہے لہٰذا اسکے معنا ی مجازی یعنی صفات ذاتی ہی کو مراد لینا پڑے گا۔

کیوں ماتریدی کو اشعری جیسی شہرت نہیں ملی؟

---

(۱) کتاب التوحید، ص ۷۴. (۲) الابانة، ص ۱۸.

(۳) سورۂ رحمن، آیت ۲۷. (۴) سورۂ ص، آیت ۷۵.

علمی مراتب میں اشعری سے کم نہ ہونے کے باوجود ماتریدی کو وہ شہرت حاصل نہ ہو سکی جو اشعری کو ملی؟ اسکے بہت سے اسباب ہیں:

۱۔ اشعری نے بغداد میں معتزلہ کی مخالفت شروع کی جو ان کا مرکز تھا لہٰذا ان کو زیادہ شہرت ملی جبکہ ماتریدی وہاں سے میلوں دور تھا۔

۲۔ ماتریدی اپنے کو صرف حنفی مذہب کا تابع قرار دیتا تھا جبکہ اشعری شافعی مذہب کے تابع ہونے کے باوجود اس پر مصر نہیں تھا بلکہ تمام اہل سنت کو حق سمجھتا تھا۔

۳۔ ماتریدی کی روش زیادہ عقلی تھی لہٰذا اہل حدیث اور تمام اہل سنت کی توجہ کا مرکز نہ بن سکی۔

سوالات

۱۔حقیقت ایمان کے بارے میں ماتریدی نظریہ دوسرے مذاہب کے نظریات کے ساتھ تحریر کریں۔

۲۔مرتکبان کبائر کے بارے میں ماتریدی نظریہ تحریر کریں۔

۳۔صفات خبریہ کے بارے میں ماتریدی روش کو تحریر کریں۔

۴۔صفات خبریہ کے بارے میں ماتریدی نظریہ تحریر کریں۔

۵۔صفات خدا کے بارے میں متشابہ آیات میں صاحب مواقف کا کلام تحریر کریں۔

چونتیسواں سبق:

مشہور ماتریدی متکلمین

اس درس میں پہلے چند مشہور ماتریدی متکلمین کے بارے میں بیان کریں گے اس کے بعد مذہب طحاویہ پر مختصر نظر ڈالیں گے۔

۱۔ابوالیسر محمد بزودی (۴۳۱ھ سے ۴۹۳ھ تک)اصول الدین نامی کتاب کے مولف تھے۔

جو ۱۳۸۳ھ میں مصر میں شائع ہوئی۔

جس کے مقدمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک محقق اور جستجو گر طبیعت کے مالک تھے معتزلہ اشاعرہ اور فلاسفہ کے نظریات سے واقف تھے اصول الدین کے علاوہ کچھ دوسری کتابیں بھی تالیف کی ہیں جیسے:۱. **تعليقة على كتاب الجامع الصغير ۲. الواقعات ۳. المسبوط فى بعض الفروع**(۱)

۲۔میمون بن محمد نسفی (۴۱۸ھ سے ۵۰۸ھ تک) ان کی کنیت ابوالمعین تھی اور ان کی اہمیت ماتریدیوں میں وہی ہے جو اشاعرہ میں باقلانی کی ہے۔علم کلام میں ان کی کتاب **تبصرة الادلة** ماتریدی کی کتاب **التــوحيــد** کے بعد دوسرا علمی ماخذ ہے اور کہا جاتا ہے کہ اہل سنت کے مدارس میں رائج ابو حفص کی کتاب **العقائد النسفيه، تبصرة الادله** کی فہرست کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔(۲)

....

(۱) بحوث فى الملل والنحل ،ج۳ ،ص۵٦. (۲) كشف الظنون ،حاجى خليفه ،ج ۱ ، ص۳۳۷.

۳۔عمر بن محمد نسفی (۴٦۰ھ سے ۵۳۷ھ تک) ان کی کنیت ابوحفص، لقب نجم الدین ہے۔ علم کلام میں ان کی کتاب **العـقـائـد النسفيـه** ہے جو اہل سنت کے مدارس میں نصاب کے طور پر رائج ہے اسکی بہت سی شرحیں اور حواشی ہیں جن میں، سعدالدین تفتازانی کی شرح زیادہ مشہور ہے۔اسکے علاوہ سمرقند کی تاریخ کے بارے میں ایک اور کتاب لکھی ہے جس کا خطی نسخہ روس کے کتابخانہ میں موجود ہیں۔عبدالحکیم تاجر نے **قند يه** نام سے اس کا خلاصہ کیا ہے۔

۴۔علامہ ابن ابی العز حنفی (۷۳۱ھ سے ۷۹۲ھ تک) کتاب **العـقـيـدة الـطـحـاوية** کے شارح ہیں اور یہ شرح اہل سنت خصوصا حنفیوں کے اہم مصادر میں شمار ہوتی ہے۔

۵۔محمد بن عبدالواحد (۷۹۱ھ سے ۸۱٦ھ تک) ان کی کنیت ابن الہمام، لقب کمال الدین ہے۔کلام وفقہ میں بہت سی کتابیں تحریر کیں ہیں جن میں سے **الـمسايرة فى العقايد المنجية فى الآخرة** یہ کتاب علم کلام میں ہے۔محمد محی الدین عبدالحمید نے اسکی شرح کی ہے جو مصر میں چھپی ہے۔

ان کی دوسری کتابیں فقہ حنفی میں فتح القدیر (۸جلد) اوراصول فقہ میں التحریر وغیرہ ہیں۔

۶۔کمال الدین بیاضی گیارہویں صدی کے متکلمین میں سے ہیں اشارات المرام من عبارات الامام نامی کتاب کے مولف ہیں جو ماتریدیوں کا تیسرا اہم مآخذ شمار ہوتی ہے۔

۷۔علی بن سلطان محمد معروفی مکی معروف بہ ملاعلی قاری، ابوحنیفہ کی کتاب فقه اکبر کے شارح ہیں۔ان کی کتاب بھی ماتریدیہ کے کلامی مصادر میں شمار ہوتی ہے یہ پہلی بار دہلی میں مطبع مجتبی دہلوی میں طبع ہوئی۔

۸۔حافظ محمد عبدالعزیز فرہادی (متوفی ۱۲۳۹ھ) النبراس نامی کتاب کے مولف ہیں۔ یہ العقائد النسفیه کی شرح ہے۔ یہ پہلی بار ۱۳۱۸ھ میں پاکستان میں شائع ہوئی ہے۔

۹۔حسین بن محمد طرابلسی (متوفی ۱۳۲۷ھ) الحصون الحميدیةللمحافظة علی العقائد الاسلامیة نامی کتاب کے مولف ہیں۔ یہ کتاب بلوچستان کے مدارس میں رائج ہے۔

۱۰۔شیخ محمد زاہد کوثری مصری یہ چودھویں صدی کے ماتریدی متکلمین میں سے ہیں اور اسلامی ثقافت کی نشرواشاعت نیز وہابیوں کی مخالفت میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں اور اپنی تحقیقات میں عقل کو اہمیت دی ہے اور اہل سنت کی احادیث کے سلسلہ میں احتیاط سے کام لیا ہے اسی لئے اہل حدیث کی ناراضگی کا شکار رہے ہیں۔

مذہب طحاویہ پر ایک نظر

جیسا کہ ذکر ہو چکا اہل سنت کے عقائد میں اصلاح کی تحریک تین افراد کے ذریعہ شروع ہوئی جن میں ایک احمد بن محمد بن سلامۃ الازدی الحجری ابوجعفر طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) علم حدیث فقہ سے دلچسپی رکھتے تھے اپنے زمانہ کے بزرگ فقہاء ومحدثین میں سے تھے شروع میں ابوحنیفہ کے تابع تھے لیکن بعد میں شافعی کی انتقادی روش کی بنیاد پر ان کی طرف مائل ہو گئے۔(۱)

ان کی بہت سی کتابیں ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں: ۱. شرح معانی الآثار، ۲. شرح مشکل احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۳. احکام القرآن، ۴. اختلاف الفقہاء، ۵. النوادر الفقهية، ۶. الشروط الکبیر، ۷. الشروط الاوسط، ۸. شرح الجامع الصغیر، ۹. شرح الجامع الکبیر، ۱۰. المختصر الصغیر، ۱۱. المختصر الکبیر، ۱۲. مناقب ابی حنیفه، ۱۳. تاریخ الکبیر، ۱۴. الرد علی کتاب المدلسین، ۱۵. کتاب الفرائض، ۱۶. کتاب الوصایا، ۱۷. حکم اراضی مکة، ۱۸. کتاب العقیدة. (۲)

طحاوی نے علم کلام میں تین رسالہ لکھے ہیں جو بیان السنة والجماعة کے نام سے جانے جاتے ہیں انہوں نے ان کے شروع میں لکھا ہے کہ اس رسالہ میں اہل سنت کے عقائد ابوحنیفہ، ابو یوسف اور

....

(۱) تاریخ فلسفه در جهان اسلامی، ج ۱، ص ۳۴۷. (۲) فهرست ابن ندیم، ص ۲۹۲.

محمد شیبانی کے نظریات کے مطابق ہیں۔ طحاوی اور ماتریدی کے درمیان اختلافات کی وجہ واضح ہے اس لئے کہ طحاوی ایمان کے سلسلہ میں عقلی اور فکری بحث و گفتگو کا قائل نہیں تھا لہٰذا خلاصةً یہ کہا جا سکتا ہے کہ علم کلام میں طحاوی نے کوئی نیا مذہب قائم نہیں کیا بلکہ امانت داری کے ساتھ اپنے استاد کے نظریات کی تلخیص کی ہے لہٰذا طحاوی نئے مذہب کا بانی نہ ہو کر صرف ابوحنیفہ کے نظریات کو شفاف صورت میں بیان کرنے والا قرار پایا علم کلام میں اس کی اہمیت کو العقائد النسفیه پر متعدد تقریظات سے سمجھا جا سکتا ہے۔(۱)

سوالات

۱۔ ابوالیسر بزودی کون تھے؟ ان کے علمی آثار ذکر کریں۔

۲۔ ابومعین نسفی کون تھے؟ ان کے کلامی آثار تحریر کریں۔

۳۔ابوحفص نسفی کون تھے؟ان کی کلامی کتاب کا نام کیا تھااور اس کی کیا اہمیت ہے۔

۴۔ابن الہمام کون تھے؟ان کی کتابوں کے نام لکھیں۔

۵۔**اشارات المرام** کے مؤلف کون ہیں؟ ماتریدی مذہب میں ان کی کیا اہمیت ہے؟

۶۔**النبراس ، شرح فقه اکبر ، شرح العقیدة الطحاویه والحصون الحمیدیه** کے مؤلف کا نام لکھیں اور ماتریدیوں میں ان کتابوں کی اہمیت پر روشنی ڈالیں۔

۷۔شیخ محمد زاہد کوثری کون ہیں؟ان کے ساتھ وہابیوں کے برتاؤ کو بیان کریں۔

۸۔مذہب طحاویہ پر مختصر روشنی ڈالیں۔

---

(۱) تاریخ فلسفه در اسلام ،ص۳۴۸ ،۳۴۹ ،۳۶۰ ،۳۶۱.

چوتھی فصل

بعض دوسرے اسلامی فرقے

پینتیسواں سبق:

فرقہ قدریہ

موضوع بحث، عقیدہ اور مقصد

اس فرقہ کی بحث کا محور انسان کے افعال اختیاری ہیں خصوصاً انسان کے افعال ان کی نظر میں

قدر الٰہی کا نظریہ انسان کے مختار اور صاحب ارادہ ہونے سے مطابقت نہیں رکھتا ہے یعنی اگر خداوند عالم انسانوں کے اختیاری افعال پہلے سے مقدر کردے تو پھر ان کے انجام دینے پر جزا یا سزا مناسب نہ ہوگی اور اس صورت میں انسانوں کے افعال کی ذمہ داری خداوند عالم پر عائد ہوگی جو اسکے منزہ ہونے کے منافی ہے۔اس بیان سے تین باتیں سمجھ میں آتی ہیں:

الف: قدریہ کی بحث انسان کے افعال اختیاری اور قدر الٰہی کے بارے میں ہے۔

ب: ان کا عقیدہ ہے کہ انسان کے افعال اختیاری قدر الٰہی کے دائرے سے باہر ہیں۔

ج: ان کا مقصد انسان کے اختیار اور عدل الٰہی کا دفاع کرنا ہے۔

قدریہ کی ابتدا اور ان کے رہبر

یہ ایک قدیم ترین اسلامی فرقہ ہے ان کے وجود میں آنے کی صحیح تاریخ معلوم نہیں ہے لیکن اتنا مسلم ہے کہ یہ لوگ پہلی صدی کے دوسرے نصف حصہ میں پہچانے گئے۔ملل ونحل کے مولفین نے معبد جہنی کو اس فرقہ کا سب سے پہلا فعال رہبر قرار دیا ہے۔

اسکی تاریخ وفات ۸۰ھ ہے جو عبدالملک ابن مروان یا حجاج کے حکم سے قتل کیا گیا۔ان کا دوسرا رہبر غیلان دمشقی ہے جو ۱۱۲ھ میں ہشام بن عبدالملک کے ہاتھوں مارا گیا۔اور تیسرا رہبر جعد بن درہم ہے جو ۱۲۴ھ میں خالد بن عبداللہ قسری کے ہاتھوں قتل ہوا۔

اس سلسلہ میں بغدادی نے لکھا ہے:

ثم حدث فی زمان المتأخرین من الصحابة خلاف القدریة فی القدر والاستطاعة من معبد الجهنی وغیلان الدمشقی والجعد بن درهم ...(۱)

''صحابہ کے آخری دور میں معبد جہنی، غیلان دمشقی اور جعد بن درہم وغیرہ کے ذریعہ قدر الٰہی اور استطاعت انسان کے بارے میں قدریہ کا اختلاف ظاہر ہوا۔''

شہرستانی نے بھی اس فرقہ کی ابتدا اصحابہ کے آخری دور میں قرار دی ہے اور اس فرقہ کے بانی معبد جہنی وغیلان دمشقی اور یونس اسواری کوقرار دیا ہے۔(۲)

احتجاج طبرسی کے مطابق حسن بصری بھی اس فکر کے حاملوں میں سے تھے اس لئے کہ روایت میں ہے کہ حسن بصری امام محمد باقرؑ سے ملاقات کے لئے آئے تو امامؑ نے ان سے فرمایا: میں نے سنا ہے کہ تمہارا عقیدہ ہے کہ خدا نے بندوں کے افعال ان کے حوالہ کردیئے ہیں۔ اس کے بعد امامؑ نے حسن بصری کو اس عقیدہ سے منع کیا اور فرمایا: ﴿**ایاک ان تقول بالتفویض ...**﴾ (۳) حسن بصری نے خاموش رہ کر گویا اس بات کا اعتراف کیا کہ وہ اس عقیدہ کو مانتے تھے۔ سید مرتضی نے بھی حسن بصری کا یہ قول نقل کیا ہے: **کل شیء بقضاء اللہ وقدرہ الا المعاصی.** (۴)

''گناہ کے علاوہ ہر چیز قضا وقدر الٰہی کے مطابق ہے۔''

....

(۱) الفرق بین الفرق، ص ۱۸ و ۱۹.
(۲) الملل والنحل، ج ۱، ص ۳۰.
(۳) الاحتجاج، ص ۳۲۶.
(۴) امالی السید المرتضی، ج ۱، ص ۱۰۶.

قدریہ اور بنی امیہ

بنی امیہ ہمیشہ سے اس فرقہ کے شدید مخالف رہے اس لئے کہ انسانی افعال کو قضاء وقدر الٰہی کے دائرے میں لے جا کر اس کے مجبور ہونے پر تاکید کرتے تھے۔ معاویہ بن ابی سفیان نے ڈرا دھمکا کر یزید کی بیعت لی اور جب عائشہ نے مخالفت کی تو اس نے کہا: **انّ امر یزید قضاء من القضاء.** (۱)

''یزید کی حکومت قضائے الٰہی ہے۔''

اسی طرح دوسرے اموی حکام میں بھی اس عقیدہ کی شدید مخالفت قائم رہی۔(۲)

قدریہ کیا صحیح اور کیا غلط؟

عقیدہ جبر کی مخالفت ،اختیار انسان اور عدل الٰہی کی حمایت میں قدریہ حق بجانب تھے لیکن جو روش انھوں نے اختیار کی تھی وہ غلط تھی یعنی ان کا انسان کے افعال میں قدر الٰہی کا بالکل سے انکار کرنا غلط تھا اس لئے کہ ان کے اس عقیدہ کا لازمہ یہ تھا کہ انسان اپنے اختیاری افعال میں قدرت الٰہی سے بے نیاز اور مستقل ہے جو توحید در خالقیت اور ربوبیت کے منافی ہے۔ائمہ اہل بیتؑ نے اس عقیدہ کو ناپسند کیا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں روایات اس طرح ہیں:

۱۔شیخ صدوق نے ثواب الاعمال میں مولائے کائناتؑ سے روایت کی ہے:

﴿لکل امة مجوس ومجوس هذه الامة الذین یقولون لاقدر﴾(۳)

''ہر امت میں کوئی نہ کوئی مجوسی ہوتا اور اس امت کے مجوسی وہ ہیں جو قضاء وقدر کے منکر ہیں۔''

۲۔امام محمد باقرؑ نے حسن بصری سے فرمایا:

(۱) الامامۃوالسیاسۃ، ج ۱، ص۵۸ و ۱۶۱. (۲) المغنی، قاضی عبد الجبار، ج ۸، ص ۴.

(۳) بحار الانوار، ج ۵، ص ۱۲۰، روایت ۵۸.

﴿ایاک ان تقول بالتفویض فان اللّٰہ عزوجل لم یُفوِّض الامر الی خلقه وهناً منه وضعفاً...﴾(۱)

''تفویض سے بچو۔خداوند عالم اپنے امور مخلوق کے حوالہ نہیں کرتا اس سے اسکی کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔''

۳۔امام رضاؑ سے روایت ہے:

﴿مساکین القدریة ارادوا ان یصفوا اللّٰہ عزوجل بعدله فاخرجوه من قدرته وسلطانه.﴾(۲)

اس بحث کے آخر میں چند نکات کا تذکرہ ضروری ہے:

۱۔مکتب اہل بیتؑ میں جبر وتفویض دونوں غلط ہیں اور صحیح عقیدہ اختیار کا ہے جسکی تفسیر امر بین الامرین سے کی گئی ہے۔

۲۔اہل بیتؑ کی نظر میں خداوند عالم کی قدرت اور اسکی خالقیت کا مطلب یہ نہیں نکلتا کہ انسان کے برے افعال بھی اسکی طرف منسوب ہو جائیں اس لئے کہ قدر اور مشیت تکوینی اور تشریعی میں فرق ہے۔

۳۔مکتب اہل بیتؑ میں قدریہ کو بھی مجوس سے تشبیہ دی گئی ہے اور جبر کا عقیدہ رکھنے والوں کو بھی۔

۴۔قدریہ بنی امیہ سے مخاصمانہ روش کی بناء پر باقی نہ رہ سکے لیکن قدر کے بارے میں ان کا عقیدہ معتزلہ کے ذریعہ باقی رہا۔

---

(۱) الاحتجاج ،ص ۳۲۶.   (۲) بحارالانوار ،ج۵ ،ص ۵۴.

سوالات

۱۔قدریہ کا عقیدہ اور ان کا مقصد بیان کریں۔

۲۔قدریہ کی ابتدا کب سے ہوئی اور اسکے رہبر کون تھے؟

۳۔قدریہ اور بنی امیہ میں کیسے روابط تھے؟

۴۔قدریہ فرقہ میں کیا صحیح ہے اور کیا غلط؟

۵۔جبر و اختیار اور تفویض کے بارے میں اہل بیتؑ کا موقف بیان کیجئے۔

چھتیسواں سبق:

معتزلی مذہب کی ابتدا اور اس کا بانی

یہ مذہب دوسری صدی کے آغاز میں واصل بن عطا کے ذریعہ قائم ہوا۔اس زمانہ میں گناہ کا ارتکاب اور اسکے دنیوی واخروی عذاب کا مسئلہ زیر بحث تھا۔خوارج گنہگار کو کافر ومشرک سمجھتے تھے جبکہ

اکثر مسلمان کو گنہگار مومن کو فاسق سمجھتے تھے۔ حسن بصری ایسے شخص کو منافق تصور کرتا تھا۔ ایسے حالات میں واصل بن عطاء جو حسن بصری کا شاگرد تھا اپنے استاد کے راستہ سے ہٹ گیا اور ایک نئے نظریہ کی بنیاد رکھی۔ اسکا کہنا تھا ایمان مدح کا نام ہے اور فسق مذمت کا۔ لہٰذا فاسق کو مومن نہیں کہا جا سکتا لیکن چونکہ وہ توحید پروردگار کا قائل ہے لہٰذا کافر بھی نہیں کہہ سکتے اگر چہ میدان محشر میں افراد کو صرف دو گرہوں میں ہی تقسیم کیا جائے گا لہٰذا اگر یہ لوگ بغیر توبہ کے دنیا سے چلے جائیں تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے۔ اس نظریہ کو منزلة بين المنزلتين کے نام سے بھی شہرت حاصل ہے۔(۱)

معتزلہ کی وجہ تسمیہ

اس گروہ کو حسن بصری کے درس سے الگ ہو جانے کی بناء پر معتزلہ کا نام دیا گیا اگر چہ اس سلسلہ میں بعض دوسری وجوہات بھی ذکر کی جاتی ہیں جن کا تذکرہ بے فائدہ ہے۔(۲)

....

(۱) امالی سید مرتضی ،ج ۱ ،ص ۱۱۵ . (۲) ملل ونحل ،جعفر سبحانی ،ج ۳ ،ص ۱۵۵ و ۱۶۳ .

قابل ذکر بات یہ ہے کہ شیخ مفیدؒ نے فرمایا ہے کہ یہ نام اس سے پہلے کسی اور کے لئے استعمال نہیں ہوا جبکہ تیسری صدی کے شیعہ عالم حسن بن نوبختی نے صراحت کی ہے کہ سب سے پہلے یہ لقب ان لوگوں کو دیا گیا جنھوں نے قتل عثمان کے بعد مولائے کائناتؑ کی بیعت تو کی لیکن جنگوں میں آپ کا ساتھ نہیں دیا ان دونوں اقوال کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ شیخ مفیدؒ کی مراد اعتزال کلامی ہے اور حسن بن نوبختی کی مراد اعتزال سیاسی۔ واصل بن عطاء دونوں طرح کے اعتزال کا قائل تھا۔

معتزلہ کی فکری روش

معتزلہ آیات قرآن کی تفسیر میں عقل سے استفادہ کے قائل ہیں اور اس طرح اگر عقلی استدلالات ظواہر دینی کے مخالف ہوں تو ظواہر کی تاویل کرتے ہیں۔ اسلامی فلاسفہ نے بھی یہی انداز

اختیار کیا ہے لیکن معتزلہ جدلی روش سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور فلاسفہ برہانی طرز تفکر سے۔

اس سلسلہ میں علامہ اقبال لاہوری احمد امین مصری اور محقق لاہیجی نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

علامہ اقبال کہتے ہیں:

''دوسری صدی کی ابتدا میں حسن بصری کے شاگرد واصل بن عطا نے مکتب معتزلہ کی بنیاد ڈالی جو عقل گرائی پر مبنی تھا معتزلی علماء نے جدل اور مناظرہ کے ذریعہ توحید کو ثابت کیا اور یہ دوسرے ظاہر پرست مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کا ایک امتیاز تھا۔''(۱)

احمد امین مصری کا بیان ہے:

''انھوں نے دوسرے مسلمانوں کی طرح متشابہات کے سلسلہ میں صرف اجمالی ایمان پر اکتفا نہیں کی اور ایک موضوع کی آیات جو بظاہر ایک دوسرے سے مختلف نظر آتی تھیں ان کو جمع کرنے

---

(۱) سیر فلسفه در ایران ،ص ۴۴ و ۴۵.

کی کوشش کی جیسے آیات جبر واختیار، آیات تجسیم وتنزیہ۔ ان لوگوں نے عقل کو حاکم قرار دیا جس کے نتیجہ میں ہر مسئلہ میں اہل نظر قرار پائے۔ اس کے بعد اپنے نظریہ کی مخالف آیات کی تاویل کرلی غرض کہ تاویل کو معتزلی علماء کا سب سے نمایاں کارنامہ بلکہ سلف کے مقابلہ میں ان کے لئے وجہ امتیاز قرار دیا جاسکتا ہے ان کے عقل کی طرف مائل ہونے پر مؤثر چیزوں میں سے ایک اہم چیز اہل کتاب اور یہودیوں سے ان کے مناظرے تھے جن میں کتاب وسنت سے بحث نہیں کی جاسکتی تھی بلکہ ایسی باتیں بیان ہونا چاہئے تھیں جن کو تمام لوگوں کی عقلیں تسلیم کرتی ہوں اسی لئے ان لوگوں نے فلسفی روش (عقلی طرز تفکر) کو اپنایا۔''(۱)

محقق لاہیجی کہتے ہیں: ''اس جماعت نے عقلی نظریات کو معیار بنایا اور اس کے خلاف آیات واحادیث کی عقلی قوانین کے ذریعہ تاویل کی۔''(۲)

جس سے اتنا بہرحال طے ہو جاتا ہے کہ معتزلہ کا فکری طریقہ کار عقل گرائی اور تاویل تھا۔

بصرہ اور بغداد کے معتزلہ

بصرہ کے متکلمین حقیقت میں مکتب اعتزال کے بانی تصور کئے جاتے ہیں جن میں سرفہرست واصل بن عطا (متوفی ۱۳۱ھ) عمر بن عبید (متوفی ۱۴۳ھ)، ابوالہذیل علاف (متوفی ۲۳۵ھ) اور ابراہیم بن نظام (متوفی ۲۳۱ھ) وغیرہ تھے۔

اسکے علاوہ دوسری صدی کے آخر میں بغداد میں بھی اسی کی ایک فرع کا ظہور ہوا جسکا بانی بشر بن معتمر متوفی (۲۱۰ھ) ہے کے علاوہ ثمامۃ بن اشرس۔ جعفر بن مبشر وغیرہ کو بغداد کے مشہور معتزلیوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔(۳)

بصرہ اور بغداد دونوں کے معتزلہ اپنے اصول اور روش میں ایک دوسرے کے ساتھ موافقت رکھتے تھے۔

(۱) ضحی الاسلام، ج۳، ص۱۵ و ۱۷۔ (۲) گوهر مراد، وزارت فرهنگ وارشاد اسلامی، ص۴۶.

(۳) بحوث فی الملل والنحل، ج۳، ص ۲۵۰ و ۲۵۵.

اگرچہ جزئی مسائل میں کچھ اختلافات تھے بغداد کے معتزلہ عموماً شیعوں کے اصول اعتقادات سے مطابقت رکھتے تھے جسکی بعض مثالیں شیخ مفیدؒ نے اپنی کتاب اوائل المقالات میں پیش کی ہیں۔

سوالات

۱۔معتزلہ کی تاریخ ابتدا تحریر کیجئے اور بتایئے کہ معتزلہ کے بانی کون تھے؟
۲۔معتزلہ کو معتزلہ کیوں کہتے ہیں؟ اور اس اصطلاح کے بارے میں دو نظریہ تحریر کیجئے۔
۳۔معتزلہ کی فکری روش ذکر کیجئے۔
۴۔بصرہ اور بغداد کے معتزلہ سے کیا مراد ہے؟ ان میں کیا فرق ہے؟ دونوں کے تین تین متکلمین کے نام لکھے۔

سینتیسواں سبق:

مذہب معتزلہ کے اصول

ابوالحسین خیاط جو معتزلی مذہب کے بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں ان کا کہنا ہے:

الاعتـزال قائم علی اصول خمسة عامة من اعتقد به جمیعاً کان معتزلیاً و هی التـوحیـد والعـدل والـوعـد والـوعیـد والـمنزلة بین المنزلتین والامر بالمعروف والنهی عن المنکر.(۱)

''اعتزال پانچ اصول پر قائم ہے جوان پانچوں کا عقیدہ رکھے اسے معتزلی کہا جائے گا: توحید، عدل، وعد و وعید، المنزلۃ بین المنزلتین، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر''۔

قاضی عبدالجبار معتزلی نے انہیں اصول خمسہ کی بنیاد پر شرح الاصول الخمسہ نام کی کتاب تالیف کی ہے۔

مذکورہ اصول میں سے شروع کے دو اصول ایمان اور اعتقاد سے مربوط ہیں باقی تین مذہب معتزلہ کی پہچان ہیں۔(۲)

اصول خمسہ کی مختصر تشریح:

(۱) الانتصار، ص ۵. (۲) آشنائی با علوم اسلامی، ج ۲، ص ۲۵ و ۲۴

۱۔اصل توحید

توحید کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

الف۔توحید ذاتی: خداوند عالم کا کوئی شریک اور مثل نہیں ہے وہ بسیط الذات اور احدیُّ المعنی ہے اور یہ دونوں باتیں امیرالمومنین حضرت علیؑ کے کلام میں بیان ہوئی:

﴿هو واحد لیس له فی الاشیاء شبه وانه عزوجل احدالمعنی...﴾(۱)

ب۔توحید صفاتی: صفات الٰہی مفہوم کے اعتبار سے متعدد ہیں لیکن مصداق کے اعتبار سے ایک ہیں اور ان میں کثرت وتعدد کا گذر نہیں۔

ج۔توحید افعالی: عالم تخلیق میں تمام افعال خداوند عالم کی قوت وقدرت سے ہیں اور کوئی بھی

فاعل مستقل طور پر اس میں اثر انداز نہیں ہے۔

د۔توحید درعبادت: خدا کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہیں ہونا چاہیئے۔

ان تمام اقسام میں معتزلہ کی نظر میں زیادہ قابل توجہ توحید صفاتی ہے کہ یہ لوگ ہر طرح کی صفت زائد کی نفی کرتے ہیں اور اسکے مخالفین کو صفاتیه کے نام سے یاد کرتے ہیں۔شیخ مفیدؒ نے صفات کے عین ذات ہونے کے سلسلہ میں شیعوں کا نظریہ نقل کرنے کے بعد بیان کیا ہے کہ معتزلہ کا بھی بعینہ یہی عقیدہ ہے سوائے ابو ہاشم جبائی کے، جو نظریہ حال کا قائل ہے۔اس نظریہ کا مطلب ہے کہ صفات نہ موجود ہیں اور نہ معدوم۔البتہ اس نظریہ کا صحیح نہ ہونا علم کلام کی کتابوں میں ثابت کیا جا چکا ہے۔

۲۔اصل عدل

عدل کے صفت فعلی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ اصل اختلاف اس بات میں ہے کہ عدل کے معنی کیا ہیں اور کیا عدل کا معیار پہلے سے روشن تھا اور اسکے مطابق پروردگار کو عادل کہا گیا یا

(۱) توحید صدوق ،باب ۳ ،روایت ۳.

پروردگار کے افعال کو عدالت سے تعبیر کیا گیا؟ معتزلی پہلے نظریہ کے طرفدار ہیں اور اشاعرہ دوسرے نظریہ کے۔

۳۔وعدووعید

قاعدہ لطف کے مصادیق میں سے ایک مصداق وعدووعید کا وجوب ہے۔وعدہ کو وفا کرنا عقل ونقل دونوں کے اعتبار سے واجب ہے اور اسکو تمام قائلین حسن وقبح عقلی قبول کرتے ہیں لیکن معتزلہ کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ وعدہ کی طرح وعید کو وفا کرنا بھی واجب ہے اکثریت کے مقابلہ میں جو لوگ وعید کی وفا کو واجب نہیں جانتے ان کو تفضیلیه کہا جاتا ہے۔

وعیدیه کی نظر میں جو بھی بغیر توبہ کے دنیا سے اٹھ جائے وہ یقیناً عذاب میں مبتلا ہوگا۔

معتزلہ کی اکثریت کا یہ نظریہ مرجئہ کے نظریہ سے بالکل متضاد ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے عفو و بخشش تمام گناہ گاروں کے شامل حال ہوگی۔

۴۔المنزلۃ بین المنزلتین

یہ اصل گناہ کبیرہ کرنے والوں سے مربوط ہے اور اسی کی بنیاد پر مذہب اعتزال وجود میں آیا لہٰذا اس اصل کو ماننے کی وجہ سے شیخ مفیدؒ کی نظر میں کسی کو بھی معتزلہ کہا جاسکتا ہے چاہے وہ دوسرے نظریات میں دوسرے مذاہب کا ماننے والا ہو۔مرتکبین کبائر کے بارے میں دو نظریے ہیں: ایک یہ کہ وہ مومن ہیں یا نہیں۔دوسرے یہ کہ آخرت میں ان کا کیا حال ہوگا۔

معتزلہ آخرت میں عذاب الٰہی کو گناہگاروں کے لئے حتمی جانتے ہیں۔اس کے علاوہ ایسے افراد کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب کے بھی قائل ہیں۔

۵۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ضروریات دین میں ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اختلاف اس بات میں ہے کہ یہ دونوں کیسے اور کن شرائط کے ساتھ واجب ہیں خوارج اس کے وجوب کے لئے کسی شرط کو ضروری نہیں سمجھتے۔معتزلہ اس فریضۂ دینی کے لئے بہت اہتمام کے قائل ہیں خاص طور پر زنادقہ اور ملحدین کے خلاف۔شیعہ مذہب میں بھی اس فریضہ کی بڑی اہمیت ہے جیسا کہ شیعوں کی کتابوں میں اس سلسلہ میں تفصیلی مباحث موجود ہیں۔

سوالات

۱۔ مذہب معتزلہ کے اصول بیان کریں۔
۲۔توحید کے اقسام بیان کیجئے اور بتائے کہ معتزلہ کی نظر میں کون سی قسم زیادہ اہم ہے؟
۳۔توحید صفاتی کے بارے میں معتزلی عقیدہ تحریر کریں۔
۴۔عدل الٰہی کے بارے میں معتزلی نظریہ تحریر کریں۔
۵۔وعد و وعید کے بارے میں معتزلہ کا کیا نظریہ ہے بیان کریں۔
۶۔معتزلہ کے یہاں منزلہ بین المنزلتین سے مراد کیا ہے؟
۷۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں معتزلہ اور دیگر مذاہب کے نظریات تحریر کریں۔

اڑتیسواں سبق:

مذہب معتزلہ میں تاریخی انقلاب

الف۔ بنی امیہ کا دور

عقیدہ جبر کی طرفداری کی وجہ سے بنی امیہ انسان کے صاحب ارادہ اوراختیار ہونے کے شدید مخالف تھے اس بنیاد پر انھوں نے بہت سے قدریہ کوقتل بھی کیا۔معتزلہ اگرچہ ارادہ کی آزادی کے طرفدار تھےلیکن اس دور میں نرم رویہ اختیار کئے تھےاوراسی بناپران کےنظریات کی ترویج کے لئے بہتر حالات فراہم تھے ہشام بن عبدالملک کی موت کے بعدان کےاقتدار میں زوال آناشروع ہوگیا اور ۱۲۵ھ سے ۱۲۷ھ تک تین حکام اقتدار کی کرسی پر قابض ہوئے اور ۱۲۵ھ سے ۱۳۲ھ تک مروان حمار کے زمانہ میں بنی امیہ کے خلاف بغاوت نے زور پکڑلیا اورآخرکار یہ حکومت عباسیوں کے ذریعہ ختم ہوگئی۔(۱)ان حالات سےتمام اسلامی متفکرین نے فائدہ اٹھایا چنانچہ معتزلہ نے بھی دنیاکےمختلف علاقوں میں اپنےنظریات کی نشرواشاعت کی اس دورمیں اس مذہب کا رہبرخود اسکا بانی واصل بن عطا تھاجو ۱۳۱ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوااور پھراس کے بعد ۱۴۳ھ تک عمروبن عبید نےمعتزلہ کی قیادت کی۔

(۱) تاریخ الخلفاء ،سیوطی ،ص ۲۵۰ و۲۵۵.

ب۔ بنی عباس کا دور

اس عہد میں معتزلہ نے چارادوار کاسامنا کیا:

۱۔ ۱۳۲ھ سے ۱۹۸ھ تک، مامون سے پہلے

۲۔ ۱۹۸ھ سے ۲۳۲ھ تک، مامون سے واثق تک

۳۔ ۲۳۲ھ سے ۳۰۰ھ تک، متوکل اوراسکے بعد کے حکام کا دور

۴۔اشاعرہ کےظہور کے بعد

پہلے دور میں سفاح اور منصور کے دورحکومت میں معتزلہ نہ بنی عباس کے دشمن تھے اور نہ

دوست ۔کبھی کبھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے تحت ان کے مظالم پر روک ٹوک کرتے تھے لیکن اس کے خلاف قیام کرنے سے پرہیز کرتے تھے۔

مہدی عباسی کے دور میں معتزلہ کو بہتر حالات مہیا ہو گئے اور ملحدین کے خلاف فعالیت کے لئے حکومت کو متکلمین کا سہارا لینا پڑا۔لیکن اس دور کے اختتام پر ہارون رشید کے دور میں معتزلہ کی مخالفت ہوئی اور ان کے پسندیدہ موضوع یعنی مناظروں پر پابندی لگا دی گئی اس دور میں فلسفی کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا اور علماء معتزلہ فلسفی نظریات سے آگاہ ہوئے۔

معتزلہ کے اقتدار کا دور

دوسرے دور میں معتزلہ کو حکومت کی حمایت حاصل ہوگئی اور ان کے عقائد کو حکومت کے رسمی عقائد میں شامل کرلیا گیا اور ان کو اپنے عقائد کی نشر واشاعت کی کھلی اجازت مل گئی لہٰذا ان لوگوں نے اپنے عقیدہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے نتیجہ میں اپنے مخالفین اہل حدیث اور حنابلہ کے خلاف کھل کر کاروائی کی۔

خلق قرآن کا مسئلہ اس وقت کے اہم ترین اختلافی مسائل میں سے تھا یہاں تک کہ اسکے نتیجہ میں قید وقتل جیسی سزائیں بھی ملتی تھیں تاریخ کے اس دور کو مِحنَة کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس زمانہ میں احمد بن ابی داوَد معتزلہ کے اہم ترین متکلمین میں سے تھے جنھوں نے خلق قرآن کے مسئلہ میں احمد بن حنبل سے مناظرہ کیا اور ان پر کامیابی حاصل کی ان کے مناظرہ کی تفصیل اس طرح ہے۔

ابن ابی داوَد: کیا ایسا نہیں کہ ہر چیز قدیم ہے یا حادث؟

ابن حنبل: ہاں ایسا ہی ہے۔

ابن ابی داوَد: کیا قرآن شئی نہیں ہے۔

ابن حنبل: ہاں کیوں نہیں۔

ابن ابی داوَد: کیا صرف خدا قدیم نہیں ہے؟

ابن حنبل: ہاں ایسا ہے۔

ابن ابی داؤد: پس قرآن حادث ہے؟

یہ سن کر ابن حنبل نے کہا: میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔(۱)

معتزلہ کے مصائب کا دور

۲۳۲ ھ میں واثق کی موت اور متوکل کے اقتدار حاصل کرنے کے بعد معتزلہ کا ستارہ ڈوبنا شروع ہوگیا۔اس نے کلامی بحثوں پر پابندی لگادی معتزلہ کے مخالفین کی حمایت کی اس سلسلہ میں سیوطی کا کہنا ہے کہ:''واثق کے بعد لوگوں نے متوکل کی بیعت کی۔اس نے اہل سنت کی مدد سے دورۂ محنت کا خاتمہ کیا۔محدثین کو سامرہ بلایا ان کے ساتھ احترام سے پیش آیا اور ان سے کہا کہ رویت الٰہی اور اسکے صفات کے بارے میں روایات بیان کریں متوکل نے اپنے اس عمل سے لوگوں کی حمایت حاصل کی۔''(۲) خطیب بغدادی کا کہنا ہے کہ:''اہل حدیث مساجد میں بیٹھ کر معتزلہ کی مخالفت میں احادیث نقل کرتے تھے اور ان کو کافر کہتے تھے اس مسئلہ میں جب احمد ابن حنبل سے خلق قرآن کا عقیدہ رکھنے

---

(۱) طبقات المعتزلہ، ص۱۷۵.   (۲) تاریخ الخلفاء، ص ۳۴۶.

والوں کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ وہ کافر ہیں۔''(۱) اس زمانہ میں عقلی رجحان رکھنے والوں کی مخالفت کرنے والوں کو اپنے عقائد کی نشر واشاعت کا موقع مل گیا اور انھوں نے ہر ممکن طریقہ سے لوگوں کو معتزلی نظریات کے خلاف بھڑکایا۔البتہ اس زمانہ میں بھی کچھ لوگ معتزلی عقائد کا دفاع کرنے والے تھے جس میں ابوعثمان جاحظ کا نام سرفہرست ہے جس نے فضیلة المعتزلہ نامی کتاب لکھی۔اسی زمانہ میں احمد بن یحییٰ راوندی نے اس کے جواب میں فضیحة المعتزلہ تحریر کی جس کے بعد ابوالحسن خیاط نے جاحظ کا دفاع کرتے ہوئے الانتصار نامی کتاب لکھی متوکل کے بعد تیسری صدی کے آخر تک معتزلہ بالکل بکھر گئے۔

معتزلہ تیسری صدی کے بعد

چوتھی صدی کے شروع میں ابوالحسن اشعری اپنے استاد ابوعلی جبائی معتزلی سے الگ ہوگئے اور بصرہ کی جامع مسجد میں اس علحدہ گی کا اعلان بھی کردیا(۲) جس سے معتزلہ کو ایک بڑا جھٹکا لگا انھوں نے معتزلہ ہی کے طریقہ استدلال سے ان کی مخالفت شروع کی جسکے نتیجہ میں ان کو مقبولیت حاصل ہوگئی لیکن پھر بھی معتزلہ بالکل مایوسی کا شکار نہیں ہوئے اور ان میں سے بعض افراد اسی انداز سے اپنے عقائد کا دفاع کرتے رہے جن میں سے بعض اس طرح ہیں:

ابوہاشم معتزلی، ابوالقاسم کعبی، ابوالحسن خیاط، ابوعبداللہ بصری، ابوبکر احمد بن علی الاخشیدی، قاضی عبدالجبار معتزلی، ابوالحسین بصری۔ قاضی عبدالجبار نے بعض اہم علمی آثار بھی یادگار چھوڑے ہیں جن میں شرح الاصول الخمسة، المغنی، المحیط بالتکلیف زیادہ مشہور ہیں۔

چھٹی صدی میں زمخشری اور ساتویں صدی میں ابن ابی الحدید اس مکتب کے دو بزرگ علماء گذرے۔ یہ سلسلہ ساتویں صدی تک چلتا رہا۔ لیکن اسکے بعد معتزلہ کی فعالیت تھم گئی اور مذہب اشعری کو اہل سنت کی دنیا میں واحد مکتب کی حیثیت حاصل ہوگئی۔

....

(۱) تاریخ بغداد، ج۳، ص ۲۸۵. (۲) فهرست ابن ندیم، مقالۂ پنجم، ص۲۵۷.

معتزلہ کی حیات نو

عصر حاضر میں کچھ مستشرقین اور اہل سنت متفکرین نے معتزلی عقائد کو دوبارہ زندہ کیا ہے جن میں شیخ محمد عبدہ کو بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے اس سلسلہ میں احمد امین مصری کے کلام کا ایک اقتباس ذکر کیا جا رہا ہے: ''معتزلہ کی شکست اور محدثین کی کامیابی مسلمانوں کی مصلحت میں نہیں تھی اگر چہ بہتر یہ تھا کہ معتزلہ منصور کے دور کی طرح اپنی روش پر قائم رہتے اور عباسیوں کے ہاتھوں کھلونا نہ بنتے بلکہ اس طرح اہل حدیث سے ان کی مخالفت قدامت پسندوں کے مقابلہ میں آزادی خواہ جیسی ہوتی

اس طرح تمام مسلمان محدثین کے اقتدار سے محفوظ رہتے اور فکری جمود کا شکار بھی نہ ہوتے۔

اس زمانہ میں فقہاء ومحدثین صرف احادیث اور گذشتہ فقہاء کے فتوے نقل کرتے تھےاور ہرطرح کی جدت سے پرہیز کرتے تھے۔مسعودی کے مطابق متوکل نے لوگوں کوتسلیم اورتقلید کا پابند بنادیا تھااسی وجہ سےاس زمانہ میں مختلف علوم وفنون میں لکھی جانے والی متعدد کتابیں بالکل ایک جیسی ہیں اوران میں کسی طرح کی جدت دکھائی نہیں دیتی۔محدثین کا اقتدار تقریباًایک ہزارسال تک قائم رہایہاں تک کہ ایک نئ فکر کی تحریک پیدا ہوئی جوحقیقت میں مکتب اعتزال ہی کا پرتو تھی۔معتزلہ نے اسلام کی عظیم خدمات انجام دیں اس لئے کہ عباسیوں کے دور میں ایک طرف حکومت میں ایرانیوں کا ہاتھ تھا تو دوسری طرف یہود ونصاریٰ بھی حکومت سے نزدیک تھے جوایسے ماحول سے فائدہ اٹھاکر مسلمانوں میں شک وشبہات پیدا کرتے تھے جس سے مقابلہ کا تنہا راستہ کلامی اور عقلی استدلال تھا جوصرف معتزلہ ہی انجام دے سکتے تھے۔لہٰذا اگر معتزلہ نہ ہوتے تو خدا ہی جانتا ہے کہ مسلمان کس عظیم مصیبت میں مبتلا ہوتے۔"(۱)

احمد امین مصری کے ذریعہ معتزلہ کی تعریف قابل قدر ہے لیکن ان کو تنہا محافظ اسلام سمجھنا بھی سراسر غلط ہے۔اس لئے کہ اس زمانہ میں ائمہ معصومینؑ اور آپ کے شاگرد برابر دین حق کا دفاع کرتے رہے اوراسلام انھیں ذوات مقدسہ کی کوششوں سے زندہ ہے۔

---

(۱) ضحی الاسلام ، ج۳، ص ۲۰۲ و۲۰۷.

سوالات

۱۔بنی عباس کے دورحکومت میں معتزلہ کے سیاسی اورسماجی حالات پرروشنی ڈالیں۔

۲۔عباسیوں کے پہلے دور میں معتزلہ کس صورتحال سے دوچار تھے؟
۳۔مامون سے واثق تک کے زمانے میں معتزلہ کے کیا حالات تھے؟
۴۔معتزلہ کی کلامی شکست کے اسباب بیان کیجئے۔
۵۔معتزلہ کے لئے مصیبت کا دور کب شروع ہوا؟ وضاحت کریں۔
۶۔معتزلہ کی حیات نو پر روشنی ڈالیں۔
۷۔معتزلہ کے بارے میں احمد امین مصری کے کلام کا خلاصہ لکھیں۔

انتالیسواں سبق:

فرقہ مرجئہ

کلمہ مرجئہ

مُرجئہ اِرجـــاء سے اسم فاعل ہے لغت میں اس کے دو معنی ہیں: ایک کسی کام میں تاخیر کرنا۔ جیسا کہ فرعون کے مشاورین نے حضرت موسیٰؑ کے بارے میں اس سے کہا:

﴿أَرْجِه وَأَخاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدائِنِ حاشِرِينَ﴾(۱)

دوسرے کسی چیز کی امید یا بشارت دلانا۔

ان کو مرجئہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ عمل کا مرتبہ قصد و نیت کے بعد قرار دیتے ہیں اور اس بنیاد پر انسان کی نجات کے لئے صرف ایمان کو کافی جانتے ہیں اور عمل کے لئے زیادہ اہمیت کے قائل نہیں ہیں گنگاروں کو حد سے زیادہ امید دلاتے ہیں۔(۲)

بحث کا موضوع اور مرجئہ کی ابتدا

ایمان کے انسان کی نجات کا سبب ہونے میں مرجئہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن بحث یہ ہے کہ کیا صرف ایمان نجات کا سبب ہے یا اس کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے؟ یہ مسئلہ

....

(۱) سورۂ اعراف ،آیت ۱۱۱.　　　(۲) الفرق بین الفرق ، بغدادی ،ص ۲۰۲.

پہلی صدی ہجری کے آخر میں پیدا ہوا اور اکثر مسلمان اس بات کے قائل ہوئے کہ ایمان کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے اور اگر انسان سے کوئی گناہ ہو جائے تو توبہ کی فکر میں رہے سوائے مرجئہ کے ان کا عقیدہ تھا کہ صرف ایمان (دل سے اعتقاد اور زبان سے اقرار) نجات کے لئے کافی ہے گناہ کوئی نقصان نہیں پہونچاتا اور عمل صالح سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔(۱)

مرجئہ کی دوسری اصطلاح

یہ اصطلاح زمانہ کے اعتبار سے پہلی والی اصطلاح پر مقدم ہے اور اسکا سبب مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب ؑ اور خلیفہ سوم کے بارے میں مسلمانوں کا اختلاف ہے کچھ لوگ مولائے کائنات ؑ کو حق سمجھ کر خلیفہ سوم کی مذمت کرتے تھے اور کچھ اس کے برعکس تھے۔لہذا یہ طے کیا گیا کہ مسلمان پہلے اور دوسرے خلیفہ کو بھلائی کے ساتھ یاد کریں اور آخر کے دو خلفاء (عثمان وعلیؑ) کے بارے میں کچھ نہ کہیں بلکہ اسکا فیصلہ روز قیامت پر چھوڑ دیں۔(۲) ان لوگوں کو بھی مرجئہ کے نام سے یاد کیا گیا۔

مرجئہ کی غلطی

ایمان کے بارے میں دو طرح سے بحث کی جاتی ہے: ایک دنیاوی احکام کے اعتبار سے جسکے لئے صرف شہادتین کا اقرار کافی ہے اور دوسرے اخروی احکام کے اعتبار سے جس کے لئے تنہا اعتقاد اور اقرار کافی نہیں ہے بلکہ عمل بھی ضروری ہے۔قرآن کریم میں ایمان کا تذکرہ عمل کے ساتھ ہوا ہے اور عمل کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے جیسے:

﴿وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِی خُسْرٍ اِلَّا الَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾(۳)

(۱) الایضاح ،فضل بن شاذان ،ص ۴۵۔۴۶. (۲) بحوث فی الملل والنحل ،ج۳ ،ص ۶۸. (۳) سورۂ عصر آیت ۱،۳

''عصر کی قسم بیشک انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیئے''

﴿وَاَنْ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعیٰ وَاَنَّ سَعْیَهُ سَوْفَ یُریٰ﴾(۱)

''انسان کے لئے صرف اتنا ہی ہے جتنی اس نے کوشش کی ہے اور عنقریب اس کی کوشش اس

کے سامنے پیش کر دی جائے گی''۔

اس کے علاوہ قرآن مجید میں ان لوگوں کی بھی مخالفت موجود ہے جو ایمان کو یکساں تصور کرتے تھے اور اسکے لئے کمی یا زیادتی کے قائل نہیں تھے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿هُوَالَّذِی اَنْزَلَ السَّکِینَةَ فِی قُلُوبِ الْمُو مِنِینَ لِیَزْدَادُوا اِیمَانًامَعَ اِیمَانِهِمْ ﴾(۲)

''وہی خدا ہے جس نے مومنین کے دلوں میں سکون نازل کیا ہے تا کہ ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہو جائے''۔

﴿اِنَّهُمْ فِتْیَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدیٰ ﴾(۳)

''یہ چند جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیا تھا''۔

ارجاء اور اخلاق وسیاست

ارجاء کا نظریہ انسانی اخلاق کے لئے بہت بڑا خطرہ اور حکام وقت کے لئے اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اسی لئے اموی حکام نے کبھی بھی عقیدہ ارجاء کی مخالفت نہیں کی جبکہ ائمہ معصومین ہمیشہ اس نظریہ کی مخالفت فرماتے رہے۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں:

﴿بادروا اولادکم بالحدیث قبل ان یسبقکم الیهم المرجئه﴾(۴)

---

(۱) سورۂ نجم، آیت ۳۹، ۴۰. (۲) سورۂ فتح، آیت ۴.

(۳) سورۂ کهف، آیت ۱۳. (۴) فروع کافی، ج۴، ص ۴۷، روایت ۵.

''اپنی اولاد کو احادیث سے آگاہ کرو قبل اس کے کہ وہ مرجئہ کے جال میں پھنس جائیں''

اس کے علاوہ احادیث پیغمبر میں بھی مرجئہ کی مذمت موجود ہے۔(۱)

اس سلسلہ میں امام جعفر صادق کی ایک روایت ذکر کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں: ایک شخص نے امام صادق سے کہا کہ مرجئہ ہم سے بحث میں کہتے ہیں کہ جو شخص ہمارے نزدیک کافر ہے

وہ خدا کے نزدیک بھی کافر ہے اور جو ہمارے نزدیک مومن ہے وہ خدا کے نزدیک بھی مومن ہے۔ امامؑ نے فرمایا: سبحان اللہ یہ دونوں کس طرح ایک جیسے ہو سکتے ہیں اس لئے کہ کفر بندہ کا اقرار خود اپنے بارے میں ہے اور اقرار کی صورت میں بینہ اور گواہ کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ ایمان ایک دعویٰ ہے جس کے لئے ثبوت کی ضرورت ہے اور عقیدہ پر گواہ عمل ہے لہٰذا اگر عقیدہ وعمل میں ہماہنگی ہو تو دعویٰ قابل قبول ہوگا اور اس پر ظاہری احکام مترتب ہوں گے ورنہ کتنے افراد ایسے ہیں جو ایمان کا اظہار تو کرتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک مومن نہیں ہیں۔(۲)

سوالات

۱۔کلمہ مرجئہ کی وضاحت کریں۔
۲۔مرجئہ کی ابتدا اوران کی بحث کا موضوع تحریر کریں۔
۳۔مرجئہ کی دوسری اصطلاح کی وضاحت کریں۔
۴۔مرجئہ کی غلطی پر روشنی ڈالیں۔
۵۔اخلاق اور سیاست کے لئے ارجاء کے خطرات بیان کریں۔
۶۔مرجئہ کے بارے میں امام جعفر صادقؑ کی دو روایتیں ذکر کریں۔

---

(۱) الایضاح، ص ۴۶. (۲) اصول کافی، ج۲، باب الکبائر، ص ۲۱۶.

چالیسواں سبق:

خوارج کے فرقے

خوارج خارجی کی جمع ہے جو خروج سے نکلا ہے اور سرکش و باغی کے معنی میں ہے۔ کلمہ خَرَجَ جب عَلیٰ سے متعدی ہو تو اس کے دو معنی ہوتے ہیں:

۱۔ دوسرے کے مقابلہ میں اعلان جنگ۔

۲۔ اپنے حاکم کی اطاعت سے نافرمانی۔(۱)

خوارج کو مولائے کائنات کی نافرمانی اور ان کے خلاف بغاوت کی بناء پر خارجی کہا جاتا ہے۔ اگر چہ وہ لوگ خود اپنے کو شُرَاۃ کہتے ہیں اور تائید میں:

﴿وَمِنَ النّاسِ مَن یَّشْرِی نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾(۲) کی آیت پیش کرتے ہیں۔

خوارج کا دوسرا نام مارقہ یا مارقین بھی ہے مولائے کائناتؑ کے ذریعہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہونے والی روایات میں ان کا تذکرہ ہے جیسا کہ ذی الخویصرۃ نامی شخص کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی جو دین سے اس طرح خارج ہوگی جیسے تیر کمان سے۔(۳)

---

(۱) اقرب الموارد، ج ۲، ص ۲۶۴. (۲) سورۂ بقرہ، آیت ۲۰۱.

(۳) الایضاح، فضل بن شاذان، ص ۴۸ و ۴۹؛ الملل والنحل شهرستانی، ج ۱، ص ۱۱۵.

مولائے کائنات کے کلام میں آیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

﴿**فلما نهضتُ بالامر نکثتْ طائفة ومرقتْ اخریٰ وقسط آخرون.**﴾(۱)

''جب اصلاح امور کے لئے اٹھا تو ایک قوم نے عہد شکنی کی اور ایک بغاوت پر کمر بستہ ہوگئی اور

ایک نے دشمنی اورزیادتی کی۔‘‘

خوارج کے وجود میں آنے کے اسباب

خوارج ۳۷ھ میں جنگ صفین اور حکمیت کے نتیجہ میں پیدا ہوئے۔ یہ لوگ مولائے کائنات علی بن ابی طالبؑ کے لشکر کے بعض افراد تھے جنھوں نے معاویہ اور عمرو عاص سے دھوکہ کھا کر پہلے مولائے کائناتؑ کو معاویہ کی طرف سے حکمیت کی پیشکش کو قبول کرنے پر مجبور کیا اور اس کے بعد جب حکمیت پر عمل ہو گیا اور ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انھوں نے امام سے معذرت کے بجائے اس کا ذمہ دار خود امام کو ٹھہرایا اور ان کو دوبارہ مجبور کرنے کی کوشش کرنے لگے کہ حکمیت سے دست بردار ہو کر معاویہ سے دوبارہ جنگ کریں۔

امامؑ نے ان لوگوں کے خلاف قیام کیا اور انکو سمجھایا اور بتایا کہ حکمیت سے جو کچھ تم سمجھتے ہو وہ سب غلط ہے بلکہ اس سے مراد آپسی منازعات میں قرآن اور پیغمبرؐ کی طرف رجوع کرنا ہے۔(۲)

دوسرے حکمیت حقیقت میں قرآن کے مخالف نہیں ہے صرف غلطی یہ تھی کہ فتح سے قریب ہونے کی صورت میں اسکا قبول کرنا صحیح نہیں تھا لیکن میری مخالفت کرنے کے باوجود تم ہی لوگوں نے اس پر مجبور کیا۔

تیسرے عہد و پیمان کا توڑنا قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔ مولائے کائناتؑ کے سمجھانے کے باوجود ان لوگوں نے اصرار کیا اور حکمیت کو حکم خدا کے خلاف تصور کیا اور اسکو اتنا بڑا گناہ سمجھا کہ

....

(۱) نہج البلاغہ ،خطبہ ۳. (۲) نہج البلاغہ ،خطبہ ۱۲۵.

گویا حکمیت کا عقیدہ شرک ہے اور جس وقت مولائے کائناتؑ صفین سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے وہ لوگ کوفہ سے باہر حروراء نامی جگہ پر ٹھہر گئے شبث بن ربعی کو اپنا سپہ سالار اور عبداللہ ابن کوّاء کو امام جماعت منتخب کیا اور یہ طے کیا کہ تمام امور مشورہ سے انجام پائیں گے ان لوگوں نے امر بالمعروف

اور نہی عن المنکر کو اپنا شعار قرار دیا ان کے وجود میں آنے کا اہم سبب ان کی کم عقلی اور سادہ اندیشی تھی جس کے نتیجہ میں قرآن کی آیت ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ﴾ کی غلط تفسیر کی مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالبؑ نے خوارج کے مذکورہ نعرے کے بارے میں فرمایا :

﴿**کلمة حق یراد بهاالباطل، نعم لاحکم الّاللّٰه ولکن هؤلاء یقولون لاامرة إلّاللّٰه ولابد للناس من امیربرّوفاجر**﴾(۱)

''یہ ایک حق کلمہ ہے جس سے باطل مرادلیا جارہا ہے حقیقت یہی ہے کہ خدا کے علاوہ کوئی حکم نہیں ہے لیکن یہ لوگ کہتے ہی کہ خدا کے علاوہ کوئی امیر اور حاکم نہیں جبکہ ہر قوم کے لئے کوئی نہ کوئی امیر اور حاکم ضرور ہوتا ہے چاہے نیک ہو یا فاسق.''

ایک دوسری جگہ پر لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿**وانتم معاشر اخفّاء الهام ،سفهاء الاحلام**﴾(۲)

''تم ایک کم عقل اور بیوقوف قوم ہو.''

خارجی فرقے

بغدادی نے خارجی فرقوں کی تعداد بیس بیان کی ہے اور شہرستانی نے صرف آٹھ بڑے فرقوں کا تذکرہ کیا ہے اور باقی فرقوں کو انھیں کی شاخ قرار دیا ہے جو اس طرح ہیں:

۱۔**محکّمه یا حروریه** : یہ پہلا فرقہ ہے جو جنگ صفین کے بعد پیدا ہوا اور حکمیت کو غلط

....

(۱) نهج البلاغه ،خطبه ۴۰.   (۲) نهج البلاغه ،خطبه ۳۶.

جاننے کی بنا پر محکّمہ کہا گیا اور حروراء کو اپنی قیام گاہ بنانے کی بناء پر حروریہ کے نام سے مشہور ہوا۔

۲۔**ازارقه** : یہ نافع بن ازرق کا تابع تھا اور سب سے خطرناک فرقوں میں شمار ہوتا ہے۔عبداللہ بن زبیر کے زمانہ میں بصرہ سے اہواز کی طرف کوچ کیا اور وہاں مختلف علاقوں سے ایک ہزار کا لشکر تیار کرلیا

آخرکار حجاج بن یوسف کے زمانہ میں مہلب بن ابی صفرہ کے ہاتھوں ۶۵ھ میں اس کا خاتمہ ہو گیا۔

۳۔ **نَجِدات** : یہ نجدہ بن عامر حنفی کے تابع ہیں ان کو عاذریہ بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ جاہل مقصر و قاصر دونوں کو معذور جانتے ہیں۔

۴۔ **بیہسیّہ** : ابوبیہس کے تابع ہیں جو ولید بن عبدالملک کے ہاتھوں قتل ہوا۔

۵۔ **عجاردہ** : عبدالکریم بن عجرد کے تابع ہیں یہ بلوغ سے پہلے بچوں کو مسلمان نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ ان کو بلوغ کے بعد اسلام کی طرف دعوت دینا چاہئے۔

۶۔ **ثعالبہ** : ثعلبہ بن عامر کے تابع ہیں یہ بچوں کے سلسلہ میں پہلے عجاردہ کے ہم عقیدہ تھے لیکن بعد میں اس کو ترک کر دیا۔

۷۔ **صفریّہ** : زیاد بن اصفر کے تابع ہیں ان کی نظر میں اس گناہ کے انجام دینے والے کافر ہیں جس کے لئے شرعی حد معین کی گئی ہو۔ جیسے زنا، چوری یا زنا کی جھوٹی نسبت دینا وغیرہ۔ البتہ جن گناہان کبیرہ کے لئے شرعی حد معین نہیں ہے ان کا مرتکب بھی کافر کہا جاتا ہے۔

۸۔ **اِباضیہ** : عبداللہ بن اِباض کے تابع ہیں جن کے بارے میں آئندہ بحث ہوگی۔

سوالات

۱۔کلمۂ خوارج کی وضاحت کریں۔

۲۔ذی الخویصرہ سے متعلق حدیث تحریر کریں۔

۳۔خوارج کی تاریخ اور ان کے وجود میں آنے کے اسباب بیان کریں۔

۴۔خوارج کے مقابلہ میں مولائے کائناتؑ کے تینوں استدلال بیان کریں۔

۵۔خوارج کے وجود میں آنے کا سب سے اہم سبب بیان کریں اور اس سلسلہ میں امامؑ کا کلام تحریر کریں۔

۶۔خوارج کے آٹھ فرقے کون کون ہیں؟ سب کے نام ذکر کیجئے۔

اکتالیسواں سبق:

فرقۂ اِباضیّہ

چونکہ خوارج کا صرف یہی فرقہ باقی رہ گیا ہے جس کے تابعین آج بھی مختلف اسلامی ممالک میں موجود ہیں لہٰذا اس کے بارے میں مختصر بحث ضروری ہے۔

مذہب اباضیّہ کا بانی

قول مشہور کی بناء پر اس مذہب کا بانی عبداللہ بن اباض تمیمی ہے جس کی ولادت یا وفات کی تاریخ مشخص نہیں ہے لیکن مشہور ہے کہ اس نے معاویہ کا زمانہ درک کیا ہے اور عبداللہ مروان کے زمانہ تک زندہ رہا ہے۔(۱) بعض دوسرے افراد عبداللہ بن اباض کی طرف نسبت کے باوجود جابر بن زید ابوالشعثاء کو اس فرقہ کا بانی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن اباض جابر ابن زید کے نظریات کے مطابق اپنے نظریات کا اظہار کیا کرتا تھا۔(۲) ۱۸ھ میں عمان کے دارالحکومت شہر نزوی میں جابر کی ولادت ہوئی اور ۹۳ھ میں بصرہ میں اسکا انتقال ہوا بہت سے صحابہ سے کسب فیض کیا اور فقہ میں ایک بہت بڑی کتاب دیوان جابر کے نام سے تالیف کی جو بعد میں تلف ہوگئی۔ حدیث میں صاحب مُسند ہے۔ جس میں علی بن ابی طالبؑ، ابن عباس، ابوسعید خدری، عائشہ، عبداللہ بن عمر، ابو ہریرہ اور

....

(۱) الحرکةالاباصیة فی المشرق العربی ،ص ۴۹. (۲) مختصر تاریخ الاباضیه ، ص ۲۸.

انس بن مالک سے روایات نقل کی ہیں بعض لوگوں نے ان دونوں کو اس مذہب کا بانی قرار دیا ہے جس

میں سے عبداللہ بن اباض کو سیاسی قائد تصور کیا ہے اور جابر بن زید کو علمی اور فقہی رہنما۔

تاریخی ادوار

دوسری صدی ہجری میں یمن، حضر موت اور حجاز میں اس مذہب کے ماننے والے پھیل گئے اور اس کی نشر و اشاعت میں سب سے اہم کردار عبداللہ بن یحییٰ کا رہا جس کا لقب طالب الحق تھا۔ اباضیہ اب بھی مختلف اسلامی ممالک میں موجود ہیں جن کا اہم ترین مرکز عمان ہے یہاں کا رسمی مذہب اباضیہ ہے اس فرقے کے بعض افراد افریقی ممالک جیسے زنجبار، الجزائر، لیبیا، تیونس وغیرہ میں بھی رہتے ہیں۔(۱)

اباضیہ کے کلامی عقائد

بعض مصنفین کے مطابق یہ لوگ صرف حکمیت کو غلط جانتے ہیں اور امام کے لئے قریشی ہونے کی شرط کو ضروری نہ جاننے میں باقی اسلامی فرقوں کے ساتھ اختلاف رکھتے ہیں ورنہ دوسرے کلامی مسائل میں بقیہ کلامی مذاہب کے ساتھ ان کا کوئی اختلاف نہیں ہے مثلاً صفات خداوند، رؤیت، تنزیہ، تاویل اور حدوث قرآن کے سلسلہ میں معتزلہ اور شیعہ افراد کے ہم عقیدہ ہیں شفاعت میں معتزلہ کے موافق ہیں اور مسئلۂ قدر اور خلق افعال میں اشاعرہ کے نظریہ سے اتفاق رکھتے ہیں۔(۲)

الکشف و البیان نامی کتاب کے مؤلف قلہاتی نے دوسرے مذاہب کے ساتھ اباضیہ کے اختلاف کو اس طرح بیان کیا ہے:

''اباضیہ مندرجہ ذیل عقائد میں قدریہ اور معتزلہ کے مخالف ہیں:

۱۔ انسانی افعال میں قدر الٰہی کے انکار کے سلسلہ میں۔

(۱) الاصول الایمانیة، ص۳۵۷.　(۲) بحوث فی الملل و النحل، ج ۵، ص ۳۰۲، ۳۰۳.

۲۔ برے کاموں کے لئے پروردگار کے ارادہ کی عمومیت کے انکار میں۔

۳۔ایمان وکفر کے درمیان ایک تیسری منزل کے اثبات کے سلسلہ میں۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل عقائد میں ان کے موافق ہیں:

۱۔صفات ذاتی کے عین ذات ہونے میں۔

۲۔پروردگار کی رؤیت بصری کے انکار کے سلسلہ میں۔

۳۔مومن کے لئے ثواب کا مستحق ہونے میں اگر وہ گناہ نہ کرے یا توبہ کرلے۔

۴۔مرتکبین کبائر کے بغیر توبہ کئے مرجانے کی صورت میں ہمیشہ کے لئے عذاب میں مبتلا رہنے کے بارے میں۔

۵۔امامت کے مسئلہ میں نص کے انکار میں۔

مندرجہ ذیل عقائد میں اہل سنت اور اشاعرہ کے مخالف ہیں:

۱۔صفات خبریہ کے بغیر تاویل کے اثبات میں۔

۲۔قیامت میں خدا کی بصری رؤیت کے اثبات کے بارے میں۔

۳۔مرتکبان کبائر کے لئے شفاعت کے عقیدہ میں۔

۴۔مرتکبان کبائر کے ہمیشہ جہنم میں نہ رہنے کے بارے میں۔

۵۔صفات ذاتی کے زائد ہونے کے بارے میں۔

۶۔امام کے لئے قریشی ہونے کی شرط کے بارے میں۔

۷۔امام کی اطاعت کے واجب ہونے کے بارے میں چاہے وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو۔

اور تین عقائد میں ان کے موافق ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔افعال انسان میں قدر الٰہی کے بارے میں۔

۲۔افعال بشر کے لئے پروردگار کے ارادہ کی عمومیت کے بارے میں۔

۳۔خلق افعال اور نظریہ کسب کے بارے میں۔

مذکورہ نظریات سے شیعوں کی موافقت اور مخالفت کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔مندرجہ ذیل تین مسائل میں شیعوں کے موافق ہیں:

۱۔صفات ذاتی کے عین ذات ہونے کے سلسلہ میں۔

۲۔صفات خبریہ کی تاویل وتفسیر میں۔

۳۔پروردگار کی رؤیت بصری کے محال ہونے کے بارے میں۔

اورمندرجہ ذیل مسائل میں شیعوں کے مخالف ہیں:

۱۔امامت میں نص کے بارے میں۔

۲۔گناہگاروں کی شفاعت کے بارے میں۔

۳۔مرتکبین کبائر کے ہمیشہ جہنم میں نہ رہنے کے بارے میں گناہ کبیرہ کے ارتکاب کو شرک کا سبب نہ قرار دینے کے بارے میں۔

سوالات

۱۔مذہب اباضیہ کے بانی کے بارے میں کتنے نظریے ہیں؟تحریر کریں۔

۲۔مذہب اباضیہ کے تاریخی ادوار پر روشنی ڈالیں۔

۳۔موجودہ دور میں اباضیہ کہاں ہیں؟

۴۔اباضیہ کے عقائد کے بارے میں بعض مصنفین کے نظریات تحریر کریں۔

۵۔دوسرے مذاہب کے ساتھ اباضیہ کے عقائد کی کیا نسبت ہے اس سلسلہ میں قلہاتی کا نظریہ تحریر کریں۔

بیالیسواں سبق:

فرقۂ جہمیہ

فرقۂ جہمیہ، جہم بن صفوان (متوفی ۱۲۸ھ) کے تابع ہیں جو جعد بن درہم کا شاگرد اور واصل بن عطا کا ہم عصر تھا بنی امیہ کے آخری دور میں سلم ابن احوز مازنی کے ہاتھوں قتل کر دیا گیا۔(۱) ملل و نحل کی کتابوں میں جہم بن صفوان کی طرف مندرجہ ذیل عقائد کی نسبت دی گئی ہے:

۱۔ جبر گرائی مطلق (مطلق مجبوری)

بغدادی نے اس سلسلہ میں کہا ہے:

قال بالاجبار والاضطرار الی الاعمال وانکر الاستطاعات کلها...وقال لافعل ولاعمل لاحد غیر اللّٰہ تعالیٰ وانما تنسب الاعمال الی المخلوقین علی المجاز، کما یقال: زالت الشمس ودارت الرحی من غیر ان یکونا فاعلین اومستطیعین لما وصفتا به(۲)

''وہ اعمال میں مکمل مجبوری کا قائل ہے اور اس کا کہنا ہے کہ کوئی فعل خدا کے علاوہ کسی اور کا

(۱) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۶۹. (۲) الفرق بین الفرق، ص ۲۱۱.

نہیں ہے۔ بندوں کی طرف نسبت صرف مجازی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ سورج ڈوب گیا چکی

چل رہی ہے جب کہ سورج یا چکی فاعل نہیں ہوتی اور نہ ان میں خود ان کاموں کی طاقت ہوتی ہے۔''
شہرستانی کا بھی اس سلسلہ میں یہی نظریہ ہے۔

۲۔ایمان ومعرفت

جہم کی نظر میں ایمان سے مراد صرف معرفت ہے جیسا کہ بغدادی نے کہا ہے:

وزعم ایضاً ان الایمان هو المعرفة باللّٰه تعالیٰ فقط و ان الکفر هو الجهل به فقط. (۱)

''اسکا گمان ہے کہ ایمان صرف خدا کی معرفت اور کفر اسکو نہ پہچاننا ہے۔''

اس نظریہ کی نسبت بعض اہل تشیع اور قدریہ میں ابوالحسن اشعری اور ابوالحسین صالحی کی طرف بھی دی گئی ہے(۲)اوراس پر ﴿**انّ اول الدین معرفته**﴾ کے ذریعہ دلیل قائم کی گئی ہے لیکن قرآن مجید کی واضح آیات پر توجہ رکھتے ہوئے یہ محسوس کیا جا سکتا ہے کہ قرآن میں معرفت کے ساتھ بھی ایمان کی نفی کی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿**فَلَمّاجاۤئَهُمْ ماعَرَفُوا کَفَرُوا بِهِ**﴾(۳)

﴿**وَجَحَدُوا بِهاوَ اسْتَیْقَنَتْهاۤاَنْفُسُهُمْ**﴾(۴)

''اورلوگوں نے غرور کی بناء پرانکار کردیا ورنہ ان کے دل کو بالکل یقین تھا۔''

یہ شخص (جہم بن صفوان) ایمان کی کمی یا زیادتی کا بھی قائل نہیں تھا۔

۳۔صفات خداونداور تعطیل

(۱) الفرق بین الفرق ،ص ۲۱۱. (۲) شرح المقاصد ،ج ۵ ؛ ارشاد الطالبین ،ص ۴۳۹.
(۳) سورۂ بقرہ ،آیت ۸۳. (۴) سورۂ نمل ،آیت ۱۴.

جہم نے تنزیہ پروردگار کی وجہ سے بہت سی ان صفات کو پروردگار کی ذات پر حمل کرنے سے منع

کیا ہے کہ جو انسانوں پر بھی حمل ہوسکتی ہیں جیسے عالم، حیّ وغیرہ سے جبکہ اس کی نظر میں پروردگار کے لئے صرف ان صفات کا استعمال صحیح ہے جو اس کے افعال پر دلالت کرتی ہیں جیسے قادر خالق وغیرہ۔

جہم نے اس نظریہ میں مصداق کے حکم کو مفہوم میں سرایت کیا ہے اس کی نظر میں اس نظریہ سے ایک طرح کی تعطیل کا گمان ہوتا ہے جیسا کہ امام محمد تقی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا جائز ہے کہ ہم خدا کو شئ کہیں؟ امامؑ نے ارشاد فرمایا: ہاں، لیکن تشبیہ وابطال (تعطیل) کی نفی کی رعایت کے ساتھ۔(۱)

۴۔علم الٰہی کا حادث ہونا

جہم کا نظریہ ہے کہ موجودات کے سلسلہ میں پروردگار کا علم حادث ہے اور کسی چیز کے ذریعہ قائم نہیں ہے۔ اس نے اپنے اس نظریہ پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ خداوند عالم کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کو اشیاء کا پہلے سے علم تھا اس لئے کہ اس صورت میں اس کا علم اپنی حالت پر باقی رہے گا ایسی صورت میں جہل لازم آئے گا اس لئے کہ پہلے اشیاء کے مستقبل میں ہونے کا علم تھا اور اب حال میں موجود ہونے کی بات ہے یا اس کا علم گذشتہ حالت سے متغیر ہو جائے گا جس کا لازمہ حدوث ہے اور جب علم کا حادث ہونا ثابت ہو گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ علم کا کوئی محل نہیں ہے اس لئے کہ اگر علم کا محل ذات خدا ہو تو اس میں تغیر لازم آئے گا۔(۲)

جواب: پروردگار عالم کے علم کے دو مرحلے ہیں: ایجاد سے پہلے اور ایجاد کے بعد، اور علم الٰہی کا تعلق خود اشیاء کا وجود ہے جو پیدائش سے پہلے واحد اور بسیط ہوتا ہے اور پیدائش کے بعد اس میں تفصیلات وجود میں آتی ہیں لہٰذا علم پروردگار بھی پیدائش سے پہلے واحد اور بسیط ہے اور پیدائش کے بعد علم فعلی ہے جو صفات افعالی میں شمار ہوتا ہے اور دونوں مرحلوں کا علم پروردگار کے لئے علم حضوری ہے۔

(۱) احتجاج طبرسی، ص ۴۴۲.	(۲) الملل والنحل، ج ۱، ص ۸۷.

۵۔بہشت ودوزخ کی فنا

جہم کے دوسرے عقائد میں جنت وجہنم کو فانی سمجھنا ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ جزاوسزا کے بعد جنت وجہنم بھی فنا ہوجائیں گےاوراس کے لئے دوطریقوں سے استدلال کیا ہے:

ا۔عقلی دلیل جس کا مطلب ہے غیر متناہی حرکات جس طرح اپنے آغاز میں ناممکن ہیں اسی طرح انجام میں بھی۔

۲۔نقلی دلیل:سورہ ہود کی آیت ۱۰۷۔۱۰۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت وجہنم میں داخلہ کی شرط مشیت الٰہی ہےجس کا مطلب یہ ہے کہ جنت یا جہنم میں ہمیشہ رہنے کا مسئلہ یقینی نہیں ہے۔

جواب:حرکات غیر متناہی کے محال ہونے پرکوئی عقلی دلیل نہیں پائی جاتی ہے۔

دلیل نقلی میں جنت وجہنم میں داخلہ کے لئے مشیت الٰہی کےشرط ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کا متحقق ہونا یقینی نہیں ہےاس کےعلاوہ ان دونوں آیات میں جواستثنا ہے وہ یہ بیان کرنے کے لئے آیا ہے کہ خدا کی قدرت اوراس کاارادہ کسی چیز کا تابع نہیں ہے۔

سوالات

ا۔جہم بن صفوان کون تھا؟جبر کے بارے میں اس کا کیا نظریہ ہے؟

۲۔ایمان کی تفسیر میں جہم بن صفوان کا عقیدہ لکھ کراس پرتنقید کریں۔

۳۔صفات الٰہی کے بارے میں جہم کا عقیدہ تحریر کریں۔

۴۔علم الٰہی کے بارے میں جہم کا عقیدہ لکھ کراس کے جوابات لکھیں۔

۵۔جہم کے دوسرے عقائد جوشیعوں اورمعتزلہ سے ہماہنگ ہیں تحریر کریں۔

تینتالیسواں سبق:

ضراریّہ، نجاریہ، کرّامیہ

ا۔ضراریّہ

یہ لوگ ضرار ابن عمرو کے تابع ہیں۔ضرار ابوالہذیل علاّف (متوفی ۲۱۶ھ) کے ہم عصر تھا بشر ابن معتمر نے اس کی رد میں کتاب الردّ علی الضرار لکھی ہے اور خود اس نے اسلامی فرقوں کے بارے میں التحریش نامی کتاب لکھی ہے جس کا مدرک کلام رسولؐ کو قرار دیا گیا ہے۔(۱)

یہ لوگ کچھ مسائل میں معتزلہ کے موافق ہونے کے علاوہ اکثر مسائل میں اہل حدیث اور اشاعرہ کے موافق ہیں۔ان کے مخصوص عقائد مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔تفسیر سلبی صفات: یعنی خداوند عالم کے عالم وقادر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جاہل اور عاجز نہیں ہے نہ کہ علم وقدرت کا اثبات۔یہ نظریہ تعطیل کا واضح ترین مصداق ہے۔

۲۔حواس خمسہ کے علاوہ انسان کے پاس ایک چھٹی حس بھی ہے جس کے ذریعہ خداوند عالم کو قیامت کے دن دیکھ سکے گا۔

۳۔خداوند عالم کی ایک ماہیت ہے جو اس کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں ہے۔کہا جاتا ہے کہ حفص الفرد بھی انھیں نظریات کا حامل ہے۔(۱)ابن ندیم نے اس کو اکابر مُجبرہ میں شمار کیا

---

(۱) مقالات الاسلامیین، ترجمہ مؤیدی، ص ۱۵۱،۱۵۲.

ہے۔ضرار نے کتابیں بھی تالیف کی ہیں جیسے **کتاب الاستطاعة ، کتاب التوحید، کتاب فی المخلوقات علی ابی الھذیل ، الرد علی النصاریٰ ، الرد علی المعتزله ، کتاب الابواب فی المخلوق۔(۲)**

۲۔نجاریّہ

یہ لوگ ابوعبداللہ الحسین بن محمد بن عبداللہ نجار کے تابع ہیں۔ یہ نظّام معتزلی (متوفی ۲۲۳ھ) کے ہم عصر تھا اوران سے مناظرہ بھی کیا۔ابن ندیم نے وہ مناظرہ ذکر بھی کیا ہے جس میں نجار کو شکست ہوئی جس کے نتیجہ میں وہ بیمار ہوگیا اور پھر انتقال کرگیا۔اس کی بہت سی کتابیں ذکر کی گئی ہیں جیسے **کتاب الاستطاعة ،کتاب مخلوق الصفات والاسماء اثبات الرسل ، العدیل والتجوید ، القضاء والقدر ، کتاب الارجاء ، الرد علی الملحدین و...(۳)**

بغدادی نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ:

وقد وافقوا اصحابنافی اصول وافقوا القدریّه فی اصول وانفردوا باصول لهم.

''وہ کچھ اصول میں ہمارے ہم عقیدہ ہیں اور کچھ میں قدریہ کے اور کچھ ان کے مخصوص عقائد ہیں۔''

اسی طرح بغدادی نے برغوثیہ،زعفرانیہ اور مستدرکہ کو مشہور ترین نجاری فرقوں میں شمار کیا ہے۔(۴)

۳۔کرامیہ

یہ لوگ محمد بن کرّام سجستانی کے تابع ہیں۔ بغدادی نے لکھا ہے اس کو سیستان سے جورجیہ ملک بدر کردیا گیا پھر محمد بن طاہر ابن عبداللہ کی حکومت کے زمانہ میں پھر نیشاپور آیا بہت سے عوام اس کی

....

(۱) الملل والنحل ، ج ۱،ص ۹۰و ۹۱.　　(۲) الفهرست ،ص۲۵۵.

(۳) الفهرست ،ص ۵۲۴.　　(۴) الفرق بین الفرق ،ص ۲۰۷ و ۲۱۰.

طرف مائل ہوگئے۔خراسان میں اس فرقہ کی تین شاخوں کا تذکرہ کیا ہے:

۱۔حقائقیہ۲۔طرائقیہ۳۔اسحاقیہ

اورشہرستانی نے بارہ شاخوں کا تذکرہ کیا ہے جن میں چھ کو اصل قرار دیا ہے:

۱۔عابدیہ۲۔تونیہ۳۔زرینیہ۴۔اسحاقیہ۵۔واحدیہ۶۔ ہیثمیہ

ان کے مشہورترین نظریات اس طرح ہیں:

تجسیم وتشبیہ

علماء نے بیان کیا ہے کہ محمد بن کرّام کا عقیدہ تھا کہ خدا عرش پر مستقر ہے اور بلندی کی جہت میں ہے نیز اس کے لئے جسم و جوہر کا اطلاق جائز ہے۔ابن ہیثم نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ جسم سے مراد قیام بالذات ہے اور فوقیت سے مراد علو ہے۔

اسی طرح ابن ہیثم نے مشبہہ سے فرق بیان کرنے کے لئے کہا ہے کہ مشبہہ خداوند عالم کے لئے شکل وصورت، مصافحہ، ومعانقہ وغیرہ کی بات کہتے ہیں جبکہ کرامیہ صرف آیات وروایات پر اکتفاء کرتے ہیں انھیں صفات کو تصور کرتے ہیں جن کا تذکرہ آیات وروایات میں آیا ہے۔

خداوند عالم کے ذریعہ حوادث کا قیام

یہ لوگ حوادث کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں ایک وہ حوادث جو خداوند عالم کی ذات میں واقع ہوئے ہیں اور دوسرے وہ جو اس کی ذات سے باہر ہیں۔

پہلی قسم قدرت خدا کے نتیجہ میں ظاہر ہوتی ہے اور دوسری قسم اِحداث کے ذریعہ، احداث سے مراد وجود میں لانا اور فنا کرنا ہے جو خدا کی ذات میں ہے اس کی قدرت سے رونما ہوتا ہے محمد بن ہیثم نے ایجاد وعدم کی تفسیر ارادہ اور اختیار سے کی ہے اور آیت:''**انما امرہ اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون**''میں کُنْ کو قول سے مشروط قرار دیا ہے۔ان کی نظر میں حادث کی دو قسمیں ہیں:

۱۔امر تکوینی

۲۔امر غیر تکوینی

ان کا گمان یہ ہے کہ پروردگار عالم کی ذات محل حوادث ہے۔اس لئے کہ ماضی، مستقبل کے بہت سے حالات کتابوں کا نزول، نبیوں کا آنا سب کا مرکز اسکی ذات ہے۔

کرامیہ اور دوسرے مذاہب

کرامیہ بہت سے عقائد سے ہماہنگ ہیں جیسے صفات ازلی اور صفات کے زائد بر ذات ہونے کا اعتقاد اور اچھے برے تمام اعمال کے لئے پروردگار کے ارادہ کی عمومیت کا اعتقاد بندوں کے افعال میں کسب کا اعتقاد۔

اسی طرح مسئلہ حسن و قبح میں عدلیہ کے تابع ہیں اگر چہ لطف اور اصلح کے عقلی طور پر واجب ہونے کے قائل نہیں ہیں۔

ایمان کو صرف اقرار زبانی سے تفسیر کرتے ہیں اور احکام دنیاوی اور اخروی میں فرق کر کے منافق کو احکام دنیاوی میں مومن اور احکام اخروی کے اعتبار سے مستحق عذاب سمجھتے ہیں۔

امامت کے سلسلہ میں اہل سنت کے ہم عقیدہ ہیں لیکن ایک زمانہ میں دو اماموں کے وجود کو جائز اور صحیح سمجھتے ہیں۔ (۱)

....

(۱) مقالات اسلامیین ،ج ۱ ؛ الفرق بین الفرق ،ص ۲۱۵ ،۲۲۵ ؛ الملل النحل شهرستانی ،ج ۱، ص ۱۰۸ ،۱۱۳ ؛ بحوث فی الملل والنحل ، ج۳ ،ص ۱۱۳ ،۱۱۵ ؛ شرح المواقف ،ج ۸ ، ص ۳۹۹.

سوالات

۱۔ضراریہ کس کے پیرو ہیں؟

۲۔معتزلہ کے ساتھ ضراریہ کے مشترک عقائد تحریر کریں۔

۳۔نجاریہ فرقہ کا بانی کون ہے؟اس کے عقائد کے سلسلہ میں بغدادی نے کیا کہا ہے؟

۴۔فرقہ کرامیہ کا بانی کون ہے؟ کرامی فرقوں کے بارے میں شہرستانی نے کیا کہا ہے؟

۵۔تشبیہ اور تجسیم میں ابن کرام کی طرف منسوب عقیدہ کیا ہے اور اس سلسلہ میں ابن ہیثم نے کیا توجیہ کی ہے؟

۶۔کرامیہ کے عقائد کا دوسرے مذاہب سے مقایسہ کریں؟

پانچویں فصل

غلات (غلو کرنے والے فرقے)

چوالیسواں سبق:

غلو اور غالی

اسلامی دنیا میں بہت سے ایسے فرقے ہیں جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیتؑ کے سلسلہ میں غلو کا شکار ہیں علماء اسلامی نے انہیں کافر اور مرتد قرار دیا ہے۔ الفَرق بین الفِرق نامی کتاب کے مولف نے اپنی کتاب کا ایک باب غالیوں سے مخصوص کیا ہے اور ان کو اسلام کی طرف منسوب فرقہ قرار دیا ہے۔ اسفرائینی نے بھی اپنی کتاب میں ایک باب غالیوں سے مخصوص کیا ہے۔(۱)

لیکن چونکہ گذشتہ تمام فرقے ختم ہوگئے ہیں لہٰذا اب ان کی تفصیلات ذکر کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے البتہ غلو کی تفسیر اور اس سلسلہ میں ائمہ اہل بیتؑ کے موقف کی وضاحت ضروری ہے۔

غلو کیا ہے؟

شیخ مفید نے غلو کی تعریف اس طرح کی ہے کہ لغت میں غلو حد اعتدال سے باہر آ جانے کو کہتے ہیں خداوند عالم نے نصاریٰ کو جناب عیسیٰؑ کے بارے میں غلو کرنے سے منع کیا ہے:

﴿یَااَهْلَ الْکِتَابِ لاتَغْلُوا فِی دِینِکُمْ وَلا تَقُولُوا عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ﴾(۲)

''اے اہل کتاب اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو اور خدا کے بارے میں حق کے علاوہ

(۱) التبصیر فی الدین، ص ۱۲۳.   (۲) سورۂ نساء، آیت ۱۷۱.

اور کچھ نہ کہو۔''

اس کے بعد غُلات اور مفوِّضہ کے بارے میں شیخ مفید نے لکھا ہے کہ: ''غلات ایک ایسا گروہ

ہے جو اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا ہے۔اور مولائے کائناتؑ اور ان کی نسل کے دوسرے ائمہ کو خدا اور پیغمبر سمجھتا ہے اور ان کے بارے میں حد اعتدال سے آگے بڑھا ہوا ہے۔

مفوضہ بھی غلات ہی میں سے ہیں لیکن اس فرق کے ساتھ کہ یہ ائمہؑ کو مخلوق سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پروردگار عالم نے ان کو خلق کر کے امر خلق ان کے حوالہ کر دیا ہے۔'' (۱)

علامہ مجلسی نے غلو کا معیار مندرجہ ذیل امور کے اعتقاد کو قرار دیا ہے:

۱۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اہل بیتؑ کے لئے الوہیت کا اعتقاد رکھنا۔

۲۔ان کو معبودیت، خالقیت اور رزاقیت میں شریک سمجھنا۔

۳۔خداوند عالم کا ان کی ذات میں حلول کرنے یا ان کے ساتھ متحد ہو جانے کا اعتقاد رکھنا۔

۴۔ان کا بغیر وحی و الہام کے غیب سے آگاہ ہو جانے کا اعتقاد رکھنا۔

۵۔ائمہ معصومینؑ کی نبوت کا اقرار۔

۶۔ائمہ طاہرین کی ارواح کا ایک دوسرے میں تناسخ کا اعتقاد۔

۷۔ان کی معرفت کے ساتھ اطاعت الٰہی اور ترک معصیت کی ضرورت نہیں رہتی۔'' (۲)

ائمہ اہل بیتؑ کا موقف

ائمہ طاہرین نے غالیوں کی شدید مخالفت اور مذمت کی ہے اور ان کو کافر جانا ہے۔

علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں اس سلسلہ میں تقریباً سو روایات جمع کی ہیں جن میں تین کا تذکرہ یہاں کیا جا رہا ہے۔

....

(۱) تصحیح الاعتقاد، ص ۱۰۹۔ (۲) بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۳۴۶۔

الف: مولائے کائناتؑ نے فرمایا:

﴿اللهم اِنّی برئ من الغلاة کبرائة عیسیٰ بن مریم من النصاریٰ. اللهم

اخذُلهم ابداً ولا تنصُر منهم احداً﴾(۱)

''بارالہا میں غالیوں سے اسی طرح بیزار ہوں جس طرح نصاری سے عیسیٰ ابن مریم بے زار تھے بارالہاان کو ہمیشہ رسوا کراوران میں سے کسی کی مدد نہ کر''

ب :امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: **﴿احذروا علٰی شبابکم الغلاة لایفسدوهم فان الغلاة شر خلق الله یصغرون عظمة اللهویدعون الربوبیة لعبادالله﴾**(۲)

''اپنے جوانوں کو غالیوں سے بچاؤ کہ وہ ان کو خراب نہ کریں۔غالی خدا کی سب سے بدترین مخلوق ہیں خدا کی عظمت کو کم سمجھتے ہیں اوراس کے بندوں کے لئے ربوبیت کا عقیدہ رکھتے ہیں''

ج :امام جعفر صادقؑ نے غالیوں کے ساتھ معاشرت سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لا تقاعدوهم ولا تواکلوهم ولاتشاربوهم ولاتصافحوهم ولاتؤارثوهم.﴾(۳)

''غالیوں کے ساتھ نشست وبرخاست نہ کرو،ان کے ساتھ کھانے پینے سے پرہیز کرو،ان سے مصافحہ نہ کرواوران کواپناوارث نہ بناؤ''

علماء شیعہ اور تکفیر غلات

شیخ صدوق نے کہا ہے کہ:''غلات کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ لوگ کافر ہیں اور یہودو نصاریٰ،مجوس،قدریہ،حروریہ اوردوسرے فرقوں سے بدتر ہیں۔(۴)

شیخ مفید نے ان کو کافر اور گمراہ جانا ہے اور کہا ہے ائمہ معصومینؑ نے ان پر کفراوراسلام سے

(۱) بحارالانوار ،ج۲۵ ،ص۳۶۵.
(۲) بحارالانوار ،ج۲۵ ،ص ۳۶۵.
(۳) بحارالانوار، ج۲۵ ،ص ۲۹۶.
(۴) الاعتقادات فی دین الامامیة ،ص ۷۱.

خارج سمجھنے کاحکم لگاہے۔(۱)

علامہ مجلسی نے بھی غلو کے معیارکو بیان کرنے کے بعد کہاہے کہ:

ان میں کوئی ایک بھی اعتقاد الحاد، کفر اور دین سے خارج ہونے کا سبب ہے، جیسا کہ آیات و روایات اور عقلی دلیلوں سے ثابت ہوتا ہے لہٰذا اگر کہیں پر کسی حدیث میں غلو کا شبہ ہو تو اس کی تاویل کر نا چاہئے اور اگر تاویل نہ ہو سکے تو اس کو غالیوں کا افتراء سمجھنا چاہئے۔(۲)

اعتدال کی رعایت ضروری ہے

غلو غلط ہے اور کفر و گمراہی کا سبب ہے اس طرح لوگوں کی طرف بلا وجہ غلو کی نسبت دینا بھی صحیح نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ اولیاء الٰہی کے لئے علم غیب کے اعتقاد کو غلو سے نسبت دیتے ہیں یا انبیاء کے علاوہ دوسروں کی عصمت اور معجزات پر قدرت رکھنے کے عقیدہ کو غلو کے مصادیق میں شمار کرتے ہیں شیعوں پر اس قسم کے الزامات کی بھر مار ہے۔

جس پر کسی بھی طرح عقلی یا نقلی دلیل نہیں قائم کی جا سکتی ہے بلکہ اس کے برخلاف شیعہ و سنی دونوں علماء نے اولیاء الٰہی کے لئے کرامت اور علم غیب کے عقیدہ کو صحیح جانا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں پیغمبر اکرم ﷺ سے روایت ہے جس میں غیر نبی کے لئے محدث (خدا کی گفتگو کے مخاطب) ہو نے کی بات کہی گئی ہے۔(۳)

سعد الدین تفتازانی نے اولیاء خدا سے خارق العادہ امور کے اظہار کو عقلاً ممکن جانا ہے اور قرآن کریم میں جناب مریم، آصف بن برخیا وغیرہ کے واقعات نیز پیغمبر اکرم ﷺ کے اصحاب خصوصاً حضرت علی علیہ السلام کے کرامات کے ذریعہ ان سے خارق العادہ امور کے واقع ہونے پر

(۱) تصحیح الاعتقاد، ص ۱۰۹. (۲) بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۳۴۶.
(۳) صحیح بخاری، ج۳، ص۲۹۵.

استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ:

''اولیاء خدا سے کرامات کا ظہور وضاحت کے اعتبار سے انبیاء کے معجزات جیسا ہے۔''(۱)

اسی بنا پر شیخ مفید نے ان لوگوں کو جو ائمہ اہل بیتؑ کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ احکام دینی میں یہ ذوات مقدسہ اپنے گمان اور اپنی رائے پر عمل کرتی تھیں شدید تنقید کا نشانا بنایا ہے۔(۲) حقیقت ایمان اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ائمہ معصومینؑ کے تمام فضائل و کمالات اور معجزات جو ضروریات دین یا محکمات قرآن سے نہ ٹکراتے ہوں ان کو قبول کرنا چاہئے۔(۳)

سوالات

۱۔غلو اور غالیوں کے بارے میں شیخ مفید کا کلام تحریر کریں۔
۲۔علامہ مجلسی کے کلام کی روشنی میں غلو کے اقسام تحریر کیجئے۔
۳۔غلو اور غالیوں کے بارے میں شیخ مفید کا نظریہ لکھئے۔
۴۔غالیوں کی مذمت میں شیخ صدوق کا کلام تحریر کیجئے۔
۵۔غلو کے بارے میں صحیح راستہ کیا ہے؟ شیخ مفید کا کلام تحریر کریں۔
۶۔اولیاء الٰہی کی کرامت کے بارے میں تفتازانی کا کلام نقل کریں۔

---

(۱) شرح المقاصد، ج ۵، ص ۷۴ و ۷۵. (۲) تصحیح الاعتقاد، ص ۱۰۹.
(۳) بحار الانوار، ج ۲۵، ص ۳۴۷.

پینتالیسواں سبق:

فرقہ دروزی

خصوصیات

یہ فرقہ اسماعیلیہ سے نکلا ہے اس لئے بہت سے عقائد و اصطلاحات میں ان سے متفق ہے اگر چہ یہ لوگ خود اپنے کو مستقل اور موحد کہلانا چاہتے ہیں یہ الحاکم بامر اللہ (متوفی ۴۱۱ ھ) کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ غائب ہے اور ایک دن ظہور کرے گا۔ان کا کہنا ہے کہ الحاکم بامر اللہ الوہیت کی ناسوتی صورت ہے وہی واحد، صمد اور عدد و شمار سے منزہ ہے اس جیسا کوئی نہیں ہوسکتا۔دروزی اسکی اطاعت میں اپنی جان، مال، اولاد اور سب کچھ اسی کے حوالہ سمجھتے ہیں اور اپنے نفع نقصان پر کوئی توجہ نہیں رکھتے۔ان کی نظر میں دروزی وہ ہے جسکا عقیدہ ہو کہ آسمان میں کوئی خدا اور زمین میں کوئی امام الحاکم کے علاوہ نہیں ہے۔(۱) یہ لوگ سوریہ اور لبنان میں رہتے ہیں ۱۹۵۶ء کی مردم شماری کے مطابق لبنان میں ان کی تعداد ۸۸۱۰۰/افراد تھی اور ۱۹۴۷ء کی مردم شماری کے مطابق سوریہ میں ان کی تعداد ۹۶۶۴۱/افراد تھی۔(۲)

دروزیوں کے بڑے رہنما

دروزیوں کے سب سے بڑے رہنما حمزہ بن علی بن احمد زوزنی معروف بہ لبّاد، حسن بن

....

(۱) تاریخ اندیشه های کلامی در اسلام، ج۲، ص۴۶۳.۴۶۴. (۲)تاریخ اندیشه های کلامی در اسلام، ج۲، ص۵۶۷.

حیدرہ فرغانی معروف بہ اخرم، محمد بن اسماعیل دروزی معروف بہ انوشتکین بخاری ہیں۔ان تینوں کے

بارے میں زیادہ تفصیلات موجود نہیں ہیں بلکہ ان میں سے کون مقدم اور مؤخر ہے یہ بھی معلوم نہیں ہے۔بعض تحریروں کے مطابق محمد بن اسماعیل دروزی نے ۴۰۷ھ یا ۴۰۸ھ میں حاکم سے رابطہ کیا اوراسکو خدائی کے دعوے پر آمادہ کیا تو اس نے خود کچھ نہ کرتے ہوئے اسکو تبلیغ کی اجازت دیدی اسی وجہ سے اس فرقہ کو دروزی کہا جاتا ہے۔

محمد دروزی کے حالات زندگی کی تفصیلات موجود نہیں ہیں لیکن بعض شارحین نے اس کی تاریخ وفات ۴۱۰ھ قرار دی ہے ان کا اشارہ ہے اس کا قتل حمزہ ابن علی کی سازش کا نتیجہ تھا جس نے حاکم کو اس کے قتل پر آمادہ کیا لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

حمزہ بن علی نے داعی کے طور پر ۴۰۸ھ میں فعالیت شروع کی۔اس نے الحاکم بامراللہ کو خط لکھا اور اس میں اس کے خدا ہونے کا اعلان کیا۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ حمزہ بن علی نے اپنے ایک رسالہ میں محمد کو متہم کیا ہے کہ وہ حاکم کو صرف انسان سمجھتا ہے نہ کہ خدا اور اسکا کہنا ہے کہ حاکم میں علی بن ابی طالبؑ کی روح منتقل ہوگئی ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ علیؑ صرف ایک بنیاد ہیں جو امام ہیں نہ کہ خدا۔

دروزیوں کی نسل

ان کا عقیدہ ہے کہ وہ قدیم عربی نسل سے متعلق ہیں اور اکثر لوگ تنوخ کے قبائل کی طرف منسوب ہیں۔ان کی دلیل یہ ہے کہ ان کے اکثر نام عربی میں ہیں جیسے ابوالرجل،ابوالفقہ، ابوالمکارم،ابوالفوارس،اسحاق،تنوخ،تامر،حسن،حصن،خالد،رضوان،سعید،شہاب،صاعد،عبدالقادر، ہاشم،ہانی،نعمان،ہلال،محمد،مسعود وغیرہ۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ عربی الفاظ کا دوسرے قبائل کے مقابل میں زیادہ صحیح تلفظ کرتے ہیں۔

درزویوں کے دینی سماج اوران کا مکتب فقہی

یہ حنفی مذہب کے تابع ہیں ان کا مذہبی معاشرہ دوگروہوں میں تقسیم ہوتا ہے: عاقل اور جاہل۔ عاقلوں کے دوسردار ہوتے ہیں انھیں دینی سرداری کا حامل تصور کیا جاتا ہے اور شیخ عاقلان کہا جاتا ہے۔جن کے اوپر کچھ احکام کی پابندی ہوتی ہے جیسے شراب سیگرٹ وغیرہ سے پرہیز، ان کا لباس اور کھانا پینا زاہدانہ ہونا چاہیئے جس میں اوپر اٹھا ہوا سفید عمامہ اور ایک گہرے نیلے رنگ کی عبا اور قبا ہونی چاہیئے بقیہ افراد جاہلوں میں شمار ہوتے ہیں جن کو شرّاحین بھی کہا جاتا ہے یہ بعض شرحوں اور رسالوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں لیکن انھیں اصلی رسالوں کے پڑھنے اور قرآن کی تلاوت کرنے کا حق نہیں ہوتا۔ یہ دنیاوی لذتوں سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں اور ان کے لئے کسی لباس کی بھی کوئی قید نہیں ہے۔(۱)

تین اہم شخصیات

۱۔مقتنی بہاء الدین ابوالحسن علی بن احمد سموقی معروف بہ ضیف اس نے حمزہ بن علی کے بعد اس مذہب کی قیادت سنبھالی اور دروزی عقائد کی نشر واشاعت میں فعّال کردار ادا کیا۔اس کی طرف بہت سے رسالے منسوب ہیں اس کے رسالے میں جو آخری تاریخ درج ہے وہ ۴۳۲ھ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۴۱۱ھ سے ۴۳۲ھ تک اس مذہب کا ذمہ دار تھا۔

۲۔امیر سید جمال الدین عبداللہ تنوخی اس کی قبر لبنان میں ہے اور دروزی ہر سال اس کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔

۳۔شیخ محمد ابوہلال معروف بہ شیخ فاضل یہ بھی اپنے پیشرو کی طرح زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا البتہ وہ لوگوں سے کنارہ کش رہ کر پہاڑوں کی زندگی کو ترجیح دیتا تھا۔دروزی اخلاق میں امیر جمال الدین

(۱) تاریخ اندیشه های کلامی در اسلام، ج۲، ص ۵۷۴، ۵۷۵.

اور زہد وتصوف میں شیخ ابو ہلال کو اپنے لئے نمونہ سمجھتے ہیں۔(۱)

سوالات

۱۔دروزی مذہب کی خصوصیات تحریر کیجئے۔
۲۔دروزی مذہب کے تین بزرگ رہبروں کے نام بتائیے۔
۳۔الحاکم بامراللہ کی خدائی کی طرف دعوت دینے میں حمزہ بن علی کے کردار پر روشنی ڈالئے۔
۴۔دروزی کس نسل سے متعلق ہیں اور کہاں رہتے ہیں؟
۵۔ان کا دینی سماج کیسا ہے اور وہ کس فقہی مذہب پر عمل پیرا ہیں؟
۶۔دروزی مذہب کی تین علمی شخصیات کے مختصر حالات زندگی تحریر کیجئے۔

(۱) تاریخ اندیشه های کلامی در اسلام، ج۲، ص ۵۳۸ ، ۵۳۹ ، ۵۷۹ ، ۵۸۹.

چھیالیسواں سبق:

فرقہ نصیریہ

نصیریت کا آغاز

یہ غالیوں کا ایک فرقہ ہے جس نے مولائے کائنات علی بن ابی طالب ؑ کے بارے میں غلو کیا ہے اوران کے لئے الوہیت کا قائل ہے ان کو انصاریہ اور علویہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ پانچویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے ان کا رہبر نُصَیر نامی شخص بیان کیا جاتا ہے یہ لوگ شام میں اب بھی مقیم ہیں۔(۱)

ملل ونحل کی قدیم کتابوں میں ان کا تذکرہ نہیں ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ پانچویں صدی ہی میں وجود میں آئے۔

شہرستانی کا کہنا ہے کہ یہ لوگ انھیں کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور شہرستانی نے اسکا تذکرہ ایک دوسرے فرقہ اسحاقیہ کے ساتھ کیا ہے اس فرق کے ساتھ نصیری مولائے کائنات ؑ کو خدا سمجھتے ہیں۔اور اسحاقیہ ان کو نبی مانتے ہیں۔(۲)

نصیری عقائد

۱۔علی بن ابی طالب ؑ خدا ہیں یا خدا نے ان میں حلول کیا ہے۔

....

(۱) تاریخ شیعه وفرقه های اسلام ،ص ۱۸۵ .　　(۲) الملل والنحل ،ج ۱، ص ۱۸۸،۱۸۹ .

۲۔سلمان فارسی ان کے رسول ہیں۔

۳۔کلمہ سرّ سے تین حرف مراد ہیں: ع:علی. م:محمد. س:سلمان.

۴۔ابن ملجم سے محبت کی جائے ،اس لئے کہ اس نے لاہوت کو ناسوت کی قید سے آزاد کرایا۔لہٰذاان کی نظر میں ابن ملجم پرلعنت کرنا غلط ہے۔

۵۔شراب نور ہےلہٰذا''مو''نامی درخت کوعظیم سمجھتے ہیں اوراس کےاکھاڑنے کوگناہ جانتے ہیں۔(۱)

ان کا بنیادی عقیدہ علی بن ابی طالبؑ کوخدا ماننا ہےان کی قدیم کتابوں میں بھی اس کا تذکرہ ہے جس میں حضرت علیؑ کی توصیف اس طرح کی گئی ہے وہ واحد ہیں،صمد ہیں،لم یلدولم یولد ہیں،قدیم اورازلی ہیں ،ان کا جو ہرنور اورستارے انھیں کے نور کا جلوہ ہیں ،وہ نوروں کا نور ہیں ،انھوں نے دریاؤں کو پھیلایا ہے، پہاڑوں کوشگافتہ کیا ہےتمام امور کی تدبیرانھیں کے ہاتھ میں ہے۔

ان کا کلمہ یہ ہے:''اشهد ان لا الہ الّاعلی بن ابی طالب ''ان کےعقیدہ کےمطابق علی ہی نے محمد کو پیدا کیا ہےاورمحمد علیؑ کا حجاب ہیں جنھوں نے سلمان فارسی کواپنے نور سے پیدا کر کے انھیں اپنادروازہ قرار دیا ہےاوراپنے پیغام کی تبلیغ کی ذمہ داری دی ہے۔انھیں تینوں کے ناموں کے پہلےحرف سےایک رمز بنتا ہے(ع،م،س)ہر نیامومن اسی کےراز کی قسم کھاتا ہے۔

محمد نے پانچ یتیموں کو پیدا کیا جنھوں نے دنیا پیدا کی جن کے نام یہ ہیں:

مقداد بن اسود،عبداللہ بن رواحہ انصاری،ابوذرغفاری،عثمان بن مظعون اورقنبر بن کدان دوسی۔

ان کا ایک دوسرا عقیدہ تناسخ ہے جس کی رو سے مومن اپنے خاص مقام تک ستاروں کے درمیان پہونچنے کے لئے سات مراحل کو طے کرتا ہےاوراگرکوئی بدکارمر جائےتو وہ عیسائی یامسلمان کی صورت میں پیدا ہوتا ہے تا کہ اپنے گناہوں سے پاک ہو سکےلیکن علی بن ابی طالب کی پرستش نہ کرنے والااپنی جدید پیدائش میں کتے ،اونٹ،گدھے یا گوسفند کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔(۲)

---

(۱) تاریخ اندیشه های کلامی در اسلام ، ج ۲ ،ص ۴۰۸. (۲) تاریخ اندیشه های کلامی در اسلام ،ج ۲، ص۴۴۵ ،۴۴۶.

نصیری فرقے

۱. حیدریه: یہ علی حیدری کی طرف منسوب ہے جونویں ہجری میں اس فرقہ کا رہبر تھا۔

۲. شمالیّه: ان کا کہنا ہے کہ علی بن ابی طالبؑ آسمان میں ہیں اور سورج میں رہتے ہیں۔

۳. کلازیہ یا قمریہ: ان کا عقیدہ ہے کہ مولائے کائنات چاند میں رہتے ہیں اور جب انسان خالص شراب پیتا ہے تو چاند سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ یہ فرقہ شیخ محمد بن کلازی کی طرف منسوب ہے۔

۴. غیبیہ: ان کا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم نے شروع میں اپنا جلوہ دکھایا لیکن پھر غائب ہو گیا اور موجودہ زمانہ غیبت کا ہے اور غائب وہی خدا ہے جس نے مولائے کائنات علی بن ابی طالبؑ میں جلوہ نمائی کی تھی۔(۱)

نصیریوں کا قیام

عثمانی دور حکومت میں اس فرقہ پر بہت مظالم ہوئے لہٰذا ان لوگوں نے عثمانی حکومت کے خلاف قیام کیا:

ایک مرتبہ ۱۸۶۶ء میں راشد پاشا کے دور حکومت میں ان کے قیام کو کچل دیا گیا لیکن دس سال بعد ان لوگوں نے دوبارہ بغاوت کی جو صلح پر ختم ہوگئی۔

دوسری مرتبہ اسماعیل خیر بک کی رہبری میں قیام ہوا جس کو ایک علاقہ دے کر خاموش کر دیا گیا لیکن اس نے پھر بغاوت کی اور اس کے بعد کبھی پوشیدہ ہو جاتا تھا اور کبھی ظاہر آخر کار اپنے ماموں کے ہاتھوں قتل کر دیا گیا۔

---

(۱) تاریخ اندیشه های کلامی در اسلام، ج ۲، ص ۴۵۰.

تیسری مرتبہ ۱۹۱۸ء میں شیخ صالح علی نے فرانس کی حکومت کے خلاف قیام کر کے سوریا پر حکومت قائم کر لی ۱۹۲۱ء تک مقاومت کی اور پھر پہاڑوں میں مخفی ہوگیا فرانسیسیوں نے اسے فوجی عدالت کے ذریعہ پھانسی کی سزا سنادی اوراس کی جستجو میں دیہاتیوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا تو اس نے اپنے کو گرفتار کروادیا اسکے بعد فرانس کی فوج کی طرف سے اس کی معافی کا حکم صادر کر دیا گیا اس شرط کے ساتھ کہ لوگوں سے دور فرانس کی حکومت کے زیرنگرانی زندگی بسر کرے لہٰذا شیخ صالح نے گوشہ نشینی اختیار کر لی اور ۱۹۳۶ءتک گوشہ نشین رہا ۱۹۵۰ء میں اس کا انتقال ہوگیا۔(۱)

سوالات

۱۔فرقہ نصیریہ کون لوگ ہیں اور یہ کب وجود میں آئے؟
۲۔نصیریوں کا بنیادی عقیدہ کیا ہے؟
۳۔تناسخ کے بارے میں نصیریوں کا کیا عقیدہ ہے؟
۴۔نصیری فرقے کون کون سے ہیں؟
۵۔شیخ صالح علی اور فرانسیسیوں کے خلاف اس کے قیام پر روشنی ڈالیں۔

---

(۱) تاریخ اندیشه های کلامی در اسلام، ج ۲، ص ۴۵۳، ۴۶۰.

سینتالیسواں سبق:

فرقۂ اہل حق

مشہور یہ ہے کہ یہ بھی غالیوں کا ایک فرقہ ہے جس کو عَلِیُّ اللّٰهِیُ بھی کہتے ہیں یہ لوگ بھی مولائے کائناتؑ کے بارے میں غلو کرتے ہیں اور ان کو خدا سمجھتے ہیں۔

اہل حق کب وجود میں آئے اور ان کا بانی کون تھا؟

بعض مصنفین کا کہنا ہے کہ یہ فرقہ دوسری صدی ہجری میں پیدا ہوا اور ساتویں صدی میں اس کو دوبارہ زندہ کیا گیا۔(۱)

بعض دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ اس فرقہ کی بازگشت چوتھی صدی میں مبارک شاہ ملقب بشاہ خو شین کی طرف ہے۔ یہ شخص لرستان کے علاقہ میں اپنے کچھ تابعین کے ساتھ سلطان طریقت کے طور پر رہتا تھا جس نے چار لوگوں سے یہ وعدہ کیا کہ میری روح سو سال بعد سلطان صحاک یا اسحاق نامی شخص کے جسم میں جلوہ افروز ہوگی لہٰذا اس کے چاہنے والوں نے یہ سو سال خاموشی کے ساتھ اسی کے انتظار میں بسر کئے اور آخر کار اس تک پہونچ گئے۔(۲)

لہٰذا اس مذہب کے ماننے والوں میں مشہور یہ ہے کہ سلطان صحاک (اسحاق) بھی اس کا

---

(۱) مجله تخصصی کلام اسلامی ،شماره ۱۴، ص۸۷. (۲) دایرة المعارف تشیع ،ج ۳ ،ص ۶۵۵،۶۵۶.

بانی ہے اس فرقہ کو غالیوں میں شمار کرنے اور عَـلِـیُّ اللّٰھِی کہنے سے بھی وہ لوگ منع کرتے ہیں جیسا کہ ان کے بزرگ سید قاسم افضلی کا کہنا ہے کہ حقیقی اہل حق کبھی بھی حضرت علیؑ کو خدا نہیں سمجھتے لہٰذا یہ نسبت صحیح نہیں ہے اہل حق کا علی اللھیوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔(۱)

اہل حق کا خاندان یا اس کی شاخیں

سلطان اسحاق نے اس فرقہ کو ایک واقعی شکل دینے کے لئے کچھ جانشین معین کئے ہیں جن کو ان کی ذمہ داری کے اعتبار سے مخصوص لقب دیا گیا ہے۔شروع میں پیر بنیامین کو پیری اور داؤد کو دلیل کے عہدہ پر منصوب کیا گیا بعد میں ان لوگوں نے سات خاندان یا سات سلسلوں کو معین کیا وہ سات خاندان یہ ہیں:

۱۔شاہ ابراہیم کا خاندان

۲۔سید ابوالوفا کا خاندان

۳۔عالی قلندر کا خاندان

۴۔سید میر سور کا خاندان

۵۔بابا یادگار کا خاندان

۶۔سید مصطفٰی کا خاندان

۷۔حاجی بوعیسیٰ (سید باویسی) کا خاندان

ان کی نظر میں جو بھی ان کے مذہب میں داخل ہونا چاہے وہ اپنے کو انھیں میں سے کسی ایک خاندان کا ثابت کرے اور اپنی مذہبی تشخص کا اظہار کرے ان کی نظر میں بنیامین کا مرتبہ سب سے بلند ہے جو عالمِ أَلَسْــــــــــتُ میں جبرئیل، شریعت کے دور میں سلمان، اور آخری زمانہ میں بنیامین تھا

(۱) دایرۃالمعارف تشیع، ج ۳، ص ۶۵۵،۶۵۶.

وہ پروردگار کی سب سے مقرب اور پہلی مخلوق تھا جو آخری زمانہ میں امام مہدی کے طور پر ظہور کر چکا۔(۱)

اہل حق کی عبادتیں

یہ لوگ ہفتہ میں ایک یا چند بار اپنے پیر کی موجود گی میں اپنے عبادت خانوں میں وافر مقدار میں نذر و نیاز کا سامان لیکر دعا و عبادت کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور ہفتہ میں ایک بار کی شرکت کو دائمی عبادت کے لئے کافی جانتے ہیں عام طور پر یہ اجتماع شب جمعہ ہوتا ہے نماز نہیں پڑھتے اور اس کی جگہ پر نذر و نیاز کرتے ہیں، تین دن روزہ رکھتے ہیں، چونکہ سلطان صحاک تین دن تک دشمنوں کے خوف سے غار میں بغیر غذا کے رہا اس روزہ کا نام مرنو ہے اس کے علاوہ قولطاس نامی تین روزے ہیں جو قولطاس کے دوستوں اور قوشچی، اوغلی، اور شاہ ابراہیم سے مربوط ہیں جو شدید سردی میں تین دن تک برفباری کا شکار رہے اور اس سے نجات کے بعد جشن منایا گیا۔(۲)

شیطان اور شارب

بعض لوگ اس فرقہ کو شیطان پرست سمجھتے ہیں جبکہ موجودہ رہبر اس بات کا انکار کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں سلطان صحاک (اسحاق) کے کلمات نقل کرتے ہیں جس نے شیطان کی مذمت کی ہے۔(۳) اس کے باوجود بعض قابل اعتماد افراد کے بیان کے مطابق یہ لوگ شیطان کی عزت کرتے ہیں اور اس پر لعنت بھیجنے کی شدید مخالفت کرتے ہیں شارب (شراب خوار) بھی ان لوگوں کے نزدیک ایک خاص احترام کا حامل ہے اور سلطان خاص کے ارکان اصلی میں سے ایک ہے (۴)

---

(۱) مجلہ تخصصی کلام اسلامی، شمارہ ۱۶، ص ۶۹،۷۳. (۲) دائرۃ المعارف تشیع، ج۳، ص ۲۵۹، ۲۶۱.
(۳) دائرۃ المعارف تشیع، ج۳، ص ۲۶۲. (۴) دائرۃ المعارف تشیع، ج۳، ص ۲۶۲.

اہل حق کے علاقے

یہ لوگ ایران، عراق، سوریہ، افغانستان، تاجکستان وغیرہ میں رہتے ہیں جن کا اصلی مرکز ایران کا صوبہ کرمانشاہان ہے جس میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ افراد اس مذہب کے معتقد ہیں۔

اس کے علاوہ ترکی اور آلبانیہ میں بھی بکتاشی کے نام سے اس فرقہ کو ماننے والے ایک بڑی تعداد میں زندگی بسر کرتے ہیں۔(۱)

سوالات

۱۔اہل حق کی ابتدا اور ان کے بانی کے بارے میں تحریر کریں؟

۲۔اہل حق کو عَلِیٌّ اللّٰھی کہنے کے بارے میں اس کے موجودہ رہبر کا نظریہ تحریر کریں۔

۳۔ان کے خاندانوں کے بارے میں وضاحت تحریر کریں۔

۴۔پیر بنیامین کے بارے میں اہل حق کا نظریہ تحریر کریں۔

۵۔اہل حق کی عبادتیں تحریر کریں۔

۶۔شیطان اور شارب کے بارے میں ان کا نظریہ تحریر کریں۔

۷۔اہل حق دنیا کے کن علاقوں میں رہتے ہیں؟

---

(۱) مجلہ تخصصی کلام اسلامی ،شمارہ ۱۴، ص ۸۵ ،۸۷.

اڑتالیسواں سبق:

فرقہ شیخیہ اور کشفیہ

شیخیہ کے رہبر

ان کا رہبر شیخ احمد احسائی (۱۱۶۶ھ سے ۱۲۴۱ھ تک) بحرین سے متصل قطیف کے علاقہ ''احساء'' میں پیدا ہوا۔۵ سال کی عمر میں قرآن پڑھ لیا اور اسکے بعد کچھ عربی علوم کی تعلیم حاصل کی پھر ۱۱۸۴ھ میں کربلا گیا اور وہاں شیعوں کے بزرگ علماء آقا باقر بہبہانی، سید مہدی بحر العلوم، شیخ جعفر کاشف الغطاء وغیرہ کے درس میں جانے لگا۔ ۱۲۰۹ھ میں اپنے وطن واپس چلا گیا۔ ۱۲۱۲ھ میں دوبارہ کربلا واپس آیا پھر بصرہ کو اپنا دائمی مسکن بنالیا۔ ۱۲۲۱ھ میں امام رضاؑ کی زیارت کے لئے مشہد پہونچا وہاں سے یزد گیا اور پھر فتح علی شاہ قاجار کے حکم سے تہران چلا گیا وہاں سے کرمان شاہان گیا اور پھر قزوین میں علماء اسلامی نے اسکا استقبال کیا اور وہ وہیں نماز جماعت اور تدریس میں مشغول ہوگیا لیکن معاد کے سلسلہ میں بعض عقائد کی بنیاد پر وہاں کے بزرگ عالم ملا محمد تقی برغانی نے اس کے کفر کا فتویٰ دیدیا جس کو تمام علماء شیعہ نے قبول کرلیا وہ وہاں سے مشہد چلا گیا اور پھر عراق ہوتے ہوئے اپنے وطن کی طرف روانہ ہوگیا اور مدینہ سے نزدیک ہدیہ نامی بستی میں ۲۱ ذیقعدہ ۱۲۴۱ھ کو انتقال کرگیا اور بقیع کے قبرستان میں بیت الاحزان کے نزدیک دفن ہوا۔(۱)

---

(۱) اعیان الشیعه، ج۲، ص ۵۸۹، ۵۹۰.

شیخیہ کے مخصوص عقائد

اس کے بعض عقائد جو علماء اسلام کی طرف سے جو اس کے کفر کا فتویٰ دینے کا سبب بنے اس طرح ہیں۔

الف۔معاد: اس کا کہنا تھا کہ یہ مادی جسم زندہ نہیں ہوگا بلکہ روحیں ایک جسم لطیف کے اندر محشور ہونگیں۔

ب۔معراج: احسائی معراج جسمانی کا قائل ہونے کے ساتھ اس بات کا قائل تھا کہ پیغمبر اکرم ﷺ کا جسم ہر آسمان کی مخلوق کی صورت اختیار کر لیتا تھا تاکہ خرق اور التیام لازم نہ آئے۔

ج۔وجود امام عصر (عج): شیخ احسائی امام عصر (عج) کے وجود اور ظہور کو یقینی جانتا تھا لیکن اسکا کہنا تھا کہ امام اس مادی دنیا کے بجائے ایک روحانی دنیا میں قیام پذیر ہیں اور وہاں سے پوری دنیا پر حکومت کر رہے ہیں جب حکم خدا ہوگا تو وہ ظہور کریں گے۔

د۔ائمہ معصومینؑ کے سلسلہ میں غلو کا قائل تھا اور ربوبیت کا عقیدہ رکھتا تھا۔

ہ۔اسکے عقیدہ کے مطابق ہر زمانہ میں شیعوں میں کوئی ایک شخص امام زمانہ (عج) کا نائب خاص ہونا چاہئے۔(۱)

ان کے اصول دین چار ہیں:

۱۔توحید. ۲۔نبوت. ۳۔امامت. ۴۔اور ہر زمانہ میں ایک شیعۂ کامل کا وجود جو امام اور امت کے درمیان رابطۂ فیض ہو اس کو ''رکن رابع'' بھی کہتے ہیں۔(۲)

شیخیۂ کرمان

شیخ احسائی کے بعد سید کاظم رشتی اسکا جانشین ہوا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اس منصب کے دو

---

(۱) قصص العلماء، ص ۴۴، ۵۰.   (۲) قصص العلماء، ص ۴۳.

دعویدار پیدا ہوئے ایک محمد کریم خان اور دوسرا مرزا محمد علی شیرازی جو باب کے لقب سے مشہور ہوا۔ محمد کریم خان (۱۲۲۵ھ سے ۱۲۸۸ھ) بادشاہ کے رشتہ دار ظہیر الدولہ کا بیٹا تھا اور سید کاظم رشتی کے شاگردوں میں سے تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کی وصیت کے مطابق اکثریت نے اس کے بیٹے محمد خان کو اپنا رہبر مان لیا اگر چہ بعض لوگ اس سے الگ ہو گئے یہ لوگ فقہی مسائل میں اخباری نظریہ کے تابع ہیں اور ابوالقاسم خان نے اجتہاد و تقلید کے سلسلہ میں ایک کتاب بھی لکھی ہے۔

شیخیۂ آذربائجان

یہ لوگ اصول وعقائد میں احسائی کے تابع ہونے کے باوجود فقہی احکام میں مذہب جعفری کے مراجع کے مقلد ہیں۔

ان کے بعض بزرگ علماء: ملا محمد حجۃ الاسلام مامقانی، میرزا محمد حسین حجۃ الاسلام، میرزا محمد تقی حجۃ الاسلام، میرزا علی ثقۃ الاسلام وغیرہ ہیں۔

کشفیہ

شیخیہ کا دوسرا نام کشفیہ ہے اس لئے کہ شیخ احمد اپنے لئے کشف والہام کا قائل تھا۔ مرحوم سید محسن امین اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ کشفیہ کی طرف کچھ ایسے امور کی نسبت دی جاتی ہے جو اگر صحیح ہوں تو غلو اور دین سے خروج کا سبب بنیں گے۔ بعض علماء کے مطابق جو غلط عقائد شیخیہ کے یہاں رائج ہیں وہ سید کاظم رشتی کی دین ہیں۔(۱)

---

(۱) اعیان الشیعه، ج ۲، ص ۵۸۹، ۵۹۰.

سوالات

۱۔ شیخ احمد احسائی کے مختصر حالات زندگی تحریر کریں۔

۲۔ شیخ احسائی اور شیخیہ کے مخصوص عقائد ذکر کریں۔

۳۔ شیخیہ کی نظر میں رکن رابع سے کیا مراد ہے؟

۴۔ کرمان کے شیخیہ کا رہبر کون تھا؟ ان کا فقہی مکتب کیا ہے؟

۵۔ آذربائیجان کے شیخیہ اور ان کے تین علماء کے بارے میں تحریر کریں۔

۶۔ کشفیہ کے بارے میں سید محسن امین نے کیا فرمایا ہے؟ تحریر کریں۔

انچاسواں سبق:

مسلک بابیہ اور بہائیہ

ابتدا اور بانی

مسلک بابیہ تیرہویں صدی ہجری اور انیسویں صدی عیسوی میں سید علی محمد کے ذریعہ وجود میں آیا۔ یہ پہلی محرم ۱۲۳۵ھ یا ۱۲۳۶ھ کو شیراز میں پیدا ہوا اور ۲۷ شعبان ۱۲۶۶ھ میں مرتد ہونے کی سزا میں تبریز میں پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

بابیہ اسکو ''حضرت اعلیٰ'' اور ''نقطہ اولیٰ'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

وہ ابتدائی تعلیم کے بعد تجارت میں مشغول ہوگیا اور جوانی ہی میں عجیب وغریب حرکتیں اور عملیات وطلسمات کرنے لگا وہ شدید گرمی میں گھنٹوں چھت پر کھڑے ہوکر سورج کو مسخر کرنے کے لئے اوراد پڑھتا تھا اور پھر اس کے بعد تجارت چھوڑ کر تحصیل علم اور سیر وسیاحت کے لئے عراق وحجاز کا سفر کیا اور وہاں سید کاظم رشتی کے غلوآمیز عقائد سے متاثر ہونے کا خیال پیدا ہوا اور اس کے انتقال کے بعد اس نے پہلے ذکریت کا دعویٰ کیا پھر بابیت کا اسکے بعد مہدویت کا اور پھر نبوت کا یہاں تک کہ آخر کار الوہیت کے دعوے تک پہونچ گیا۔

تالیفات باب

اسکی پہلی کتاب سورہ یوسف کی تفسیر کے سلسلہ میں ہے جسکو وہ لوگ قیوم الاسماء کے نام سے یاد

کرتے ہیں۔ دوسری مشہور کتاب مجموعہ الواح ہے جو علماء اور سلاطین سے خطاب ہے ایک اور کتاب **صحیفۃ بین الحرمین** ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان لکھی گئی ہے اور سب سے مشہور کتاب بیان ہے جو عربی اور فارسی دونوں میں لکھی گئی ہے جس کی عربی قواعد کے مطابق نہیں ہے یہ کتاب اس کے ماننے والوں کے لئے آسمانی وحی و شریعت کا درجہ رکھتی ہے۔

مرزا حسین علی بہاء اور مسلک بہائیہ

مرزا حسین علی ۱۲۳۳ھ میں مازندران کے ایک دیہات میں پیدا ہوا اور ۱۳۱۰ھ میں عکا میں انتقال کیا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد حکومت میں منشی کے طور پر خدمت شروع کی اور اسکے بعد قلندروں کا لباس پہن لیا اور جب باب کا ہنگامہ کھڑا ہوا تو یہ اور اسکا رشتہ کا بھائی یحیٰی صبح ازل اس سے ملحق ہو گیا اور باب کے پھانسی پر لٹکائے جانے کے بعد یحیٰی نے اسکی جانشینی کا دعویٰ کیا۔ شروع میں تو مرزا حسین علی نے قبول کر لیا لیکن بعد میں رقابت شروع کر دی اور پہلے باب کے کلمات میں ذکر شدہ **من یظھرہ اللھی** کا دعویٰ کیا اور پھر آہستہ آہستہ رسالت، شارعیت اور حلول خدا کے دعوے تک پہونچ کر اپنے کو **الھیکل الاعلیٰ** کہلوایا اور دعویٰ کیا کہ سید علی باب حقیقت میں اسکے ظہور کی بشارت دینے کے لئے آیا تھا۔

استعماری سفارتخانے اس مذہب کے بے انتہا حامی خاص طور پر روس کا سفارتخانہ اس فرقے کے خلاف اقدام کرنے پر حکومت کو دھمکیاں دیتا تھا لیکن آخر کار علماء اسلام کی کوششوں سے مرزا حسین علی کو عراق بھیج دیا گیا عراق اس وقت عثمانی حکومت کے زیر انتظام تھا اور پھر دونوں بھائیوں کے درمیان جھگڑے کی وجہ سے دونوں کو عدالت کی طرف سے وہاں سے بھی بدر کر دیا گیا۔ اور صبح ازل کے طرفدار ازلیہ نیز حسین علی کے طرفدار بہائیہ کے نام سے مشہور ہوئے اور جنھوں نے ان دونوں کو قبول نہیں کیا وہ صرف بابیہ کہے گئے۔ حسین علی کی وفات کے بعد بہائیہ فراموشی کا شکار ہو گئے لیکن

اسکے بڑے بیٹے عباس آفندی کے میدان میں آنے سے یہ مذہب پھر زندہ ہوگیا اور اسکو عبدالبہاء کے لقب سے یاد کیا گیا۔ یہ ۱۸۴۴ء میں پیدا ہوا اور ۱۹۲۱ء میں انتقال کیا۔ ۱۹۱۱ء میں ایران میں داخل نہ ہو پانے کی وجہ سے یورپ چلا گیا اور روس کے بجائے انگلینڈ اور امریکہ سے رابطہ کرلیا اور پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں کے لئے عظیم خدمات انجام دیں جسکی وجہ سے اسکو "سر" (sir) لقب دیا گیا اور اس کے بعد سے وہ ان کا ایک عظیم خدمت گذار بن گیا جسکو (Knight Hood) کے میڈل سے نوازا گیا۔ عبدالبہاء کی موت کے بعد حسین علی کے نواسے نے قیادت سنبھالی اور ۱۹۵۷ء تک اس عہدہ پر قائم رہا اور اسکے بعد ۹ افراد کی کمیٹی نے یہ ذمہ داری سنبھالی جسکا نام "بیت العدل" رکھا گیا۔ غاصب اسرائیل میں حیفا نامی سرزمین پر آج بھی ان کا مرکز قائم ہے۔

حسین علی کی تصنیفات

حسین علی کی دو کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے جسکو وہ لوگ اس پر ہونے والی وحی جانتے ہیں ایک ایقان جو فارسی میں ہے اور ان لوگوں کے مطابق بغداد میں وحی ہوئی ہے۔ اور دوسری کتاب "اقدس" جس میں عربی بھی مخلوط ہے جو ان کے مطابق عکا میں نازل ہوئی ہے اسکے علاوہ کچھ دوسرے صحیفہ بھی ہیں جن کو وہ لوگ کلمات مکنوز ، هفت وادی، کتاب مبین اورسوال و جواب وغیرہ سے یاد کرتے ہیں اس کی طرف منسوب ہیں۔

مرزا حسین علی کے ذریعہ خدائی کا دعویٰ

کتاب اقدس میں اس نے اپنے کو منبع وحی اور خدا کی تجلی کا مرکز قرار دیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ تمام امور کی تدبیر اور خلقت، پروردگار نے ہمارے حوالہ کر رکھی ہے اور کتاب مبین میں کہا ہے:

لا اله الا انا المسجون الفريد

"میرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور صرف میری ہی تسبیح ہوتی ہے۔"

کتاب ایام تسعہ میں اپنی ولادت کے دن کے بارے میں کہا ہے:

فیا حبذا ھذا الفجر الذی فیہ ولد من لم یلد ولم یولد.

''اس صبح کا کیا کہنا جس دن لم یلد ولم یولد پیدا ہوا۔''

اوران کی دعاؤں کی کتابوں میں بہائیوں کی دعاء کے کلمات میں ایک کلمہ یہ ہے کہ ''پروردگار تجھے تیری ہلتی ہوئی داڑھی کی قسم دیتا ہوں۔''

شریعت اسلام کے منسوخ ہونے کا دعویٰ

بہائیوں کا عمومی عقیدہ یہ ہے کہ باب اور بہاء کے ظہور کے بعد شریعت اسلام منسوخ ہوگئی اور اب پروردگار کے جلوہ افروز ہونے کا زمانہ ہے جو باب اور حسین علی کی صورت میں ہو چکا ہے اور اب ہزار سال تک اس کا ظہور نہیں ہوگا۔

مسلک بہائی کے احکام وعبادات

بہائیوں کے یہاں نماز ۹ رکعت ہے جو صبح، دو پہر اور شام کو ہر بالغ پر واجب ہے اور ان کا قبلہ شہر عکا ہے جہاں حسین علی کی قبر ہے نماز کے لئے وضو بھی ضروری ہے لیکن اگر وضو کے لئے پانی نہ ہو تو پانچ بار یہ کہے:

بسم اللہ الاطھر الاطھر.

نماز میت کے علاوہ کوئی نماز جماعت سے نہیں پڑھی جاتی۔ ان لوگوں کے یہاں روزہ ایک مہینہ ہے جو انیس دن کا ہوتا ہے اس لئے کہ ان کے یہاں ایک سال میں ۱۹ دن کے ۱۹ مہینے ہوتے ہیں اور پورا سال ۳۶۱ دن کا ہوتا ہے اور ان کے روزے کا آخری دن عید نوروز ہے ان کا حج شیراز میں اس گھر کی زیارت ہے جس میں علی محمد باب پیدا ہوا حج کے لئے کوئی خاص وقت معین نہیں ہے۔ ایک مرد صرف ایک عورت سے شادی کر سکتا ہے اگر چہ کتاب اقدس میں عدالت کی شرط کے ساتھ دو

عورتوں سے شادی کو بھی جائز قرار دیا گیا ہے لیکن عبدالبہاء کا کہنا ہے کہ چونکہ عدالت ناممکن ہے لہٰذا ایک سے زیادہ شادی کی کوئی گنجائش نہیں ہے ان کے مذہب میں باپ کی بیوی سے شادی نہیں ہوسکتی لیکن بیٹی بہن اور دوسرے رشتہ داروں سے جائز ہے۔ان کے یہاں تمام اشیاء پاک ہیں یہاں تک کہ پیشاب پاخانہ کتا سور وغیرہ۔لڑکی اورلڑکے کی میراث برابر ہے اورانکے بالغ ہونے کا زمانہ بھی برابر ہے یعنی ۱۵ سال ان کے اہم اجتماعی مراکز عشق آباد میں ''حظیرۃ القدس'' اور شیکاگو (امریکہ) میں ''مشرق الاذکار'' ہیں۔

سوالات

۱۔ بابیہ مذہب کب شروع ہوا اور اس کا بانی کون تھا؟ تحریر کریں۔
۲۔ بابیت کے دعویٰ کے بعد علی محمد باب کے حالات زندگی پر روشنی ڈالیں۔
۳۔ باب کی تالیفات تحریر کریں۔
۴۔ میرزا حسین علی بہاء اور اس کے دعووں کی تفصیل تحریر کریں۔
۵۔ میرزا حسین علی کی وفات کے بعد بابیوں اور بہائیوں کے عقائد پر روشنی ڈالیں۔
۶۔ شریعت اسلامی کے بارے میں بہائیوں کا عقیدہ تحریر کریں۔
۷۔ بہائیوں کی عبادت کے بارے میں تحریر کریں۔

پچاسواں سبق:

قادیانی یا احمدی

قادیانی مذہب کی ابتدا اور اس کا بانی

یہ فرقہ جو احمدی اور مرزائی بھی کہا جاتا ہے ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ذریعہ تقریباً اسی زمانہ میں پیدا ہوا جس زمانہ میں ایران میں بہائی مسلک ایجاد ہوا۔ مرزا غلام احمد (۱۲۵۵ھ سے ۱۳۲۶ھ) ہندوستان کے صوبہ پنجاب کے شہر قادیان میں پیدا ہوا اسکا گھرانہ انگریزوں کے وفادار گھرانوں میں شمار ہوتا تھا جوانی ہی سے وہ صوفی عبادتوں میں مصروف ہوگیا اور اس پر غشی طاری ہونے لگی۔

غلام احمد کا دعویٰ

۵۰ سال کی عمر میں خوابوں کی بنیاد پر اعلان کیا کہ میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے اور میں خدا کی طرف سے منتخب کیا گیا ہوں اور پھر کچھ عرصہ کے بعد مسیح اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا پھر نبوت کا اعلان کیا اور کہا کہ میرے اندر روح محمدی نے حلول کیا ہے۔

جناب عیسیٰ ؑ کے بارے میں اسکا عقیدہ تھا کہ پھانسی پر چڑھائے جانے کے بعد وہ مرے نہیں بلکہ ہندوستان کے صوبہ کشمیر میں چلے گئے اور ۱۲۰ سال کی عمر تک وہاں اپنے مذہب کی تبلیغ کی اور

پھر وہیں ان کا انتقال ہوا اور انھیں سری نگر میں دفن کر دیا گیا اور امام مہدی (عج) کے بارے میں اس کا عقیدہ تھا کہ وہ عیسیٰؑ اور محمد ﷺ کا مظہر اور کرشنا کا جلوہ ہیں اور وہ خود مہدی موعود ہے اس نے تلوار سے جہاد کو حرام کر دیا اور انگلینڈ کے ساتھ وفاداری کو واجب قرار دیا۔

تالیفات

۱۔قصاید احمدیہ(المسیح الموعود والمهدی الموعود) ۲۔مواهب الرحمن ۳۔حمامة البشری الی اهل مكة وصلحاء امّ القری.

اسکے علاوہ اپنے شہر قادیان میں انگریزی زبان میں ایک ماہنامہ بھی شائع کیا جو اس کے مذہب کا ترجمان تھا۔

مسلمانوں کا ردعمل

شیعہ سنی دونوں نے اسکی شدید مخالفت کی اس لئے کہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے۔ عیسائیوں اور ہندوؤں نے بھی اسکے خلاف شدید غم وغصہ کا اظہار کیا لیکن کچھ لا اُبالی اور جاہل افراد اسکے گرد جمع ہو گئے جس میں برطانوی حکومت کے پروپگینڈہ کا بھی دخل تھا۔

احمدیہ اور لاہوریہ

غلام احمد کے انتقال کے بعد اسکے ماننے والوں میں اختلاف ہو گیا اور وہ دو گرہوں میں تقسیم ہو گئے۔

الف۔ احمدیہ: یہ لوگ قادیان ہی میں مقیم ہیں اور اپنے مذہب کے بانی کے ساتھ وفادار ہیں۔ان لوگوں نے پہلے مرزا نور الدین کو غلام احمد کا خلیفۂ اول تسلیم کیا اور اسکے بعد احمد کے بیٹے بشیر الدین یا مشیر الدین کو خلیفۂ دوم ان لوگوں کی ایک مشاورتی کمیٹی ہے جو ان کی قیادت کرتی ہے اور یہ لوگ اپنی آمدنی کا ایک چوتھائی حصہ زکاۃ کے طور پر ادا کرتے ہیں اور غیر قادیانی کو کافر جانتے ہیں

اوراس سے شادی کو بھی جائز نہیں سمجھتے ۔ان کا قیامت کا عقیدہ بھی اسلام جیسا نہیں ہے بلکہ تناسخ سے مشابہ ہے یہ لوگ پاکستان بننے کے بعد لاہور سے ۱۴۵ کلو میٹر دور ایک جگہ منتقل ہو گئے جس کو ایک نئے شہر کے طور پر بسایا اور اپنے کو ''ربوہ'' کہلایا۔قابل ذکر ہے کہ علماء اسلام اس فرقہ کو غیر مسلم شمار کرتے ہیں۔

ب۔لاہوریہ: غلام احمد کے دوسرے تابعین مولوی محمد علی کی قیادت میں الگ ہو گئے اور ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ غلام احمد پیغمبر، مہدی یا مسیح نہیں بلکہ اسلام کا مجدد تھا جو اسلام سے خرافات کو ختم کرنے کے لئے آیا تھا لاہور میں انجمن اشاعت اسلامی احمدیہ انہیں لوگوں کی قائم کی ہوئی ہے جو مجددی کے نام سے مشہور ہے یہ لوگ تمام مسلمانوں کی طرح اپنے کو اسلامی حلال وحرام کا پابند قرار دیتے ہیں لیکن تفسیر قرآن یا مفاہیم اسلامی کے سلسلہ میں زیادہ تر غلام احمد کے نظریات پر تکیہ کرتے ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ اس فرقہ کے ماننے والوں کی تعداد کئی لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔

سوالات

۱۔ قادیانی کب اور کہاں وجود میں آئے؟
۲۔ غلام احمد قادیانی کے دعوے تحریر کیجئے۔
۳۔ غلام احمد کی کتابوں کے نام بتایئے۔
۴۔ غلام احمد کے خلاف مسلمانوں اور دوسرے مذاہب کا ردعمل تحریر کیجئے۔
۵۔ فرقہ احمدیہ کس طرح وجود میں آیا؟
٦۔ لاہوریہ کون لوگ ہیں؟ اور کن خصوصیات کے مالک ہیں؟

چھٹی فصل

بعض اصطلاحات کی وضاحت

ملل ونحل کی کتابوں میں کچھ اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں جو کسی مخصوص فرقے یا مذہب کا نام نہیں ہیں بلکہ چند فرقوں یا چند مذہبوں کے سلسلہ میں مشترکہ طور پر ان کا استعمال ہوتا ہے۔ گذشتہ مباحث میں کم وبیش ان سے واقف ہو چکے ہیں لیکن ان کی مزید وضاحت کے لئے یہاں پر قدرے تفصیل سے ان کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

اکیاونواں سبق:

حشویہ اور رافضہ

۱۔حشویہ

اس فرقہ کو اس نام سے یاد کرنے کی چند وجہیں بیان کی گئی ہیں:

الف۔ چونکہ یہ لوگ تجسیم کے قائل ہیں۔

ب۔حاشیہ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کو حشویہ کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ لوگ حسن بصری کے درس میں حاشیہ (کنارہ) پر بیٹھتے تھے۔

ج۔ یہ لوگ احادیث کے نقل میں کسی ضابطہ کے پابند نہیں ہیں جس کی وجہ سے احادیث میں بہت سی غلط باتیں داخل کر دیتے ہیں اور ان سے غلط نتائج نکال لیتے ہیں۔

د۔خراسان کے قریہ حشوہ کی طرف منسوب ہیں۔(۱)

شہرستانی نے حشویہ کے بارے میں کہا ہے کہ:''اہل حدیث میں بعض حشویہ واضح طور پر خدا کے لئے تشبیہ کے قائل ہیں اور اسکے لئے اعضاء، اجزاء، نزول وصعود اور حرکت وانتقال کو جائز مانتے ہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بے بنیاد احادیث کی نسبت دیتے ہیں جو زیادہ تر یہودیوں سے لی ہوئی

....

(۱) النبراس ،ص ۴۲.

ہیں اور قرآن کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ اس کے کلمات اور اصوات بھی قدیم اور ازلی ہیں۔‘‘(۱)

۲۔ رافضہ

رافضہ، رَفض سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں ترک کرنا یہ کلمہ شیعوں کے تمام فرقوں یا ان کے بعض خاص فرقوں کے لئے استعمال ہوتا ہے بعض اوقات تمام محبین اہل بیتؑ کے لئے بھی یہ کلمہ استعمال کیا جاتا ہے۔

ابوالحسن اشعری کا کہنا ہے کہ شیعوں کا دوسرا گروہ رافضی یا امامیہ ہے جو ابوبکر وعمر کی خلافت کا انکار کرنے کی وجہ سے اس نام سے مشہور ہے ان کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولائے کائناتؑ کو علی الاعلان اپنا جانشین بنایا تھا لیکن ان کی رحلت کے بعد اکثر صحابہ ان کی اطاعت سے کنارہ کشی کر کے گمراہی میں مبتلا ہو گئے۔(۲)

اشعری نے رافضہ کو شیعوں کا ایک گروہ شمار کیا ہے جبکہ اسفرائینی نے امامیہ کو رافضہ کا ایک فرقہ قرار دیا ہے۔(۳) امام شافعی سے نقل ہوا ہے کہ جب بھی علیؑ اور اولاد علیؑ کا تذکرہ ہوتا ہے تو لوگ اس سے منع کر کے اس تذکرہ کو رافضیوں کا تذکرہ کہتے ہیں۔(۴) شہرستانی نے نظّام معتزلی کو امامت میں نص کا قائل ہونے کی وجہ سے رافضی قرار دیا ہے۔(۵) فرزدق نے جب امام زین العابدینؑ کے بارے میں اپنا مشہور قصیدہ پیش کیا تو ان کی مذمت کے لئے یہ اصطلاح استعمال کی گئی۔(۶) اس اصطلاح کے آغاز کے بارے میں مشہور نظریہ یہ ہے کہ: جناب زید کے قیام میں جب انھوں نے ابوبکر وعمر کے بارے میں اچھے الفاظ استعمال کئے تو کوفہ والوں نے ان کو چھوڑ دیا جس کی وجہ سے وہ رافضی کہے گئے لیکن محققین کی نظر میں یہ نظریہ معتبر نہیں ہے اس لئے کہ جناب زید کی طرف ایسی کوئی

---

(۱) ملل ونحل، ج ۱، ص ۱۰۵، ۱۰۶.
(۲) مقالات الاسلامیین، ترجمہ مؤیدی، ص ۱۸.
(۳) التبصیر فی الدین، ص ۲۷.
(۴) اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۲۱.
(۵) ملل ونحل، ج ۱، ص ۵۷.
(۶) امالی سید مرتضی، ج ۱، ص ۶۸.

نسبت ثابت نہیں ہے بلکہ ابوالفرج اور دوسرے مؤلفین نے صرف اتنا بیان کیا ہے کہ پہلے کوفہ والوں نے آپ کی بیعت کی پھر آپ کا ساتھ چھوڑ دیا جس طرح آپ کے جد علی بن ابی طالبؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا تھا۔(۱)

یہ اصطلاح بہت پہلے سے موجود تھی اور جو لوگ حکومت وقت کی مخالفت کرتے تھے ان کو رافضی کہا جاتا تھا چاہے وہ شیعہ ہوں یا غیر شیعہ جیسا کہ معاویہ نے مروان بن حکم کے بارے میں اس کلمہ کا استعمال کیا جب وہ جنگ جمل کے بعد معاویہ کے پاس آیا معاویہ نے عمرو ابن عاص کو لکھا:

قد سقط الینامروان بن الحکم فی رافضة اهل البصرة.(۲)

''اہل بصرہ کے رافضیوں میں سے مروان ابن حکم میرے پاس آیا ہے۔''

ایک حدیث میں یہ کلمہ امام باقرؑ سے نقل ہوا ہے جبکہ جناب زید کے قیام سے کئی سال پہلے امام محمد باقرؑ کی شہادت ہو چکی تھی ایک شخص نے امامؑ سے عرض کیا کہ لوگ شیعوں کو رافضہ کہتے ہیں تو امامؑ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا:

﴿انامن الرافضة وهو منی. قالها ثلاثاً﴾(۳)

''میں رافضیوں میں سے اور وہ لوگ ہم میں سے ہیں'' اس فقرے کو امامؑ نے تین مرتبہ دہرایا۔

---

(۱) اعیان الشیعه، ج ا، ص ۲۱. (۲) وقعة صفین، نصر ابن مزاحم، ص ۲۹.

(۳) بحار الانوار، ج ۶۵، ص ۹۷، حدیث ۲.

سوالات

۱۔حشویہ کن کن معانی میں استعمال ہوتا ہے؟
۲۔حشویہ کے بارے میں شہرستانی نے کیا کہا ہے؟
۳۔رافضہ کے معانی اوران کا استعمال تحریر کریں۔
۴۔رافضی اصطلاح کے آغاز کے بارے میں مشہورنظریہ تحریر کریں۔
۵۔مشہورنظریہ کے غیر صحیح ہونے کے بارے میں دلائل تحریر کریں۔

باونواں سبق:

عدلیہ

عدلیہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو عدل کو اصول مذہب مانتے ہیں اور یہ دو فرقے ہیں امامیہ اور معتزلہ۔اس اصطلاح کا استعمال اشاعرہ کے مقابل میں ہوتا ہے البتہ تمام اسلامی فرقے عدل الٰہی کے قائل ہیں اور اسکو خداوند عالم کی صفات کمال میں شمار کرتے ہیں۔لہٰذا اشاعرہ بھی خدا کو عادل مانتے ہیں لیکن ان کے مقابلہ میں عدلیہ کی اصطلاح کا استعمال ان کے ذریعہ عدل کی غلط تفسیر کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

عدلیہ اور تفسیر عدل الٰہی

امامیہ اور معتزلہ عدل الٰہی کی تفسیر حسن وقبح عقلی کی بنیاد پر کرتے ہیں لہٰذا ان کی نظر میں عدل الٰہی یہ ہے کہ خدا نیک کام انجام دیتا ہے اور برے کاموں سے منزہ ہے جیسا کہ شیخ مفید نے کہا ہے کہ فاعل عادل وحکیم وہ ہے جو برائیوں سے پرہیز کرے اور واجب کو ترک نہ کرے۔(۱)

قاضی عبدالجبار معتزلی کا کہنا ہے کہ ہم خداوند عالم کو عادل وحکیم مانتے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ برے افعال انجام نہیں دیتا اور واجب کو ترک نہیں کرتا۔(۲)

اس نظریہ کی بنیاد قرآن کریم احادیث نبوی اور مولائے کائنات ؑ کے کلمات ہیں جیسا کہ

....

(۱) النکت الاعتقادیة ،ص ۲۷.   (۲) شرح الاصول الخمسة ،ص ۳۰۱.

آپ سے پوچھا گیا: عدل کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

﴿العدل ان لا تتهمه.﴾(۱)

''عدل یہ ہے کہ خدا پر الزام نہ لگایا جائے۔''

یا امام صادقؑ نے فرمایا:

﴿اما العدل فان لا تنسب الی خالقک ما لامک علیه.﴾(۲)

''عدل یہ ہے کہ خدا کی طرف ایسے کاموں کی نسبت نہ دو جن پر وہ خود تمہاری مذمت کرتا ہے۔''

ابن ابی الحدید نے مولائے کائناتؑ کے کلام کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ: ''عدل، علم کلام کا دوسرا محور ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا پر یہ الزام نہ لگایا جائے کہ وہ برے کام کے انجام دینے پر مجبور کرتا ہے اور اس کے بعد عذاب بھی دیتا ہے یا لوگوں کو ایسے کاموں کا حکم دیتا ہے جس کے انجام دینے کی ان میں طاقت نہیں ہوتی ہے۔''(۳)

اشاعرہ اور تفسیر عدل الٰہی

عدلیہ کی تفسیر کے مقابلہ میں اشاعرہ کی تفسیر ہے جو عدل الٰہی کے قائل ہیں لیکن حسن و قبح عقلی کا عقیدہ نہیں رکھتے لہٰذا وہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا عادل ہے برائی نہیں کرتا لیکن اسکے معنی یہ نہیں ہے کہ اسکے افعال سے قطع نظر اشیاء میں ذاتی طور پر کوئی اچھائی یا برائی پائی جاتی ہے۔ لہٰذا عدل اور حسن خود کلام یا فعل الٰہی سے ہی وجود میں آتا ہے جو خدا انجام دے وہ عدل اور حسن ہے مثلاً اگر وہ نیک کام کرنے والوں کو عذاب دے اور برائی کرنے والوں کو جزا دے تو یہ بھی عدل اور حسن ہے واضح ہے کہ اس تفسیر کا مطلب عدل الٰہی کا انکار ہے جو قرآن کی آیات کے بالکل برخلاف ہے قرآن مجید

---

(۱) نہج البلاغہ، کلمات قصار نمبر ۴۷۰۔ (۲) توحید صدوق، ص ۹۶۔

(۳) شرح نہج البلاغہ، ج۴، ص ۵۲۴۔

میں بعض افعال کو حسن یا قبیح شمار کیا گیا ہے پھر افعال حسنہ کو خداوند عالم کے لئے ثابت کیا گیا ہے اور برے افعال کی اس سے نفی کی گئی ہے جیسے:

﴿هَلْ جَزٰاءُ الْاِحْسٰانِ اِلَّا الْاِحْسٰانُ﴾(۱) کیا احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ کچھ اور ہے۔

﴿اَمْ نَجْعَلِ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجّار﴾(۲) کیا ہم متقین کو فاجروں جیسا قرار دیں۔

سید مرتضی کا قول

سید مرتضی سے نقل ہوا ہے کہ اصول توحید اور عدل مولائے کائنات ؑ سے اخذ ہوئے ہیں اسکے بعد دوسرے ائمہ کے یہاں ان کا تذکرہ تفصیل سے موجود ہے اس سلسلہ میں سید مرتضی نے کچھ روایات بھی نقل کیں ہیں اور اس کے بعد بیان کیا ہے کہ ائمہ معصومین ؑ کے بعد علماء غیر شیعہ نے بھی ان اصول پر توجہ دی ہے جیسے: حسن بصری، واصل بن عطاء، عمرو بن عبید، ابوالہذیل علاف، ابوسہل بشر بن معتمر، ابواسحاق ابراہیم بن سیار نظام اور ابوعثمان عمرو بن بحر جاحظ۔(۳)

---

(۱) سورۂ رحمن، آیت ۶۰. (۲) سورۂ ص، آیت ۲۸.

(۳) امالی سید مرتضی، ج ۱، ص ۱۳۰، ۱۴۲.

سوالات

۱۔عدلیہ کن لوگوں کو کہا جاتا ہے؟

۲۔عدلیہ کی اصطلاح قائلین حسن وقبح سے کیوں مخصوص ہے؟

۳۔عدل الٰہی کی تعریف میں مولائے کائنات نے کیا فرمایا ہے؟ ابن ابی الحدید کی وضاحت کے ساتھ بیان کریں۔

۴۔عدل الٰہی کے بارے میں امام جعفر صادقؑ کا کلام تحریر کریں۔

۵۔اشاعرہ کی نظر میں عدل الٰہی کی تفسیر کیا ہے؟

۶۔سید مرتضیٰ نے کلام اسلامی میں رہبران اصول توحید وعدل کے بارے میں کیا کہا ہے؟

ترپنواں سبق:

تفویض اور مُفوِّضہ

لغت میں تفویض کے معنی سپرد کرنے کے ہیں اور دینی ابحاث میں اسکی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

الف۔انسان کی طرف سے خدا کو تفویض۔

ب۔خدا کی طرف سے انسان یا دوسری موجودات کو تفویض۔

الف۔انسان کی طرف سے خدا کو تفویض

انسان کی طرف سے خدا کو تفویض کبھی معرفت اور شناخت میں ہوتی ہے اور کبھی اعمال میں، اعمال کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی پوری کوشش سے نیک کام انجام دیتے ہیں لیکن مشیت الٰہی کے بغیر کچھ نہیں کرسکتے اور یہ انتہائی بلند افراد کا نظریہ ہے جیسا کہ مومن آل فرعون نے فرعون کے برے اعمال کے انجام سے باخبر کرنے کے بعد کہا:

﴿اُفَوِّضُ اَمْرِی اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیرٌ بِالْعِبَادِ﴾(۱)

''اپنے امور خدا پر چھوڑتا ہوں وہ اپنے بندوں کے حالات سے آگاہ ہے۔''

دوسری صورت یعنی علم و معرفت میں تفویض اسکا مطلب یہ ہے کہ متشابہات میں تاویل اور

(۱) سورہ مومن، آیت ۴۴.

تحقیق کو مسترد کیا جائے یا یہ کہ اپنے غور وفکر کی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کے بعد اس بات کا اعتراف کیا جائے کہ پروردگار ہم تیری معرفت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ تفویض کے یہ معنی معرفت کا کمال ہیں جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿**ماعرفناک حق معرفتک**﴾(۱)

ایسے افراد کو قرآن کریم میں مخلصین کے نام سے یاد کیا گیا ہے:

﴿**سُبۡحٰانَ اللہِ عَمَّا یَصِفُونَ اِلَّا عِبٰاد اللہِ الۡمُخۡلَصِینَ**﴾(۲)

ب۔ خدا کی طرف سے انسان کو تفویض

خدا کی طرف سے انسان کو تفویض کی بھی دو صورتیں ہیں:

۱۔ تکوین کی منزل میں

۲۔ تشریع کی منزل میں

تکوین کی بھی دو صورتیں ہیں:

۱۔ خداوند عالم نے انسان کے اختیاری افعال اسکے سپرد کردیئے ہیں اور انسان مستقلاً ان کے انجام دینے پر قادر ہے۔ یہ وہی نظریہ ہے جس کو قدریہ اور معتزلہ نے اختیار انسان کی توجیہ میں پیش کیا ہے اس نظریہ کے صحیح نہ ہونے پر ﴿ **لا جبر و لا تفویض بل امر بین الامرین** ﴾ کی دلالت کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

۲۔ پروردگار نے خلقت یا تدبیر سے متعلق امور اپنی بعض مخلوق کے حوالہ کر دئے ہیں جیسے فرشتہ، انبیاء اور اولیاء۔ امام رضاؑ نے اس نظریہ کو رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿**من زعم ان اللہ عزّ وجلّ فَوّضَ امر الخلق و الرزق الی حججہ علیھم السلام فقد**

---

(۱) حدیث نبوی (۲) سورۂ صافات، آیت ۱۵۹، ۱۶۰.

قال بالتفویض و القائل بالتفویض مشرک.﴾(۱)

''جو یہ گمان کرے کہ خداوند عالم نے خلق اور رزق کے امور اپنی حجتوں کے حوالے کر دیئے ہیں وہ تفویض کا قائل ہے اور تفویض کا قائل مشرک ہے''

یہ تفویض غالیوں کا عقیدہ ہے۔

تشریع میں بھی تفویض کی چند صورتیں ہیں:

الف۔ یہ کہ خداوند عالم کی طرف سے کسی طرح کی تشریع نہیں ہے اور انسان اپنے اعمال میں آزاد ہے اسکا لازمہ شریعت کا انکار ہے جو کفر ہے۔

ب۔ تشریع کو بندوں کے حوالہ کر دیا ہے تا کہ وہ بغیر وحی والہام کے اپنی مرضی کے مطابق احکام وضع کریں یہ نظریہ بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ تشریع اور احکام وضع کرنا خدا سے مخصوص ہے۔

﴿**اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَن لَّا تَعْبُدُوا اِلَّا اِیَّاهُ**﴾(۲)

''حکم کرنے کا حق صرف خدا کو ہے اور اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو''

﴿**وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوحٰی**﴾(۳)

''وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے جب تک ان پر وحی نہ ہو جائے''

ج۔ اصل تشریع اذن الٰہی سے مربوط ہے لیکن پیغمبر الٰہی کے معصوم ہونے کی وجہ سے ان سے شرافت وکرامت کے اظہار کے لئے بعض امور کی تائید ان کے حوالہ کر دی گئی ہے۔ اس نظریہ میں عقلی طور پر کوئی قباحت نہیں ہے اور متعدد روایات اس پر دلالت کرتی ہیں۔

د۔ احکام الٰہی کے بیان کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ان کے اوصیاء کے سپرد کر دینا اس طرح کہ وہ لوگ حالات اور مصالح کے تحت احکام کی تبیین کریں اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

---

(۱) عیون اخبار الرضا، ص ۱۲۴ (۲) سورۂ یوسف، آیت ۴۰. (۳) سورۂ نجم، آیت ۳، ۴.

سوالات

۱۔انسانوں کی طرف سے خدا کو تفویض کے سلسلہ میں صحیح اور غیر صحیح نظریہ لکھیں۔
۲۔تشریع کی منزل میں خدا کی طرف سے تفویض میں صحیح اور غیر صحیح نظریہ لکھیں۔
۳۔علم ومعرفت کی منزل میں خدا کی طرف سے انسان کو تفویض میں صحیح اور غیر صحیح نظریہ لکھیں۔

چونواں سبق:

تاویل اور مُؤَوِّ لہ

کلمہ تاویل اَوْل سے ہے جس کے معنی ہیں اصل کی طرف پلٹنا۔ لہٰذا تاویل سے مراد کسی چیز کو اسکے مقصود کی طرف پلٹانا ہے چاہے فعل ہو یا علم جیسا کہ آیات کریمہ میں اشارہ ہے:

﴿وَ مٰا یَعْلَمُ تٰاوِیلَهُ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ﴾(۱)

''اسکی تاویل خدا اور راسخون فی العلم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔''

﴿هَلْ یَنْظُرُونَ اِلَّا تٰاوِیلَهُ یَوْمَ یاتِی تَاوِیلُهُ﴾(۲)

''کیا یہ لوگ تاویل کا انتظار کرر ہے ہیں جس دن تاویل آئے گی۔''

قرآن کریم میں تاویل کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ متشابہات میں تاویل، جس کے معنی ہیں متشابہات کو محکمات کی طرف پلٹانا۔

۲۔ پورے قرآن میں تاویل متشابہات کے معانی کے سلسلہ میں بہت سے اقوال ہیں لیکن سب سے رائج معنی یہ ہیں کہ متشابہ وہ ہے جسکے معنی ظاہر نہ ہوں جیسے ﴿وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ﴾ اس لئے کہ اس آیت میں اَضَلَّ کے معانی ﴿اَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ﴾ میں اَضَلَّ کے معنی سے الگ ہیں۔ یہی

....

(۱) سورۂ آل عمران، آیت ۷.　　(۲) سورۂ اعراف، آیت ۵۳.

پہلی آیت میں اَضَلَّ ممدوح ہےاور دوسری میں مذموم۔محکم وہ ہے جس کی مراد بغیر قرینہ کے واضح ہو۔

تاویل کے طریقے

علامہ طباطبائی نے تاویل کرنے والوں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ وہ لوگ جو اسماء اور صفات الٰہی کی سلبی تفسیر کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ علم سے مراد نفی جہل ہے۔ یہ طریقہ غلط ہے اور اسکا لازمہ پروردگار کو صفات کمال سے عاری تسلیم کرنا ہے۔

۲۔ وہ لوگ جو اسماء اور صفات الٰہی کو ہر اس احتمالی معنی میں تسلیم کر لیتے ہیں جو دین کے منافی نہ ہو چاہے احتمال عقلی ہو یا نقلی۔

۳۔ وہ لوگ جو احتمالات عقلی کو معتبر نہیں سمجھتے صرف نقلی محتملات ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

ان دونوں صورتوں میں تفسیر بالرای لازم آتی ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔(۱)

اہل بیتؑ کا طریقہ کار

متشابہات کی تفسیر میں اہل بیتؑ کا طریقہ کار یہ ہے کہ متشابہات کو محکمات کی طرف پلٹایا جائے جو گذشتہ تمام طریقوں سے ممتاز ہے۔جیسا کہ امام جعفر صادقؑ سے **الرحمن علی العرش استویٰ** کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ: ہم خداوند عالم کے لئے عرش کے وجود کو بھی ثابت مانتے ہیں اور اسکے استواء کے بھی قائل ہیں اس لئے کہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ عرش حامل پروردگار ہے بلکہ خداوند عالم عرش کا محافظ ہے، وہ عرش کا محتاج نہیں ہے ۔عرش کی حقیقت وہی ہے جس کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے:

﴿وَسِعَ کُرۡسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ﴾(۲)

---

(۱) المیزان ،ج۱۴، ص ۱۳۲،۱۳۳ .

(۲) توحید صدوق ، باب الرد علی الزنادقة ،حدیث ۱ .

''اس کی کرسی علم واقتدار زمین وآسمان سے وسیع تر ہے۔''

تبعیض کا طریقہ

اس روش میں صفات اور افعال الٰہی سے مربوط آیات میں فرق بیان کیا گیا ہے۔صفات سے متعلق آیات میں تاویل کی بات کی گئی ہے اور افعال سے مربوط آیات میں ظاہر کی نفی پر تکیہ کرنے کا حکم ہے اسی لئے سمع، بصر، رضا، اسف وغیرہ کی تاویل کی بات کی گئی ہے اور عرش کرسی لوح، قلم کی نہیں۔لیکن اس کی کوئی مستحکم دلیل نہیں ہے۔اس لئے کہ دوسری قسم میں بھی بغیر تاویل کے جسم کا ہونا لازم آتا ہے۔فخر الدین رازی نے اس طریقہ کار کی حمایت میں کہا ہے کہ: ''اگران چیزوں میں تاویل کا قائل ہوا جائے تو تمام احکام میں تاویل عام ہو جائے گی جیسا کہ باطنیہ کا عقیدہ ہے'' حقیقت میں ایک کا دوسرے پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔اس قیاس کو قیاس مع الفارق کا نام دیا جاتا ہے خاص طور پر اگر اہل بیتؑ کے طریقہ کار پر نظر رکھی جائے یعنی متشابہات کو محکمات کی طرف پلٹایا جائے۔''(۱)

---

(۱) المیزان، ج۱۴، ص ۱۳۰، ۱۳۲.

سوالات

۱۔تاویل کی تعریف مع اقسام تحریر کیجئے۔
۲۔متشابہ اور محکم سے مراد کیا ہے؟ بیان کیجئے۔
۳۔کن فرق و مذاہب نے تاویل کی روش پر عمل کیا ہے؟
۴۔تاویل کے تینوں طریقے مع تنقید بیان کریں۔
۵۔متشابہات کے سلسلہ میں اہل بیتؑ کی روش بیان کیجئے۔
۶۔تبعیض کی روش پر مع تنقید روشنی ڈالئے۔

پچپنواں سبق:

صفاتیہ اور مُعَطِّلہ

موضوع بحث

صفاتیہ ان لوگوں کو کہتے ہیں جو صفات الٰہی کو زائد بر ذات جانتے ہیں۔ یہاں پر اس بحث کا موضوع وہ صفات ذاتی ہیں جن کے ذات سے منتزع کرنے یا ذات پر حمل کرنے میں صرف ذات کا تصور کافی ہوتا ہے جیسے حیات قدرت وغیرہ برخلاف صفات فعلی کے۔ صفات ذاتی کے متحقق ہونے کے بارے میں چند فرض تصور کئے جاسکتے ہیں:

۱۔**عینیت مفہومی**، یعنی صفات کے مفاہیم آپس میں بھی ایک دوسرے کے عین ہیں اور عین ذات بھی ہیں اور دونوں کے مفاہیم میں کسی طرح کی مغایرت نہیں ہے۔

۲۔**عینیت مصداقی ومغایرت مفہومی**، یعنی مفہوم میں مغایر ہونے کے ساتھ ساتھ مصادیق میں ایک ہیں۔

۳۔**مغایرت مفہومی ومصداقی**، یعنی مفہوم ومصداق دونوں میں مغایر ہے اس میں بھی دو فرض قابل تصور ہیں:

۱۔**مغایرت اور ازلیت**: یعنی صفات زائد بر ذات بھی ہیں اور ازلی وقدیم بھی۔

۲۔**مغایرت اور حدوث**: یعنی صفات زائد حادث ہیں۔

عقائدونظریات

مندرجہ بالا تینوں فروض میں سے پہلے فرض کا غلط ہونا واضح ہے اور اسکا کوئی قائل نہیں ہے۔ دوسرے فرض کو متکلمین امامیہ اور اکثر معتزلہ قبول کرتے ہیں اور تیسرے فرض کی پہلی صورت اشاعرہ اور ماتریدیہ کا نظریہ ہے نیز دوسری صورت بعض اہل حدیث اور مشبہہ کا عقیدہ ہے۔

صفات کے عین ذات ہونے کو تعطیل سے یاد کیا گیا ہے اور اسکے معتقدین کو **معطلہ** کہا جاتا ہے۔ ملل ونحل کی کتابوں میں عام طور پر معتزلہ کو معطلہ اور صفات کے زائد ہونے کا عقیدہ رکھنے والوں کو صفاتیہ کہا گیا ہے جیسا کہ شہرستانی نے کہا ہے:

لما كانت المعتزلة ينفون الصفات والسلف يثبتونهاسمى السلف صفاتية والمعتزلة معطلة.(۱)

''چونکہ معتزلہ صفات کی نفی کرتے ہیں اور سلف ان کو ثابت کرتے ہیں لہذا معتزلہ کو معطلہ اور سلف کو صفاتیہ کہا جاتا ہے۔''

ایک دوسری جگہ پر انھوں نے کہا ہے کہ جب ابوالحسن اشعری نے عقائد سلف کا دفاع کیا تو صفاتیہ کا نام اشعریہ پڑ گیا۔اس کے بعد مشبہہ اور کرامیہ پر صفاتیہ کے اطلاق کے بارے میں شہرستانی نے کہا ہے:

لما كانت المشبهة والكرّامية من مثبتى الصفات عددناهم فرقتين من جملة الصفاتية. (۲)

''مشبہہ اور کرامیہ چونکہ صفات کو ثابت کرنے والے تھے لہذا ہم نے ان کو صفاتیہ میں شمار کیا ہے۔''

---

(۱) ملل ونحل ،ج ۱، ص ۹۲. (۲) ملل ونحل ،ج ۱، ص ۹۳.

نیابت اور تعطیل کا مفروضہ

جیسا کہ بیان ہو چکا کہ صفات کے زائد ہونے کی نفی کرنے والوں کو معطلہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے لیکن یہ نام صحیح نہیں ہے اس لئے کہ تعطیل سے مراد صفات کا انکار ہے نہ کہ ان کے زائد ہونے کا انکار۔

اس وجہ سے صفات کے عین ذات ہونے کے نظریہ کو کبھی کبھی ذات کی نیابت کے تحت بیان کیا جاتا ہے یعنی اس طرح تفسیر کی جاتی ہے کہ ذات خداوند عالم میں اگر چہ صفات کمالیۂ ذاتیہ نہیں پائے جاتے لیکن ان کا اثر موجود ہے یعنی خداوند عالم میں صفت علم نہیں ہے لیکن وہ عالم ہے۔ یہ نسبت تمام معتزلہ یا تمام ان لوگوں کی طرف دینا جو صفات کے زائد ہونے کے قائل نہیں ہیں صحیح نہیں ہے۔اس لئے کہ وہ لوگ شیعہ علماء کی طرح خداوند عالم کے لئے صفات کمال کو ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے زائد ہونے کا انکار کرتے ہیں کیونکہ کہ اس سے تعدد قدماء اور ذات الٰہی کا مرکب ہونا لازم آتا ہے لہٰذا اگر کہیں پر اصل صفات کے انکار کا وہم ہو تو اسے صفات زائد کے انکار پر حمل کرنا چاہئے جیسا کہ مولائے کائناتؑ کا ارشاد ہے:

﴿وكمال الاخلاص له نفي الصفات عنه﴾

''اخلاص کا کمال یہ ہے کہ اس کے صفات (زائد) کی نفی کی جائے''

شہرستانی نے معتزلہ کے عمومی عقائد کو اس طرح بیان کیا ہے کہ وہ خداوند عالم کے قادر، عالم اور حیّ ہونے کا اعتراف کرتے ہیں لیکن علم، قدرت یا حیات کے ذریعہ سے نہیں۔(۱)

شیخ مفید نے بھی ابو ہاشم کے علاوہ تمام معتزلہ کو شیعہ عقائد کا حامل قرار دیا ہے۔(۲)

لہٰذا بغدادی کی وہ بات ردّ ہو جاتی ہے جس میں اس نے معتزلہ کے عمومی عقائد میں صفات ازلیہ کے انکار کو شامل کیا ہے۔(۳)

---

(۱) ملل ونحل، ج ۱، ص ۴۴. (۲) اوائل المقالات، ص ۵۷. (۳) الفرق بين الفرق، ص ۱۱۴.

سوالات

۱۔صفاتیہ اور معطلہ کے بارے میں بحث کا موضوع کیا ہے؟

۲۔ مذکورہ بحث میں موجود نظریات بیان کریں۔

۳۔صفاتیہ اور معطلہ کی اصطلاح کے استعمال پر روشنی ڈالیں اور اس سلسلہ میں شہرستانی کا کلام ذکر کریں۔

۴۔صفات کے ذات کا نائب ہونے کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہ فرض صحیح ہے نیز یہ فرض کن لوگوں کی طرف منسوب ہے؟

۵۔فرض نیابت اور تعطیل معتزلہ میں کیا نسبت ہے؟ مع تنقید بیان کریں۔

چھپنواں سبق:

مُشَبِّہہ اور مُجَسِّمہ

الف: مشبہہ

ملل ونحل کے مصنفین نے بعض مسلمانوں کو مشبہہ اور مجسمہ کے عنوان سے یاد کیا ہے جس میں اسلامی دنیا کے دوسرے ادیان کے ماننے والوں کا خاص دخل ہے اگرچہ اس عقیدہ کے وجود میں آنے کا ایک اور سبب متشابہ آیات ہیں۔

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) کا اس سلسلہ میں کہنا ہے کہ قرآن مجید میں صفات سے متعلق آیات دو طرح کی ہیں:

الف: وہ آیات جو تنزیہ خدا پر دلالت کرتی ہیں۔

ب: وہ آیات جن سے تشبیہ کا شبہہ پیدا ہوتا ہے۔

اکثر صحابہ وتابعین پہلے معنی کے قائل ہیں اور دوسرے معنی کے بارے میں خاموشی اختیار کرتے ہیں جبکہ کچھ لوگ متشابہ آیات سے تمسک کرنے کی بنا پر تشبیہ کے قائل ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ ذات میں تشبیہ کے قائل ہیں یعنی جسم وجسمانیت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اگرچہ اس عقیدہ کے انجام سے بچنے کے لئے کہتے ہیں کہ خداوند عالم جسم رکھتا ہے لیکن عام جسموں جیسا نہیں۔ اس سلسلہ میں تناقض لازم آتا ہے۔

دوسرا گروہ صفات میں تشبیہ کا قائل ہے یعنی خداوند عالم کے لئے جہت، استویٰ، نزول وغیرہ کا عقیدہ رکھتا ہے اور اس سلسلہ میں بھی یہی کہتا ہے کہ خدا جہت رکھتا ہے لیکن عام انسان کی جیسی جہت نہیں۔ یہاں پر بھی تناسخ کا گذشتہ اعتراض وارد ہوگا۔(۱)

عصر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشرکین اور تشبیہ

قرآن کریم میں زمانۂ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشرکین کی تشبیہ کا تذکرہ ہے جس میں وہ لوگ خداوند عالم کے لئے اولاد ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے اور قرآن میں خداوند عالم کے اس سے منزہ ہونے کا تذکرہ بھی موجود ہے:

﴿ وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَباً سُبْحَانَ اللهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴾(۲)

''انھوں نے خدا اور جنات کے درمیان رشتہ قرار دیا۔''

﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللهُ وَلَداً سُبْحَانَهُ بَلْ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْض ﴾(۳)

''یہودی کہتے ہیں کہ خدا کے اولاد بھی ہے حالانکہ وہ پاک و بے نیاز ہے زمین وآسمان میں جو کچھ بھی سب اللہ ہی کا ہے۔''

حشویہ اور تشبیہ

حشویہ کا تذکرہ گذر چکا ہے اور اس سلسلہ میں شہرستانی کا کہنا ہے کہ حشویہ کے یہاں تشبیہ کا عقیدہ ان جھوٹی احادیث کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے جو یہود و نصاریٰ سے لی گئی ہیں اس لئے کہ تشبیہ

---

(۱) مقدمۂ ابن خلدون، ص ۴۶۳، ۴۶۴. (۲) سورۂ صافات، آیت ۱۵۸ و ۱۵۹.

(۳) سورۂ بقرہ، آیت ۱۱۶.

ان کے مذہب میں تھی یہاں تک کہ وہ لوگ کہتے تھے کہ خداوند عالم نے طوفان نوح پر اتنا گریہ کیا کہ اس کی آنکھوں میں درد ہو گیا۔ فرشتوں نے اسکی عیادت کی۔ مشبہہ نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ خداوند عالم نے میرے دونوں بازوں کے درمیان ہاتھ رکھا جس کے ہاتھوں کی ٹھنڈک میں نے محسوس کی۔(۱)

شیعہ علماء کی طرف تشبیہ و تجسیم کی نسبت

ملل و نحل کی کتابوں میں بعض شیعہ بزرگوں کی طرف تشبیہ کی نسبت دی گئی ہے جس کو سب سے پہلے ابوالحسن اشعری نے نقل کیا ہے۔ اس کے بعد بغدادی اور شہرستانی وغیرہ نے یہ نسبت ہشام بن حکم، ہشام بن سالم اور مومن طاق وغیرہ کی طرف دی ہے۔ تعجب اس بات پر ہے کہ شہرستانی نے عقیدہ تشبیہ کو شیعوں کا عقیدہ قرار دیا ہے جو بعد میں اہل سنت کے یہاں بھی پہنچ گیا جبکہ شیعوں نے اپنے عقائد ائمہ اہل بیتؑ سے حاصل کئے ہیں اور ائمہ اہل بیتؑ سب سے زیادہ تشبیہ و تجسیم کے خلاف علم جہاد بلند کرنے والے ہیں۔ اس سلسلہ میں شیخ صدوق کی کتاب التوحید کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ شیخ مفید نے اس سلسلہ میں کہا ہے:

واما القول بنفی تشبیہ فھو اکثر من ان یحصیٰ من الروایات عن آل محمد علیھم السلام فکیف ان یکون قداخذنا ذلک عن المعتزلۃ.(۲)

''تشبیہ کی نفی کے سلسلہ میں آل محمدؐ سے نقل ہونے والی بے شمار روایات کے باوجود یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم نے یہ عقیدہ معتزلہ سے اخذ کر لیا ہو۔''

(۱) ملل ونحل، ج ۱، ص ۱۰۶.
(۲) الفصول المختارۃ، داوری، ص ۲۸۵.

سوالات

۱۔قرآنی آیات کی روشنی میں مسلمانوں میں تشبیہ کا عقیدہ کیسے پیدا ہوا؟ اس سلسلہ میں ابن خلدون کا قول نقل کریں۔

۲۔زمانۂ پیغمبر کے مشرکین کا عقیدۂ تشبیہ ذکر کریں۔

۳۔تشبیہ کے بارے میں حشویہ کا عقیدہ لکھیں۔

۴۔بزرگ شیعہ علماء کی طرف تشبیہ کی نسبت پر تنقید کریں۔

۵۔عقیدۂ تشبیہ کو شیعوں کی طرف نسبت دینے والے نظریہ کو مع تنقید بیان کریں۔

ستاونواں سبق:

تفضیلیہ اور وعیدیہ

یہ دونوں اصطلاحیں عذاب اور سزا سے متعلق ہیں۔ اسلامی متکلمین کافروں کے مستحق عذاب ہونے اوران کے ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں رہنے پر متفق ہیں لیکن جو مومن گناہان کبیرہ کا ارتکاب کر کے بغیر توبہ دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں ان کے بارے میں اختلاف ہے۔ شیعہ اور اہل سنت کہتے ہیں کہ ممکن ہے ان کی شفاعت ہوجائے اور دوزخ میں نہ جائیں یا اگر جائیں بھی تو ہمیشہ کے لئے نہیں چونکہ یہ لوگ پروردگار عالم کے رحمت وفضل کے قائل ہیں لہٰذا ان کو تفضیلیہ کہتے ہیں۔

اس کے برخلاف خوارج اور معتزلہ مرتکبین کبائر کو مستحق شفاعت نہیں سمجھتے اور ان کے لئے ہمیشہ کے عذاب کے قائل ہیں۔ خواجہ نصیر الدین طوسی اس سلسلہ میں کہتے ہیں:

اختلفوا فی الوفاء بالوعید و قالت التفضیلیة لیس ذلک واجب لانه حق الله تعالیٰ و قالت الوعدیة بوجوبه لان لایصیر الوعید کذباً. (۱)

''وعید کی وفا کے بارے میں اختلاف ہے تفصیلیہ کہتے ہیں کہ یہ واجب نہیں ہے اس لئے کہ یہ خدا کا حق ہے جبکہ وعیدیہ اسے واجب جانتے ہیں اس لئے کہ وعید جھوٹا نہیں ہوسکتا۔''

---

(۱) قواعدالعقائد، ص ۱۳۱.

بعض قابل ذکر باتیں

۱۔مرتکبین کبائر کو بعض خوارج اور معتزلہ دونوں ہمیشہ کے عذاب کا مستحق قرار دیتے ہیں لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ خوارج مرتکبین کبائر کو کافر ومشرک جانتے ہیں جبکہ معتزلہ فاسق۔ وہ فسق کو کفر واسلام کے بیچ کی منزل قرار دیتے ہیں: (منزلة بين المنزلتين)

۲۔وعید سے متعلق معتزلہ کی عقلی دلیل صحیح نہیں ہے اس لئے کہ وعید اخبار نہیں بلکہ انشاء ہے لہٰذا اس کو سچا یا جھوٹا کہنا صحیح نہیں ہے۔اس کے علاوہ وعدہ دوسرے کے حق کا اعتبار ہے لہٰذا اس کی وفا واجب ہے اور وعید اپنے حق کا، لہٰذا اس سے چشم پوشی ممکن ہے۔

۳۔بعض آیات میں بعض گناہ (جیسے مومن کا قتل عمد وغیرہ) کے لئے ہمیشہ کے عذاب کا تذکرہ کیا گیا ہے اس سلسلہ میں تفضیلیہ ہمیشہ کے عذاب سے اس کے طویل ہونے کا کنایہ سمجھتے ہیں۔

۴۔عذاب کے لئے خلود یا ہمیشہ ہونے کا حکم ان کفار کے بارے میں ہے جو جاہل مقصر ہوں اور جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں۔استاد مطہری اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ جو آیات وروایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ منکرین نبوت وامامت کے اعمال قبول نہیں ہوتے۔ان کی مراد وہ منکرین ہوتے ہیں جو عناد وتعصب کی بناء پر انکار کرتے ہیں۔لہٰذا جو انکار صرف عدم اعتراف کی صورت میں ہوتے ہیں اور ان کی وجہ بھی قصور ہوتا ہے تقصیر نہیں ہے مذکورہ روایات و آیات ان کو شامل نہیں ہوتیں۔ایسے منکرین قرآن کریم کی نظر میں مستضعف اور مُرجُون لامراللہ شمار ہوتے ہیں۔(۱)

---

(۱) عدل الٰهی، ص ۴۲۶.

سوالات

۱۔تفضیلیہ اور وعیدیہ کون لوگ ہیں؟ اور ان کو اس نام سے کیوں یاد کیا جاتا ہے؟

۲۔تفضیلیہ اور وعیدیہ کے بارے میں محقق طوسی نے کیا کہا ہے؟ بیان کریں۔

۳۔مرتکبین کبائر کے حتمی طور پر مستحق عذاب ہونے یا ان کے ہمیشہ عذاب میں رہنے کے بارے میں خوارج اور معتزلہ میں کیا فرق ہے؟

۴۔وعید پر عمل کے وجوب پر معتزلہ کی عقلی دلیل کیا ہے؟ مع تنقید بیان کریں۔

۵۔مرتکبین کبائر کے سلسلہ میں ہمیشہ کے عذاب کی آیتوں کے بارے میں تفصیلہ کا نظریہ بیان کریں۔

۶۔قاصر کافرین، مشرکین اور معاندین کے بارے میں شہید مطہری کا قول بیان کریں۔

فہرست

پہلی فصل: کلیات

﴿دوسری فصل: شیعہ فرقے﴾

﴿ تیسری فصل: اہل سنت کے فرقے ﴾

﴿چوتھی فصل: بعض دوسرے اسلامی فرقے﴾